از تحقیقات و تعلیقات
الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیر ابن کثیر

6 5 4 3 2 1



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام
تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

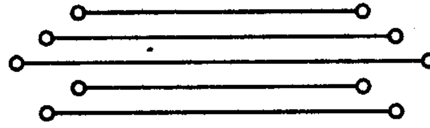


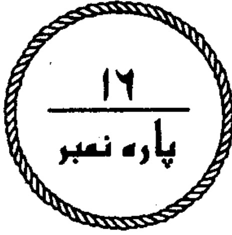
ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com



ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

- موسیٰ علیہ السلام کی بے صبری ۱۲۸
- اللہ کی مصلحتوں کی وضاحت ۱۲۹
- اللہ کی حفاظت کا ایک انداز ۱۳۰
- ذوالقرنین کا تعارف ۱۳۴
- ایک وحشی صفت بستی ۱۳۵
- یاجوج اور ماجوج ۱۳٦
- عبادت واطاعت کا طریقہ ۱۴۱
- جنت الفردوس کا تعارف ۱۴۲
- سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۳
- دعا اور قبولیت ۱۴٦
- تشفی قلب کے لیے ایک اور مانگ ۱۴۹
- پیدائش یحییٰ علیہ السلام ۱۹
- ناممکن کو ممکن بنانے پہ قادر اللہ تعالیٰ ۱۵۰
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ۱۵۱
- مریم علیہا السلام اور معجزات ۱۵۵
- تقدس مریم اور عوام ۱۵٦
- قیامت کا دن دوزخیوں کے لیے یوم حسرت ۱٦۱
- باپ کی ابراہیم علیہ السلام کو دھمکی ۱٦۳
- حضرت ادریس علیہ السلام کا تعارف ۱٦۷
- انبیاء کی جماعت کا ذکر ۱٦۸
- جبرئیل علیہ السلام کی آمد میں تاخیر کیوں؟ ۱۷۲
- منکرین قیامت کی سوچ ۱۷۳
- کثرت مال فریب زندگی ۱۷۷
- مشرکوں سے مباہلہ ۱۷۸
- اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ۱۷۹
- عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف ۱۸۲
- اللہ تعالیٰ کا امین فرشتہ ۱۸۴
- علم قرآن سب سے بڑی دولت ہے ۱۸۵
- اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی ۱۸۸
- لاٹھی اژدھا بن گئی ۱۹۰
- معجزات کی نوعیت ۱۹۱
- موسیٰ علیہ السلام کا بچپن ۱۹۴
- اللہ تعالیٰ کی تدابیر اعلیٰ اور محروم ہدایت فرعون ۱۹۵
- فرعون سے نجات کے بعد بنی اسرائیل کی نافرمانیاں ۲۰۰
- اللہ کے سامنے اظہار بے بسی ۲۰۴
- اللہ رب العزت کا تعارف ۲۰۷
- فرعون کے ساحر اور موسیٰ علیہ السلام ۲۰۸
- نتیجہ موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا گواہ بنا ۲۱۱
- ایمان یافتہ جادوگروں پر فرعون کا عتاب ۲۱۲
- بنی اسرائیل کی ہجرت اور فرعون کا تعاقب ۲۱۳
- بنی اسرائیل کا دریا پار جانا ۲۱۵
- موسیٰ علیہ السلام کے بعد پھر شرک ۲۱٦
- گائے پرست سامری اور بچھڑا ۲۱۸
- سب سے اعلیٰ کتاب ۲۲۰
- صور کیا ہے؟ ۲۲۰
- پہاڑوں کا کیا ہوگا؟ ۲۲۱
- نوعیت شفاعت اور روز قیامت ۲۲۲
- انسان کو انسان کیوں کہا جاتا ہے؟ ۲۲۴
- دنیا کی سزائیں ۲۲۷
- ویرانوں سے عبرت حاصل کرو ۲۲۷
- قرآن حکیم سب سے بڑا معجزہ ۲۳۰

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾

وہ کہنے لگے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ہمراہ رہ کر ہرگز صبر نہیں کرسکتے ○ موسیٰ نے جواب دیا اگر اب اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا یقیناً تم میری طرف سے معذرت کو پہنچ چکے ○

خضر علیہ السلام کی دوبارہ تاکید: حضرت خضر علیہ السلام نے اس دوسری مرتبہ اور اور زیادہ تاکید سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی منظور کی ہوئی شرط کے خلاف کرنے پر تنبیہ فرمائی۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بار اور ہی راہ اختیار کی اور فرمانے لگے اچھا اب کی دفعہ اور جانے دو اب اگر میں اعتراض کروں تو مجھے آپ اپنے ساتھ نہ رہنے دینا' یقیناً آپ بار بار مجھے متنبہ فرماتے رہے' اور اپنی طرف سے آپ نے کوئی کمی نہیں کی اب اگر میں قصور کروں تو سزا پاؤں۔

ابن جریر میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی یاد آ جاتا اور اس کے لئے آپ دعا کرتے تو پہلے اپنے لئے کرتے۔ ایک روز فرمانے لگے ہم پر اللہ کی رحمت ہو اور موسیٰ علیہ السلام پر کاش کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ اور بھی ٹھہرتے اور صبر کرتے تو اور بھی بہت سی تعجب خیز باتیں معلوم ہوتیں۔ لیکن انہوں نے تو یہ کہہ کر چھٹی لے لی کہ اب اگر پوچھوں تو ساتھ چھوٹا جائے۔ میں اب زیادہ تکلیف میں آپ کو ڈالنا نہیں چاہتا۔ (1)

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

پھر دونوں چلے ایک گاؤں والوں کے پاس آ کر ان سے کھانا طلب کرنے لگے انہوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا۔ دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرنا ہی چاہتی تھی اس نے اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر دیا' موسیٰ کہنے لگے اور تم چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے ○ وہ کہنے لگے' بس یہ جدائی ہے میرے اور تیرے درمیان۔ اب میں تجھے ان باتوں کی اصلیت بھی بتا دوں جن پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا ○

دیوار کی درستگی: دو دفعہ کے اس واقعہ کے بعد پھر دونوں صاحب مل کر چلے ایک بستی میں پہنچے مروی ہے وہ بستی

(1) [صحیح: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۲۳۲) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب من فضائل الخضر (۱۷۲) ابو داؤد: کتاب الحروف والقراءات (۳۹۸٤) ترمذی: کتاب الدعوت (۳۳۸۵)]

ایک تھی یہاں کے لوگ بڑے ہی بخیل تھے۔ [1] انتہا یہ کہ دو بھوکے مسافروں کے طلب کرنے پر انہوں نے روٹی کھلانے سے بھی صاف انکار کر دیا۔ وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک دیوار گرنا ہی چاہتی ہے، جگہ چھوڑ چکی ہے، جھک پڑی ہے۔ دیوار کی طرف ارادے کی اسناد بطور استعارہ کے ہے۔ اسے دیکھتے ہی یہ کمر کس کر لگ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے مضبوط کر دیا اور بالکل درست کر دیا۔

پہلے حدیث بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے لوٹا دیا۔ زخم ٹھیک ہو گیا اور دیوار درست بن گئی۔ اس وقت پھر کلیم اللہ علیہ السلام بول اٹھے کہ سبحان اللہ! ان لوگوں نے تو ہمیں کھانے تک کو نہ پوچھا بلکہ مانگنے پر بھاگ گئے۔ اب جو تم نے ان کی یہ مزدوری کر دی اس پر کچھ اجرت نہ لے لی جو بالکل ہمارا حق تھا؟ اس وقت وہ بندہ الٰہی بول اٹھا لو صاحب! اب مجھ میں اور آپ میں حسب معاہدہ خود جدائی ہو گئی۔ کیونکہ بچے کے قتل پر آپ نے سوال کیا تھا اس وقت جب میں نے آپ کو اس غلطی پر متنبہ کیا تھا آپ نے خود ہی کہا تھا کہ اب اگر کسی بات کو پوچھوں گا تو مجھے اپنے ساتھ سے الگ کر دینا اب سنو جن باتوں پر آپ نے تعجب سے سوال کیا اور برداشت نہ کر سکے ان کی اصلی حکمت آپ پر ظاہر کیے دیتا ہوں۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

کشتی تو چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کاج کرتے رہتے تھے میں نے اس میں کچھ توڑ پھوڑ کرنے کا ارادہ کر لیا کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو جبراً ضبط کر لیتا تھا○

خضر علیہ السلام حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں: بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کے انجام سے حضرت خضر علیہ السلام کو مطلع کر دیا تھا اور انہیں جو حکم ملا تھا وہ انہوں نے کیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس راز کا علم نہ تھا اس لئے بظاہر اسے خلاف سمجھ کر اس پر انکار کرتے تھے لہٰذا حضرت خضر علیہ السلام نے اب اصلی معاملہ سمجھا دیا۔ فرمایا کہ کشتی کو عیب دار کرنے میں تو یہ مصلحت تھی کہ اگر صحیح سالم ہوتی تو آگے چل کر ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر ایک اچھی کشتی کو ظلماً چھین لیتا تھا۔ جب اسے وہ ٹوٹی پھوٹی دیکھے گا تو چھوڑ دے گا اور یہ ٹھیک ٹھاک اور ثابت ہوتی تو ساری کشتی ہی ان مسکینوں کے ہاتھ سے چھن جاتی اور ان کی روزی کمانے کا یہی ایک ذریعہ تھا جو بالکل جاتا رہتا۔ مروی ہے کہ اس کشتی کے مالک چند یتیم بچے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں اس بادشاہ کا نام ھدد بن بدد تھا۔ بخاری شریف کے حوالے سے یہ روایت پہلے گزر چکی ہے تورات میں ہے کہ یہ عیص بن اسحاق کی نسل سے تھا توراۃ میں جن بادشاہوں کا صریح ذکر ہے ان میں ایک یہ بھی ہے۔ واللہ اعلم

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب من فضائل الخضر (۲۳۸۰) مسند احمد (۵/۱۱۹)]

اوراس نوجوان کے باپ ایماندار تھے ہمیں خوف ہوا کہ کہیں یہ انہیں اپنی سرکشی اور کفر سے عاجز و پریشان نہ کر دے ○ اس لئے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا پروردگار اس کے بدلے اس سے بہتر' پاکیزگی والا' اور اس سے زیادہ محبت و پیار والا بچہ عنایت فرمائے گا۔ ○

بچے کے قتل کا سبب: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس نوجوان کا نام جیسور تھا۔ حدیث میں ہے کہ اس کی جبلت میں ہی کفر تھا۔ [1] حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بہت ممکن تھا کہ اس بچے کی محبت اس کے ماں باپ کو بھی کفر کی طرف مائل کر دے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی پیدائش سے اس کے ماں باپ بہت خوش ہوئے تھے اور اس کی ہلاکت سے وہ بہت غمگین ہوئے حالانکہ اس کی زندگی ان کیلئے ہلاکت تھی۔ پس انسان کو چاہئے کہ اللہ کی قضا پر راضی رہے۔ رب انجام کو جانتا ہے اور ہم اس سے غافل ہیں۔ مومن جو کام اپنے لئے پسند کرتا ہے' اس کی اپنی پسند سے وہ اچھا ہے جو اللہ اس کے لئے پسند فرماتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کیلئے جو اللہ کے فیصلے ہوتے ہیں وہ سراسر بہتری اور عمدگی والے ہی ہوتے ہیں۔ [2]

قرآن کریم میں ہے ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ [3] یعنی بہت ممکن ہے کہ ایک کام تم اپنے لئے برا اور ضرر والا سمجھتے ہو اور وہی دراصل تمہارے لئے بھلا اور مفید ہو۔ حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے چاہا کہ اللہ انہیں ایسا بچہ دے جو بہت پرہیزگار ہو اور جس پر ماں باپ کو زیادہ پیار ہو۔ یا یہ کہ جو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک ہو۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس لڑکے کے بدلے اللہ نے ان کے ہاں ایک لڑکی دی۔ مروی ہے کہ اس بچے کے قتل کے وقت اس کی والدہ کے حمل سے ایک مسلمان لڑکا تھا اور وہ حاملہ تھیں۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝۸۲ ع ۱۰

دیوار کا قصہ یوں ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے دفن ہے۔ ان کے باپ بڑے نیک شخص تھے' تو تیرے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آ کر اپنا یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں' میں نے اپنی رائے اور اختیار سے کوئی کام نہیں کیا' یہ تھی حقیقت ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا ○

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة (٢٦٦١) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الکہف (٣١٥٠) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (٤٧٠٥)]

[2] [صحیح : مسند احمد (١١٧/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٢١٦٠) صحیح الجامع الصغیر (٣٩٨٥) تخریج الطحاویة (ص : ١٦٣) السلسلة الصحیحة (١٤٨)]

[3] [سورة البقرہ: آیت ٢١٦]

دیوار کا معاملہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ بڑے شہر پر بھی قریہ کا اطلاق ہوسکتا ہے کیونکہ پہلے ﴿حَتّٰی اِذَآ اَتَیَآ اَهْلَ قَرْیَةٍ﴾ فرمایا تھا اور یہاں ﴿فِی الْمَدِیْنَةِ﴾ فرمایا۔ اسی طرح مکہ کو بھی قریہ کہا گیا ہے ﴿وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْٓ اَخْرَجَتْكَ﴾ [1] اور آیت میں مکہ اور طائف دونوں شہروں کو قریہ فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ﴾ [2] آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ اس دیوار کو درست کر دینے میں مصلحت الٰہی یہ تھی کہ یہ اس شہر کے دو یتیموں کی تھی اس کے نیچے ان کا مال دفن تھا۔ ٹھیک تفسیر تو یہی ہے گو یہ بھی مروی ہے کہ وہ علمی خزانہ تھا بلکہ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ جس خزانے کا ذکر کتاب اللہ میں ہے یہ خالص سونے کی تختیاں تھیں جن پر لکھا ہوا تھا کہ تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر کا قائل ہوتے ہوئے اپنی جان کو محنت و مشقت میں ڈال رہا ہے اور رنج و غم برداشت کر رہا ہے۔ تعجب ہے کہ جو جہنم کے عذابوں کا ماننے والا ہے پھر بھی ہنسی کھیل میں مشغول ہے۔ تعجب ہے کہ موت کا یقین رکھتے ہوئے غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾۔ یہ عبارت ان تختیوں پر لکھی ہوئی تھی [3] لیکن اس میں ایک راوی بشر بن منذر ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ مصیصہ کے قاضی تھے ان کی حدیث میں وہم ہے۔ سلف سے بھی اس بارے میں بعض آثار مروی ہیں۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سونے کی تختی تھی جس میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کے بعد قریب مندرجہ بالا نصیحتیں اور آخر میں کلمہ طیبہ تھا۔ عمر مولیٰ غفرہ سے بھی تقریباً یہی مروی ہے۔ امام جعفر بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں ڈھائی سطریں تھیں پوری تین نہ تھیں' الخ۔ مذکور ہے کہ یہ دونوں یتیم بوجہ اپنے ساتویں دادا کی نیکیوں کے محفوظ رکھے گئے تھے۔ جن بزرگوں نے یہ تفسیر کی ہے وہ بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں بھی ہے کہ یہ علمی باتیں سونے کی تختی پر لکھی ہوئی تھیں اور ظاہر ہے کہ سونے کی تختی خود مال ہے اور بہت بڑی رقم کی چیز ہے۔ واللہ اعلم

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی نیکیوں کی وجہ سے اس کے بال بچے بھی دنیا اور آخرت میں اللہ کی مہربانی حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے قرآن حدیث میں صراحتاً مذکور ہے دیکھئے آیت میں ان کی کوئی صلاحیت بیان نہیں ہوئی ہاں ان کے والد کی نیک بختی اور نیک عملی بیان ہوئی ہے۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ یہ باپ جس کی نیکی وجہ سے ان کی حفاظت ہوئی یہ ان بچوں کا ساتواں دادا تھا۔ واللہ اعلم

آیت میں ہے تیرے رب نے چاہا' یہ اسناد اللہ کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ جوانی پر پہنچانے پر بجز اس کے اور کوئی قادر نہیں۔ دیکھئے بچے کے بارے میں اور کشتی کے بارے میں ارادے کی نسبت اپنی طرف کی گئی ہے

---

[1] [سورة محمد: آیت ۱۳] [2] [سورة الزخرف: آیت ۳۱]

[3] [**ضعیف** : مسند بزار (۲۲۲۹)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں بشر بن منذر اور حارث بن عبداللہ دو راوی مجہول ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۱۱۵۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔]

﴿فَارَدْنَا﴾ اور ﴿فَارَدْتُّ﴾ کے لفظ ہیں۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتے ہیں کہ دراصل یہ تینوں باتیں جنہیں تم نے خطرناک سمجھیں سراسر رحمت تھیں۔ کشتی والوں کو گو قدرے نقصان ہوا لیکن اس سے پوری کشتی بچ گئی۔ بچے کے مرنے کی وجہ سے ماں باپ کو رنج ہوا اور عذاب الٰہی سے بچ گئے اور ہر نیک بدلہ ہاتھوں ہاتھ مل گیا۔ اور یہاں اس نیک شخص کی اولاد کا بھلا ہوا۔ یہ کام میں نے اپنی خوشی سے نہیں کئے بلکہ احکام الٰہی بجالایا۔ اس سے بعض لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر استدلال کیا ہے اور پوری بحث پہلے گزر چکی ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں یہ رسول تھے۔ ایک قول ہے کہ یہ فرشتے تھے لیکن اکثر بزرگوں کا فرمان ہے کہ یہ ایک ولی اللہ تھے۔

امام ابن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے کہ ان کا نام بلیا بن ملکان بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام تھا ان کی کنیت ابوالعباس ہے۔ لقب خضر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ یہ شہزادے تھے۔ یہ اور ابن صلاح تو قائل ہیں کہ وہ اب تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ گو بعض احادیث میں بھی یہ ذکر آیا ہے لیکن ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں سب سے زیادہ مشہور حدیث اس بارے میں وہ ہے جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کے لئے آپ تشریف لائے تھے[1] لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اکثر محدثین وغیرہ اس کے برخلاف ہیں اور وہ حیات خضر کے قائل نہیں۔ ان کی ایک دلیل آیت قرآنی ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾[2] ہے یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔ اور دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ بدر میں فرمانا ہے کہ الٰہی! اگر میری یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں تیری عبادت پھر نہ کی جائے گی۔[3]

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر حضرت خضر رحمہ اللہ زندہ ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرتے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں ملتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جن وانس کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام زندہ (زمین پر) ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے چارہ نہ تھا۔[4] آپ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے فرماتے ہیں کہ آج جو زمین پر ہیں ان میں

---

[1] [ضعیف و باطل : تفسیر قرطبی (٤١٨٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ الانبیاء: آیت ٣٤]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب الامداد بالملائكة فی غزوة بدر (١٧٦٣) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (٣٠٨١) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی فداء الاسیر بالمال (٢٦٩٠) مسند احمد (١/ ٣٠)]

[4] [منکر : شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روایت میں عیسیٰ کا ذکر منکر ہے۔ [حاشية العقيدة الطحاوية، ارواء الغليل (١٥٨٩) تخريج الظلال (ص : ١٢٩)]

سے ایک بھی آج سے لے کر سو سال تک باقی نہیں رہے گا۔ [1] ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت خضر کو خضر اس لئے کہا گیا کہ وہ سفید سوکھی گھاس پر بیٹھ گئے تھے یہاں تک کہ اس کے نیچے سے سبزہ اگ آیا [2] اور ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ خشک زمین پر بیٹھ گئے تھے اور پھر وہ لہلہانے لگی۔

الغرض حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب یہ گتھی سلجھادی اور ان کاموں کی اصل حکمت بیان کردی تو فرمایا کہ یہ تھے وہ راز جن کے آشکارا کرنے کے لئے آپ جلدی مچارہے تھے۔ چونکہ پہلے شوق و مشقت زیادہ تھی اس لئے لفظ ﴿لَمْ تَسْتَطِعْ﴾ کہا اور اب بیان کردینے کے بعد وہ بات نہ رہی اس لئے لفظ ﴿لَمْ تَسْطِعْ﴾ کہا۔ یہی صفت آیت ﴿فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا﴾ [3] میں ہے یعنی یاجوج ماجوج نہ اس دیوار پر چڑھ سکے اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکے۔ پس چڑھنے میں تکلیف بہ نسبت سوراخ کرنے کے کم ہے اس لئے ثقیل کا مقابلہ ثقیل سے اور خفیف کا مقابلہ خفیف سے کیا اور لفظی اور معنوی مناسبت قائم کردی۔ واللہ اعلم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کا ذکر ابتداء قصہ میں تو تھا لیکن پھر نہیں اس لئے کہ مقصود صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنا تھا۔

احادیث میں ہے کہ آپ کے یہ ساتھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے والی بنائے گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے آب حیات پی لیا تھا اس لئے انہیں ایک کشتی میں بٹھا کر بیچ سمندر کے چھوڑ دیا وہ کشتی یونہی ہمیشہ تک موجوں کے تلاطم میں رہے گی۔ یہ بالکل ضعیف ہے کیونکہ اس واقعہ کے راویوں میں ایک تو حسن ہے جو متروک ہے دوسرا اس کا باپ ہے جو غیر معروف ہے۔ یہ واقعہ سنداً ٹھیک نہیں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝

تجھ سے ذوالقرنین کا واقعہ یہ لوگ دریافت کر رہے ہیں تو کہہ دے کہ میں ان کا تھوڑا سا حال تمہیں پڑھ سناتا ہوں ○ ہم نے اسے اس زمین میں قوت عطا فرمائی تھی اور اسے ہر چیز کے سامان بھی عنایت کر دیئے تھے ○

بادشاہ ذوالقرنین کا ذکر: پہلے گزر چکا ہے کہ کفار مکہ نے اہل کتاب سے کہلوایا تھا کہ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ جو

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب السمر فی العلم (۱۱۶) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب بیان معنی قوله علی رأس مائة سنة (۲۵۳۷) ترمذی : کتاب الفتن : باب لا تاتی مائة سنة وعلی الارض نفس (۲۲۵۱) ابو داؤد : کتاب الملاحم : باب قیام الساعة (۴۳۴۸) مسند احمد (۲/۸۸)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب حدیث الخضر مع موسی (۳۴۰۲) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الکهف (۳۱۵۱) مسند احمد (۲/۳۱۲)]

[3] [سورة الکهف : آیت ۹۷]

ہم محمد ﷺ سے دریافت کریں اور ان کے جواب آپ سے نہ بن پڑیں۔ تو انہوں نے سکھایا تھا کہ ایک تو ان سے اس شخص کا واقعہ پوچھو جس نے روئے زمین کی سیاحت کی تھی۔ دوسرا سوال ان سے ان نوجوانوں کی نسبت کرو جو بالکل لاپتہ ہو گئے ہیں اور تیسرا سوال ان سے روح کی بابت کرو۔ ان کے ان سوالوں کے جواب میں یہ سورت کہف نازل ہوئی۔ [1] یہ بھی روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور ﷺ سے ذوالقرنین کا قصہ دریافت کرنے کو آئی تھی۔ تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ تم اس لئے آئے ہو۔ پھر آپ نے وہ واقعہ بیان فرمایا۔ اس میں ہے کہ وہ ایک رومی نوجوان تھا اسی نے اسکندریہ بنایا۔ اسے ایک فرشتہ آسمان تک چڑھا لے گیا تھا اور دیوار تک لے گیا تھا اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے منہ کتوں جیسے تھے وغیرہ۔ [2] لیکن اس میں بہت طول ہے اور بے کار ہے اور ضعف ہے اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔ دراصل یہ بنی اسرائیل کی روایات ہیں۔

تعجب ہے کہ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ جیسے علامہ زماں نے اسے اپنی کتاب دلائل نبوت میں مکمل وارد کیا ہے۔ فی الواقع یہ ان جیسے بزرگ سے تو تعجب خیز چیز ہی ہے۔ اس میں جو ہے کہ یہ رومی تھا یہ بھی ٹھیک نہیں۔ اسکندر یہ ثانی البتہ رومی تھا وہ فیلبس مقدونی کا لڑکا ہے جس سے روم کی تاریخ شروع ہوتی ہے اور اسکندر اول تو بقول ازرقی وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا اس نے آپ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی بناء کے بعد طواف بیت اللہ کیا ہے۔ آپ پر ایمان لایا تھا' آپ کا تابعدار بنا تھا۔ انہی کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اور سکندر ثانی کا وزیر ارسطاطالیس مشہور فلسفی تھا۔ واللہ اعلم۔ اسی نے مملکت روم کی تاریخ لکھی یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پہلے تھا اور سکندر اول جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے میں تھا جیسے کہ ازرقی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ بنایا تو اس نے آپ کے ساتھ طواف کیا تھا اور اللہ کے نام بہت سی قربانیاں کی تھیں۔ ہم نے اللہ کے فضل سے ان کے بہت سے واقعات اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں ذکر کر دیئے ہیں۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ بادشاہ تھے چونکہ ان کے سر کے دونوں طرف تانبا رہتا تھا اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا گیا یہ وجہ بھی بتلائی گئی ہے کہ یہ روم اور فارس کا دونوں کا بادشاہ تھا۔ بعض کا قول ہے کہ فی الواقع اس کے سر کے دونوں طرف کچھ سینگ سے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے نیک بندے تھے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا یہ لوگ مخالف ہو گئے اور ان کے سر کے ایک جانب اس قدر مارا کہ یہ شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا قوم نے پھر سر کے دوسری طرف اسی قدر مارا جس سے یہ پھر مر گئے اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ مشرق سے مغرب تک سیاحت کر آئے تھے اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا گیا

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۸۶۱) سیرۃ ابن ہشام (۳۱۱/۱)]

[2] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۲۷۵)] اس کی سند میں ابن لہیعہ اور عبدالرحمٰن بن زیاد دو راوی ضعیف ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ہے۔ ہم نے اسے بڑی سلطنت دے رکھی تھی۔ ساتھ ہی قوت لشکر آلات حرب سب کچھ ہی دے رکھا تھا۔ مشرق سے مغرب تک اس کی سلطنت تھی عرب عجم سب اس کے ماتحت تھے ہر چیز کا اسے علم دے رکھا تھا۔ زمین کے ادنیٰ اعلیٰ نشانات بتلا دیئے تھے۔ تمام زبانیں جانتے تھے۔ جس قوم سے لڑائی ہوتی اس کی زبان بول لیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت کعب احبار ؒ سے حضرت امیر معاویہ ؓ نے فرمایا تھا کیا تم کہتے ہو کہ ذوالقرنین نے اپنے گھوڑے ثریا سے باندھے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو سنئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے اسے ہر چیز کا سامان دیا تھا۔ حقیقت میں اس بات میں حق حضرت معاویہ ؓ کے ساتھ ہے اس لئے بھی کہ حضرت کعب ؒ کو جو کچھ لکھا ملتا تھا روایت کر دیا کرتے تھے گو وہ جھوٹ ہی ہو۔ اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ کعب کا کذب تو بار بار سامنے آ چکا ہے یعنی خود تو جھوٹ نہیں گھڑتے تھے لیکن جو روایت ملتی گو بے سند ہو بیان کرنے سے نہ چوکتے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی روایات جھوٹ، خرافات، تحریف، تبدیلی سے محفوظ نہ تھیں۔ بات یہ ہے کہ ہمیں ان اسرائیلی روایت کی طرف التفات کرنے کی بھی کیا ضرورت؟ جب کہ ہمارے ہاتھوں میں اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر ﷺ کی سچی اور صحیح احادیث موجود ہیں۔

افسوس! انہی بنی اسرائیلی روایات نے بہت سی برائی مسلمانوں میں ڈال دی اور بڑا افساد پھیل گیا۔ حضرت کعب ؒ نے اس بنی اسرائیل کی روایت کے ثبوت میں قرآن کی اس آیت کا آخری حصہ پیش کیا ہے یہ بھی کچھ ٹھیک نہیں کیونکہ یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اور ثریا پر پہنچنے کی طاقت نہیں دی۔ دیکھئے بلقیس کے حق میں بھی قرآن نے یہی الفاظ کہے ہیں ﴿وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (1) وہ ہر چیز دی گئی تھی اس سے بھی مراد صرف اسی قدر ہے کہ بادشاہوں کے ہاں عموماً جو ہوتا ہے وہ سب اس کے پاس بھی تھا اسی طرح حضرت ذوالقرنین کو اللہ نے تمام راستے اور ذرائع مہیا کر دیئے تھے کہ وہ اپنی فتوحات کو وسعت دیتے جائیں اور زمین سرکشوں اور کافروں سے خالی کراتے جائیں اور اس کی توحید کے ساتھ موحدین کی بادشاہت دنیا پر پھیلائیں اور اللہ والوں کی حکومت جمائیں ان کاموں میں جن اسباب کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب رب عزوجل نے حضرت ذوالقرنین کو دے رکھے تھے۔ واللہ اعلم۔ حضرت علی ؓ سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ مشرق و مغرب تک کیسے پہنچ گئے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا تھا اور تمام اسباب انہیں مہیا کر دیئے تھے اور پوری قوت و طاقت دے دی تھی۔

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ۬ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ﴿۸۸﴾

---

(1) [سورۃ النمل: آیت ۲۳]

وہ ایک راہ کے درپے ہو گیا ○ یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا۔ اسے ایک دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا ہوا پایا اور اس چشمے کے پاس ایک قوم کو بھی پایا ہم نے فرما دیا کہ اے ذوالقرنین یا تو تو انہیں تکلیف پہنچائے یا ان کے بارے میں تو کوئی بہترین روش اختیار کرے ○ جواب دیا کہ جو ظلم کرے گا' اسے تو ہم بھی سزا دیں گے۔ پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اسے پھر سے سخت تر عذاب کرے گا ○ ہاں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرے' اس کے لئے تو بدلے میں بھلائی ہی ہے' اور ہم اسے اپنے کام میں بھی آسانی ہی کہیں گے ○

ذوالقرنین کا مغرب کی جانب کوچ: ذوالقرنین ایک راہ لگ گئے زمین کی ایک سمت یعنی مغربی جانب کوچ کر دیا۔ جو نشانات زمین پر تھے ان کے سہارے چل کھڑے ہوئے۔ جہاں تک مغربی رخ چل سکتے تھے چلتے رہے یہاں تک کہ اب سورج غروب ہونے کی جگہ پہنچ گئے یہ یاد رہے کہ اس سے مراد آسمان کا وہ حصہ نہیں جہاں سورج غروب ہوتا ہے کیونکہ وہاں تک تو کسی کا جانا ناممکن ہے۔ ہاں اس رخ جہاں تک زمین پر جانا ممکن ہے حضرت ذوالقرنین پہنچ گئے۔ اور یہ جو بعض قصے مشہور ہیں کہ سورج غروب ہونے کی جگہ سے بھی تجاوز کر گئے سورج مدتوں ان کی پس پشت غروب ہوتا رہا یہ بے بنیاد باتیں ہیں اور عموماً اہل کتاب کی خرافات ہیں اور ان میں سے بھی بددینوں کی گھڑنت ہیں اور محض دروغ بے مروغ ہیں۔

الغرض جب انتہائے مغرب کی سمت پہنچ گئے تو یہ معلوم ہوا کہ گویا بحر محیط میں سورج غروب ہو رہا ہے۔ جو بھی کسی سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھے گا تو بظاہر یہی منظر اس کے سامنے ہوگا کہ گویا سورج پانی میں ڈوب رہا ہے۔ حالانکہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور اس سے الگ کبھی نہیں ہوتا ﴿حَمِئَةٍ﴾ یا تو مشتق ہے ﴿جَمَاةٌ﴾ سے یعنی چکنی مٹی۔ آیت قرآنی ﴿اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ [1] میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ یہی مطلب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سن کر حضرت نافع نے سنا کہ حضرت کعب رحمہ اللہ فرماتے تھے تم ہم سے زیادہ قرآن کے عالم ہو لیکن میں تو کتاب میں دیکھتا ہوں کہ وہ سیاہ رنگ مٹی میں غائب ہو جاتا تھا۔ اس قراءت میں ﴿فِیْ عَیْنٍ حَامِیَةٍ﴾ ہے یعنی گرم چشمے میں غروب ہونا پایا۔ یہ دونوں قراءتیں مشہور ہیں اور دونوں درست ہیں خواہ کوئی سی قراءت پڑھے اور ان کے معنی میں بھی کوئی تفاوت نہیں کیونکہ سورج کی نزدیکی کی وجہ سے پانی گرم ہو اور وہاں کے مٹی کے سیاہ رنگ کی وجہ سے اس کا پانی کیچڑ جیسا ہی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر فرمایا اللہ کی بھڑکی آگ میں اگر اللہ کے حکم سے اس کی سوزش کم نہ ہو جاتی تو یہ تو زمین کی تمام چیزوں کو جھلس ڈالتا۔ [2] اس کی صحت میں نظر ہے بلکہ مرفوع ہونے میں بھی۔ بہت ممکن ہے کہ یہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا اپنا کلام ہو اور ان دو

---

[1] [سورۃ الحجر: آیت ۲۸]

[2] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۳۰۷) مسند احمد (۲۰۷/۲) مجمع الزوائد (۱۳۳۶۱)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے۔]

تھلیوں کی کتابوں سے لیا گیا ہو جو انہیں یرموک سے ملے تھے۔ واللہ اعلم

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے سورۂ کہف کی یہی آیت تلاوت فرمائی تو آپ نے ﴿ عَيْنٍ حَامِيَةٍ ﴾ پڑھا اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم تو ﴿ حَمِئَةٍ ﴾ پڑھتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے پوچھا آپ کس طرح پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا جس طرح آپ نے پڑھا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میرے گھر میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم نے حضرت کعب رحمہ اللہ کے پاس آدمی بھیجا کہ بتلاؤ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ تورات میں اس کے متعلق کچھ ہے؟ حضرت کعب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اسے عربیت والوں سے پوچھنا چاہئے' وہی اس کے پورے عالم ہیں۔ ہاں تورات میں تو میں یہ پاتا ہوں کہ وہ پانی اور مٹی میں یعنی کیچڑ میں چھپ جاتا ہے اور مغرب کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ سب قصہ سن کر ابن حاضر نے کہا اگر میں اس وقت ہوتا تو آپ کی تائید میں تبع کے وہ دو شعر پڑھ دیتا جس میں اس نے ذوالقرنین کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مشرق و مغرب تک پہنچا کیونکہ اللہ حکیم نے اسے ہر قسم کے سامان مہیا فرمائے تھے اس نے دیکھا کہ سورج سیاہ مٹی جیسے کیچڑ میں غروب ہوتا نظر آتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا اس شعر میں تین لفظ ہیں خلب' ثاط اور حرمد۔ ان کے کیا معنی ہیں؟ مٹی کیچڑ اور سیاہ۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے یا کسی اور شخص سے فرمایا یہ جو کہتے ہیں لکھ لو۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ کہف کی تلاوت حضرت کعب رحمہ اللہ نے سنی اور جب آپ نے ﴿ حَمِئَةٍ ﴾ پڑھا تو کہا کہ واللہ! جس طرح تورات میں ہے اسی طرح پڑھتے ہوئے میں نے آپ ہی کو سنا تورات میں بھی یہی ہے کہ وہ سیاہ رنگ کیچڑ میں ڈوبتا ہے وہیں ایک شہر تھا جو بہت بڑا تھا اس کے بارہ ہزار دروازے تھے اگر وہاں شور و غل نہ ہوتو کیا عجب کہ ان لوگوں کو سورج غروب ہونے کی آواز تک آئے وہاں ایک بہت بڑی امت کو آپ نے بستا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی والوں پر بھی انہیں غلبہ دیا اب ان کے اختیار میں تھا کہ یہ ان پر جبر و ظلم کریں یا ان میں عدل و انصاف کریں۔ اس پر ذوالقرنین نے عدل و ایمان کا ثبوت دیا اور عرض کیا کہ جو اپنے کفر و شرک پر اڑا رہے گا اسے تو ہم سزا دیں گے قتل و غارت سے یا یہ کہ تانبے کے برتن کو گرم آگ کر کے اس میں ڈال دیں گے کہ وہیں اس کا مرنڈا ہو جائے یا یہ کہ سپاہیوں کے ہاتھوں انہیں بدترین سزائیں کرائیں گے۔ واللہ اعلم۔ اور پھر جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے سخت اور دردناک عذاب کرے گا۔ اس سے قیامت کے دن کا بھی ثبوت ہوتا ہے۔ اور جو ایمان لائے ہماری توحید کی دعوت قبول کر لے اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے دست برداری کر لے اسے اللہ اپنے ہاں بہترین بدلہ دے گا اور خود ہم بھی اس کی عزت افزائی کریں گے اور بھلی بات کہیں گے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾

پھر وہ اور راہ کے پیچھے لگا ○ یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچا' اسے ایک ایسی قوم پر نکلتا پایا کہ ان کے لئے ہم نے

مشرقی جانب وحشی لوگوں کی بستی: ذوالقرنین مغرب سے واپس مشرق کی طرف چلے۔ راستے میں جو قومیں ملتیں اللہ کی عبادت اور اس کی توحید کی انہیں دعوت دیتے۔ اگر وہ قبول کر لیتے تو بہت اچھا ورنہ ان سے لڑائی ہوتی اور اللہ کے فضل سے وہ ہارتے آپ انہیں ماتحت کر کے وہاں کے مال مویشی اور خادم وغیرہ لے کر آگے کو چلتے۔ بنی اسرائیلی خبروں میں ہے یہ ایک ہزار چھ سو سال تک زندہ رہے۔ اور برابر زمین پر دین الٰہی کی تبلیغ میں رہے ساتھ ہی بادشاہت بھی پھیلتی رہی۔ جب آپ سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچے وہاں دیکھا کہ ایک بستی آباد ہے لیکن وہاں کے لوگ بالکل نیم وحشی جیسے ہیں۔ نہ وہ مکانات بناتے ہیں نہ وہاں کوئی درخت ہے سورج کی دھوپ سے پناہ دینے والی کوئی چیز وہاں انہیں نظر نہ آئی۔ ان کے رنگ سرخ تھے ان کے قد پست تھے عام خوراک ان کی مچھلی تھی۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورج نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جایا کرتے تھے اور غروب ہونے کے بعد جانوروں کی طرح ادھر ادھر ہو جایا کرتے تھے۔ [1] قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہاں تو کچھ اگتا نہ تھا سورج کے نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جاتے اور زوال کے بعد دور دراز اپنی کھیتیوں وغیرہ میں مشغول ہو جاتے۔ سلمہ بن کہیل کا قول ہے کہ ان کے کان بڑے بڑے تھے ایک اوڑھ لیتے، ایک بچھا لیتے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ وحشی حبشی تھے۔

ابن جریر فرماتے ہیں کہ وہاں کبھی کوئی مکان یا دیوار یا احاطہ نہیں بنا سورج کے نکلنے کے وقت یہ لوگ پانی میں گھس جاتے وہاں کوئی پہاڑ بھی نہیں۔ پہلے کسی وقت ان کے پاس ایک لشکر پہنچا تو انہوں نے ان سے کہا کہ دیکھو سورج نکلنے کے وقت باہر نہ ٹھہرنا انہوں نے کہا نہیں ہم تو رات ہی رات یہاں سے چلے جائیں گے لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ ہڈیوں کے چمکیلے ڈھیر کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا یہاں پہلے ایک لشکر آیا تھا سورج نکلنے کے وقت وہ یہیں ٹھہرا رہا سب مر گئے یہ ان کی ہڈیاں ہیں یہ سنتے ہی وہ وہاں سے واپس ہو گئے۔ پھر فرماتا ہے کہ ذوالقرنین کی، اس کے ساتھیوں کی کوئی حرکت کوئی گفتار اور رفتار ہم پر پوشیدہ نہ تھی۔ گو اس کا لاؤ لشکر بہت تھا زمین کے ہر حصے میں پھیلا ہوا تھا لیکن ہمارا علم زمین و آسمان پر حاوی ہے۔ ہم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ [2]

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓي اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾

---

[1] [ابو الشیخ فی العظمة (٩٧٨ - ٩٧٩)]

[2] [سورة آل عمران: آیت ٥]

وہ پھر ایک سفر کے سامان میں لگا ○ یہاں تک کہ جب دو دیواروں کے درمیان پہنچا' ان دونوں کے ادھر اس نے ایسی قوم پائی جو بات سمجھنے کے قریب بھی نہ تھی ○ انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج اس ملک میں بڑے بھاری فسادی ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ سرمایہ اکٹھا کردیں؟ اس شرط پر کہ آپ ہم میں اور ان میں کوئی دیوار بنا دیں ○ اس نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے پروردگار نے جو کر رکھا ہے وہی بہتر ہے۔ تم صرف اپنی قوت طاقت سے میری مدد کرو۔ میں تم میں اور ان میں مضبوط حجاب بنا دیتا ہوں ○ مجھے لوہے کی چادریں لا دو یہاں تک کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے درمیان یہ دیوار برابر کر دی تو حکم دیا کہ آگ تیز جلاؤ تاوقتیکہ لوہے کی ان چادروں کو بالکل آگ کر دیا تو فرمایا میرے پاس لاؤ۔ اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دوں ○

یاجوج ماجوج کی قوم: اپنے شرقی سفر کو ختم کر کے پھر ذوالقرنین وہیں مشرق کی جانب ایک راہ چلے دیکھا کہ دو پہاڑ ہیں جو ملے ہوئے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک گھاٹی ہے جہاں سے یاجوج ماجوج نکل کر ترکوں پر تباہی ڈالا کرتے ہیں انہیں قتل کرتے ہیں کھیت باغات تباہ کرتے اور سخت فساد برپا کرتے رہتے ہیں۔ یاجوج ماجوج بھی انسان ہیں جیسے کہ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ عزوجل حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اے آدم! آپ لبیک وسعدیک کے ساتھ جواب دیں گے' حکم ہوگا آگ کا حصہ الگ کر۔ پوچھیں گے کتنا حصہ؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے دوزخ میں اور ایک جنت میں۔ یہی وہ وقت ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا تم میں دو امتیں ہیں کہ وہ جن میں ہوں انہیں کثرت کو پہنچا دیتی ہیں یعنی یاجوج ماجوج۔ [1]

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں ایک عجیب بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے خاص پانی کے چند قطرے جو مٹی میں گرے تھے انہی سے یاجوج ماجوج پیدا کئے گئے گویا وہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کی نسل نہیں بلکہ صرف نسل آدم علیہ السلام سے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ قول بالکل غریب ہے نہ اس پر عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور ایسی باتیں جو اہل کتاب سے پہنچتی ہیں وہ ماننے کے قابل نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کے ہاں کے ایسے قصے ملاوٹی اور بناوٹی ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین لڑکے تھے سام حام اور یافث۔ سام کی نسل سے کل عرب ہیں اور حام کی نسل سے کل حبشی ہیں اور یافث کی نسل سے کل ترک ہیں۔ [2] بعض علماء کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں کے اس جد اعلیٰ یافث کی ہی اولاد ہیں' انہیں ترک اس لئے کہا گیا ہے کہ انہیں بوجہ ان کے فساد اور شرارت کے افسانوں کی اور آبادی کے پس پشت پہاڑوں کی آڑ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب ان زلزلة الساعة شیء عظیم (۶۵۳۰) و کتاب احادیث الانبیاء : باب قصة یا جوج وما جوج (۳۳۴۸) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب قوله یقول الله لآدم اخرج بعث النار (۲۲۲) مسند احمد (۳/۳۲)]

[2] [**ضعیف**: مستدرك حاكم (۲/۵۴۶) مسند احمد (۵/۱۱) طبرانی کبیر (۱۸/۱۴۵) ترمذی (۳۲۳۰) ابن عدی فی الكامل (۳/۹۱۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع (۳۲۱۴)]

امام ابن جریر ﷫ نے ذوالقرنین کے سفر کے متعلق اور اس دیوار کے بنانے کے متعلق اور یاجوج ماجوج کے جسموں ان کی شکلوں اوران کے کانوں وغیرہ کے متعلق وہب بن منبہ سے ایک بہت لمبا چوڑا واقعہ اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے جو علاوہ عجیب وغریب ہونے کے صحت سے دور ہے۔ابن ابی حاتم میں بھی ایسے بہت سے واقعات درج ہیں لیکن سب غریب اور غیر صحیح ہیں۔ان پہاڑوں کے درمیان میں ذوالقرنین نے انسانوں کی ایک آبادی پائی جو بوجہ دنیا کے اور لوگوں سے دوری کے اوران کی اپنی مخصوص زبان کے اوروں کی بات بھی تقریباً نہیں سمجھ سکتے تھے۔ان لوگوں نے ذوالقرنین کی قوت وطاقت' عقل وہنر کو دیکھ کر درخواست کی کہ اگر آپ رضا مند ہوں تو ہم آپ کے لئے بہت سا مال جمع کر دیں اور آپ ان پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کسی مضبوط دیوار سے بند کر دیں تاکہ ہم ان فسادیوں کی روز مرہ کی ان تکالیف سے بچ جائیں۔اس کے جواب میں حضرت ذوالقرنین نے فرمایا مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں اللہ کا دیا سب کچھ میرے پاس موجود ہے اور وہ تمہارے مال سے بہت بہتر ہے۔یہی جواب حضرت سلیمان ﵇ کی طرف سے ملکہ سبا کے قاصدوں کو دیا گیا تھا۔ذوالقرنین نے اپنے اس جواب کے بعد فرمایا کہ ہاں تم اپنی قوت وطاقت اور کام کاج سے میرا ساتھ دو تو میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دیتا ہوں۔زُبر جمع ہے زبرۃ کی۔ذوالقرنین فرماتے ہیں کہ لوہے کے ٹکڑے اینٹوں کی طرح کے میرے پاس لاؤ۔جب یہ ٹکڑے جمع ہو گئے تو آپ نے دیوار بنانی شروع کرادی اور وہ لمبائی چوڑائی میں اتنی ہو گئی کہ تمام جگہ گھر گئی اور پہاڑ کی چوٹی کے برابر پہنچ گئی۔اس کے طول وعرض اور موٹائی کی ناپ میں بہت سے مختلف اقوال ہیں۔

جب یہ دیوار بالکل بن گئی تو حکم دیا کہ اب اس کے چار طرف آگ بھڑکاؤ وہ لوہے کی دیوار بالکل انگارے جیسی سرخ ہو گئی تو حکم دیا کہ اب پگھلا ہوا تانبا لاؤ اور ہر طرف سے اس کے اوپر بہادو چنانچہ یہ بھی کیا گیا پس ٹھنڈی ہو کر یہ دیوار بہت ہی مضبوط اور پختہ ہو گئی اور دیکھنے میں ایسی معلوم ہونے لگی جیسے کوئی دھاری دار چادر ہو۔ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابی ﷜ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے وہ دیوار دیکھی ہے آپ نے فرمایا وہ کیسی ہے؟ اس نے کہا دھاری دار چادر جیسی جس میں سرخ وسیاہ دھاریاں ہیں تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے [1] لیکن یہ روایت مرسل ہے۔

خلیفہ واثق نے اپنے زمانے میں اپنے امیروں کو ایک وافر لشکر اور بہت سا سامان دے کر روانہ کیا تھا کہ وہ اس دیوار کی خبر لائیں یہ لشکر دو سال سے زیادہ سفر میں رہا اور ملک در ملک پھرتا ہوا آخر اس دیوار تک پہنچا کہ لوہے اور تانبے کی دیوار ہے اس میں ایک بہت بڑا نہایت پختہ عظیم الشان دروازہ بھی اسی کا ہے جس پر منوں کے وزنی قفل لگے ہوئے ہیں اور جو مال مسالہ دیوار کا بچا ہوا ہے وہ وہیں پر ایک برج میں رکھا ہوا ہے جہاں پہرہ چوکی مقرر ہے۔دیوار بے حد بلند ہے کتنی ہی کوشش کی جائے لیکن اس پر چڑھنا ناممکن ہے اس سے ملا ہوا پہاڑیوں کا سلسلہ دونوں طرف برابر چلا

---

[1] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۳۴۰)]

گیا ہے اور بھی بہت سے عجائب و غرائب امور دیکھے جو انہوں نے واپس آ کر خلیفہ کی خدمت میں عرض کیئے۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾

پس نہ تو ان میں اس دیوار کے اوپر چڑھنے کی طاقت ہے اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں ○ کہا کہ یہ صرف میرے رب کی مہربانی ہے' ہاں جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے زمین دوز کر دے گا' بیشک میرے رب کا وعدہ سچا اور حق ہے ○ اس دن ہم انہیں آپس میں ایک دوسرے میں دھنستے ہوئے چھوڑ دیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا۔ پس سب کو اکٹھا کر کے ہم جمع کر لیں گے ○

یاجوج ماجوج کے سامنے دیوار: اس دیوار پر نہ تو چڑھنے کی طاقت یاجوج ماجوج کو ہے' نہ وہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں کہ وہاں سے نکل آئیں۔ چونکہ چڑھنا بہ نسبت توڑنے کے زیادہ آسان ہے۔ اسی لئے چڑھنے میں ﴿مَا اسْطَاعُوْا﴾ کا لفظ لائے اور توڑنے میں ﴿مَا اسْتَطَاعُوْا﴾ کا لفظ لائے۔ غرض نہ تو وہ چڑھ کر آ سکتے ہیں نہ سوراخ کر کے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یاجوج ماجوج اس دیوار کو کھودتے ہیں یہاں تک کہ قریب ہوتا ہے کہ سورج کی شعاعیں ان کو نظر آ جائیں چونکہ دن گزر جاتا ہے' اس لئے ان کے سردار کا حکم ہوتا ہے کہ اب بس کرو کل آ کر توڑ دیں گے لیکن جب وہ دوسرے دن آتے ہیں' تو اسے پہلے دن سے زیادہ مضبوط پاتے ہیں۔ قیامت کے قریب جب ان کا نکلنا اللہ کو منظور ہوگا تو یہ کھودتے کھودتے جب دیوار کو چھلکے جیسی کر دیں گے تو ان کا سردار کہے گا اب چھوڑ دو کل انشاء اللہ اسے توڑ ڈالیں گے پس انشاء اللہ کہہ لینے کی برکت سے دوسرے دن جب وہ آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے۔ ویسی ہی پائیں گے تو فوراً گرا دیں گے اور باہر نکل پڑیں گے۔ تمام پانی چاٹ کر جائیں گے' لوگ تنگ آ کر پناہ گزین ہو جائیں گے۔ یہ اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے اور مثل خون آلود تیروں کے ان کی طرف لوٹائے جائیں گے تو یہ کہیں گے زمین والے سب دب گئے آسمان والوں پر بھی ہم غالب آ گئے اب ان کی گردنوں میں گلٹیاں نکلیں گی اور سب کے سب بحکم الٰہی اسی وبا سے ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ زمین کے جانوروں کی خوراک ان کے جسم و خون ہوں گے جس سے وہ خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔ [1] ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ بھی

---

[1] [صحیح: مستدرک حاکم (٤/٤٨٨) مسند احمد (٢/٥١٠) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٣٣١) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورة الکھف (٣١٥٣) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب فتنة الدجال و خروج عیسی ابن مریم (٤٠٨٠)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ حافظ بوصیریؒ بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه، السلسلة الصحیحه (١٧٣٥)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

اسے لائے ہیں اور فرمایا ہے یہ روایت غریب ہے سوائے اس سند کے مشہور نہیں۔ اس کی سند بہت قوی ہے لیکن اس کا متن نکارت سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ آیت کے ظاہری الفاظ صاف ہیں کہ نہ وہ چڑھ سکتے ہیں نہ سوراخ کر سکتے ہیں کیونکہ دیوار نہایت مضبوط بہت پختہ اور سخت ہے۔

کعب احبار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ اسے چاٹتے ہیں اور بالکل چھلکے جیسی کر دیتے ہیں پھر کہتے ہیں چلو کل توڑ دیں گے دوسرے دن آتے ہیں تو جیسی اصل میں تھی ویسی ہی پاتے ہیں آخری دن وہ بہ الہام الٰہی جاتے وقت انشاء اللہ کہیں گے دوسرے دن آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی ہی پائیں گے اور توڑ ڈالیں گے۔ بہت ممکن ہے کہ انہی کعب سے حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ نے یہ بات سنی ہو پھر بیان کی ہو اور کسی راوی کو وہم ہو گیا ہو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھ کر اسے مرفوعاً بیان کر دیا ہو۔ واللہ اعلم۔ یہ جو ہم کہہ رہے ہیں اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور فرماتے جاتے تھے۔ ﴿لَا اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ﴾ عرب کی خرابی کا وقت آ گیا آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا پھر آپ نے اپنی انگلیوں سے حلقہ بنا کر دکھایا اس پر ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم بھلے لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب خبیث لوگوں کی کثرت ہو جائے۔ [1] یہ حدیث بالکل صحیح ہے بخاری مسلم دونوں میں ہے ہاں بخاری شریف میں راویوں کے ذکر میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں مسلم میں ہے اور اس کی سند میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو بہت ہی کم پائی گئی ہیں۔

مثلاً زہری کی روایت عروہ سے حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی ہیں اور چار عورتوں کا آپس میں ایک دوسرے سے روایت کرنا پھر چاروں عورتیں صحابیہ رضی اللہ عنہن پھر ان میں بھی دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی لڑکیاں اور دو آپ کی بیویاں رضی اللہ عنہن بزار میں یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (مترجم کہتا ہے کہ اس تکلف کی اور ان مرفوع احادیث کے متعلق اس قول کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہم آیت قرآنی اور ان صحیح مرفوع احادیث کے متعلق بہت آسانی سے یہ تطبیق دے سکتے ہیں کہ کوئی ایسا سوراخ نہیں کر سکتے جس میں سے نکل آئیں۔ پتلی کر دینا یا حلقے کے برابر سوراخ کر دینا اور بات ہے جو مقصود ذوالقرنین کا اس دیوار کے بنانے سے تھا وہ بفضلہ حاصل ہے کہ نہ وہ اوپر سے اتر سکیں نہ توڑ کر یا سوراخ کر کے نکل سکیں اور اسی کی خبر آیت میں ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث نہیں۔ واللہ اعلم، مترجم)

اس دیوار کو بنا کر ذوالقرنین اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور اللہ کا شکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگو! یہ بھی رب کی رحمت ہے کہ اس نے ان شریروں کی شرارت سے مخلوق کو اب امن دے دیا ہاں جب اللہ کا وعدہ آ جائے گا

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قصة یاجوج ومأجوج (٣٣٤٦) صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب اقتراب الفتن وفتح روم یأجوج ومأجوج (٢٨٨٠) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب ما یکون من الفتن (٣٩٥٣) ترمذی : کتاب الفتن : باب ما جاء فی خروج یأجوج و مأجوج (٢١٨٧) مسند احمد (٦/٤٢٨)]

تو اس کا ڈھیر ہوجائے گا۔ یہ زمین دوز ہوجائے گی۔ مضبوطی کچھ کام نہ آئے گی۔ اونٹنی کا کوہان جب اس کی پیٹھ سے ملا ہوا ہوتو عرب میں اسے ((نَاقَةٌ دَكَّآءُ)) کہتے ہیں۔

قرآن میں اور جگہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پہاڑ پر رب نے تجلی کی تو وہ پہاڑ زمین دوز ہوگیا وہاں بھی لفظ ﴿جَعَلَهُ دَكًّا﴾ [1] ہے۔ پس قریب بہ قیامت یہ دیوار پاش پاش ہوجائے گی اور ان کے نکلنے کا راستہ بن جائے گا۔ اللہ کے وعدے اٹل ہیں' قیامت کا آنا یقینی ہے۔ اس دیوار کے ٹوٹتے ہی یہ لوگ نکل پڑیں گے اور لوگوں میں گھسے جائیں گے اپنوں بیگانوں کی تمیز اٹھ جائے گی۔ یہ واقعہ دجال کے آجانے کے بعد قیامت کے قیام سے پہلے ہوگا۔ اس کا پورا بیان آیت ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ﴾ [2] کی تفسیر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

اس کے بعد صور پھونکا جائے گا سب جمع ہوجائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان جن سب خلط ملط ہوجائیں گے بنی فزارہ کے ایک شیخ کا بیان ابن جریر میں ہے کہ جب جن انسان آپس میں گتھم گتھا ہوجائیں گے اس وقت ابلیس کہے گا کہ میں جاتا ہوں معلوم کرتا ہوں کہ یہ کیا بات ہے؟ مشرق کی جانب بھاگے گا لیکن وہاں فرشتوں کی جماعتیں دیکھ کر رک جائے گا اور لوٹ کر مغرب کو پہنچے گا' وہاں بھی یہی رنگ دیکھ کر دائیں بائیں بھاگے گا لیکن چاروں طرف سے فرشتوں کا محاصرہ دیکھ کر ناامید ہوکر چیخ پکار شروع کردے گا اچانک اسے ایک چھوٹا سا راستہ دکھائی دے گا' اپنی ساری ذریات کو لے کر اس میں چل پڑے گا آگے جا کر یہ دیکھے گا کہ دوزخ بھڑک رہی ہے ایک داروغہ جہنم اس سے کہے گا اے موذی خبیث! کیا اللہ نے تیرا مرتبہ نہیں بڑھایا تھا؟ کیا تو جنتیوں میں نہ تھا؟ یہ کہے گا آج ڈانٹ ڈپٹ کیوں کرتے ہو؟ آج تو چھٹکارے کا راستہ بتاؤ میں عبادت الٰہی کے لئے تیار ہوں اگر حکم ہو تو اتنی اور ایسی عبادت کروں کہ روئے زمین پر کسی نے نہ کی ہو۔ داروغہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ تیرے لئے ایک فریضہ مقرر کرتا ہے وہ خوش ہوکر کہے گا میں اس کے حکم کی بجا آوری کے لئے پوری مستعدی سے موجود ہوں۔ حکم ہوگا یہ کہ تم سب جہنم میں چلے جاؤ۔

اب یہ خبیث ہکا بکا رہ جائے گا وہیں فرشتہ اپنے پر سے اسے اور اس کی تمام ذریت کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دے گا۔ جہنم انہیں لے کر آدبوچے گی اور ایک مرتبہ تو وہ چلائے گی کہ تمام مقرب فرشتے اور تمام نبی رسول گھٹنوں کے بل اللہ کے سامنے عاجزی میں گر پڑیں گے۔ طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یاجوج ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اگر وہ چھوڑ دیئے جائیں تو دنیا کی معاش میں فساد ڈال دیں' ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے پھر ان کے سوا تین امتیں اور ہیں تاویل' تاریس اور منسک۔ [3] یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر اور ضعیف ہے۔

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳]　　[2] [سورۃ الانبیاء: آیت ۹۶-۹۷]

[3] [ضعیف: مسند طیالسی (۲۲۸۲) طبرانی اوسط (۸۵۰۹۸)] امام ہیثمیؒ کے بیان کے مطابق اس میں وہب بن جابر راوی اکثر اہل علم کے نزدیک مجہول ہے۔ [مجمع الزوائد (۹/۸)]

نسائی میں ہے کہ ان کی بیویاں بچے ہیں ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے۔ پھر فرمایا صور پھونک دیا جائے گا جیسے حدیث میں ہے کہ وہ ایک قرن ہے جس میں صور پھونک دیا جائے گا [1] پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے۔ جیسے لمبی حدیث بیان ہو چکی ہے۔ اور بھی بہت سی احادیث سے اس کا ثبوت ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں کیسے چین اور آرام سے بیٹھوں؟ صور والا فرشتہ صور منہ سے لگائے ہوئے پیشانی جھکائے ہوئے کان لگائے ہوئے منتظر بیٹھا ہے کہ کب حکم ہو اور میں پھونک دوں۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ پھر ہم کیا کہیں؟ فرمایا ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ [2] پھر فرماتا ہے ہم سب کو حساب کیلئے جمع کرے گا حشر ہمارے سامنے ہوگا جیسے سورۂ واقعہ میں ہے کہ اگلے پچھلے سب کے سب مقررہ دن کے وقت اکٹھے کئے جائیں گے [3] اور آیت میں ہے ﴿وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ [4] ہم سب کو جمع کریں گے ایک بھی تو باقی نہ بچے گا۔

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۙ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۧ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

اس دن ہم جہنم کو بھی کافروں کے سامنے لا کھڑا کر دیں گے ○ جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور (امر حق) سن بھی نہیں سکتے تھے ○ کیا کافر یہ خیال کئے بیٹھے ہیں؟ کہ میرے سوا وہ میرے غلاموں کو اپنا حمایتی بنالیں گے؟ سنو ہم نے ان کفار کی مہمانی کیلئے جہنم تیار کر رکھی ہے ○

جب کافر جہنم دیکھیں گے: کافر جہنم میں جانے سے پہلے جہنم کو اور اس کے عذاب کو دیکھ لیں گے اور یقین کر کے کہ وہ اسی میں داخل ہونے والے ہیں داخل ہونے سے پہلے ہی جلنے کڑھنے لگیں گے غم و رنج ڈر خوف کے مارے گھلنے لگیں گے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جہنم کو قیامت کے دن گھسیٹ کر لایا جائے گا جس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر ایک لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ [5] یہ کافر دنیا کی ساری زندگی میں اپنی آنکھوں اور

---

[1] [صحیح: ابو داؤد: كتاب السنة: باب فی ذكر البعث والصور (۴۷۳۲) ترمذی: كتاب صفة القيامة: باب ما جاء فی شأن الصور (۲۴۳۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[2] [صحیح: ترمذی: كتاب صفة القيامة: باب ما جاء فی شأن الصور (۲۴۳۱) ابن ماجه: كتاب الزهد: باب ذكر البعث (۴۲۷۳) مسند حميدی (۷۵۴) ابن مبارك فی الزهد (۱۵۹۷) ابو نعيم فی الحلية (۱۰۵/۵) مسند احمد (۳/۷-۷۳) مستدرك حاكم (۵۵۹/۴)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحيحة (۱۰۷۹)]

[3] [سورة الواقعه: آیت ۴۹-۵۰]

[4] [سورة الكهف: آیت ۴۷]

[5] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الجنة: باب جهنم اعاذنا الله منها (۲۸۴۲)]

کانوں کو بے کار کئے بیٹھے رہے، نہ حق دیکھا، نہ حق سنا نہ مانا نہ عمل کیا۔ شیطان کا ساتھ دیا اور رحمٰن کے ذکر سے غفلت برتی۔ اللہ کے احکام اور ممانعت کو پس پشت ڈالے رہے۔ یہی سمجھتے رہے کہ ان کے جھوٹے معبود ہی انہیں سارے نفع پہنچائیں گے اور کل سختیاں دور کریں گے۔ محض غلط خیال ہے بلکہ وہ تو ان کی عبادت کے بھی منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن کر کھڑے ہوں گے۔ ان کافروں کی منزل تو جہنم ہی ہے جو ابھی سے تیار ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝١٠٣ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝١٠٤ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝١٠٥ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝١٠٦

پوچھ لے کہ اگر تم کہو تو میں تمہیں بتا دوں کہ باعتبار اعمال کے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ ○ وہ ہیں جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بے کار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں ○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں سے اور اس کی ملاقات سے کفر کیا تو ان کے تمام اعمال غارت ہو گئے۔ پس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے ○ حال یہ ہے کہ ان کا بدلہ جہنم ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا ○

اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے مصعب رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ کیا اس آیت سے مراد خارجی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ مراد اس سے یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور نصرانیوں نے جنت کو سچا نہ جانا اور کہا کہ وہاں کھانا پینا کچھ نہیں۔ خارجیوں نے اللہ کے وعدے کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیا۔ پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے۔ [1] حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے مراد خارجی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے یہ آیت یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار کو شامل ہے، اسی طرح خارجیوں کا حکم بھی اس میں ہے کیونکہ آیت عام ہے جو بھی اللہ کی عبادت واطاعت اس طریقے سے بجا لائے جو طریقہ اللہ کو پسند نہیں تو گو وہ اپنے اعمال سے خوش ہو اور سمجھ رہا ہو کہ میں نے آخرت کا توشہ بہت کچھ جمع کر لیا ہے میرے نیک اعمال اللہ کے پسندیدہ ہیں اور مجھے ان پر اجر و ثواب ضرور ملے گا لیکن اس کا یہ گمان غلط ہے اس کے اعمال مقبول نہیں بلکہ مردود ہیں اور وہ غلط گمان شخص ہے۔ آیت مکی ہے اور ظاہر ہے کہ مکے میں یہود و نصاریٰ مخاطب نہ تھے۔ اور خارجیوں کا تو اس وقت تک وجود بھی نہ تھا۔ پس ان بزرگوں کا یہی مطلب ہے کہ آیت کے عام الفاظ ان سب کو اور ان جیسے اور سب کو شامل ہیں۔

جیسے سورۂ غاشیہ میں ہے کہ قیامت کے دن بہت سے چہرے ذلیل و خوار ہوں گے جو دنیا میں بہت محنت

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا (٤٧٢٨)]

کرنے والے بلکہ اعمال سے تھکے ہوئے تھے اور سخت تکلیفیں اٹھائے ہوتے تھے آج وہ باوجود ریاضت وعبادت کے جہنم واصل ہوں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا﴾ [1] ان کے تمام کئے کرائے اعمال کو ہم نے آگے بڑھ کر ردی اور بیکار کر دیا۔ اور آیت میں ہے کافروں کے اعمال کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی پیاسا ریت کے تودے کو پانی کا دریا سمجھ رہا ہو لیکن جب پاس آتا ہے تو ایک بوند بھی پانی کی نہیں پاتا۔ [2] یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے طور پر عبادت وریاضت کرتے رہے اور دل میں بھی سمجھتے رہے یہ ہم بہت کچھ نیکیاں کر رہے ہیں اور وہ مقبول اور اللہ کے پسندیدہ ہیں لیکن چونکہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق نہ تھیں، نبیوں کے فرمان کے مطابق نہ تھیں اس لئے بجائے مقبول ہونے کے مردود ہوگئیں اور بجائے محبوب ہونے کے مبغوض ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے رہے اللہ کی واحدانیت اور اس کے رسول ﷺ کی رسالت کے تمام تر ثبوت ان کے سامنے تھے لیکن انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور مانے ہی نہیں۔ ان کا نیکی کا پلڑا بالکل خالی رہے گا۔

بخاری کی حدیث میں ہے قیامت کے دن ایک موٹا تازہ بھاری آدمی آئے گا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر کے برابر بھی نہ ہوگا پھر آپ نے فرمایا اگر تم چاہو اس آیت کی تلاوت کر لو ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ [3] ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے بہت زیادہ کھانے پینے والے موٹے تازے انسان کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے لایا جائے گا لیکن اس کا وزن اناج کے ایک دانے کے برابر بھی نہ ہوگا۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ [4] بزار میں ہے ایک قریشی کافر اپنے حلے میں اتراتا ہوا حضور ﷺ کے سامنے سے گزرا تو آپ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ ان میں سے ہے جن کا کوئی وزن قیامت کے دن اللہ کے پاس نہ ہوگا۔ [5] مرفوع حدیث کی طرح حضرت کعب کا قول بھی مروی ہے۔ یہ بدلہ ہے ان کے کفر کا' اللہ کی آیتوں اور اس کے رسولوں کو ہنسی مذاق میں اڑانے کا۔ اور ان کے نہ ماننے بلکہ انہیں جھٹلانے کا۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝﴾

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کئے یقیناً ان کے لئے جنت الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے ○ جہاں وہ ہمیشہ رہا کریں جس جگہ کو بدلنے کا کبھی بھی ان کا ارادہ ہی نہ ہوگا ○

---

[1] [سورۃ الفرقان: آیت ۲۳]　[2] [سورۃ النور: آیت ۳۹]

[3] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب اولئك الذین كفروا بایات ربهم (٤٧٢٩) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب صفة القیامة والجنة والنار (٢٧٨٥)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٣٩٩)]

[5] [**ضعیف**: مسند بزار (٢٩٥٦) مجمع الزوائد (٨٠٣٢)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں عون بن عمارہ راوی ضعیف ہے۔]

اللہ سے جنت الفردوس مانگو: اللہ پر ایمان رکھنے والے اس کے رسولوں کو سچا ماننے والے ان کی باتوں پر عمل کرنے والے بہترین جنتوں میں ہوں گے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت فردوس کا سوال کرو یہ سب سے اعلیٰ سب سے عمدہ جنت ہے اسی سے اور جنتوں کی نہریں بہتی ہیں۔ [1] یہی ان کا مہمان خانہ ہوگی۔ یہ یہاں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ نہ نکالے جائیں گے نہ نکلنے کا خیال آئے نہ اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہ وہ وہاں کے رہنے سے گھبرائیں کیونکہ ہر طرح کے اعلیٰ عیش مہیا ہیں۔ ایک پر ایک رحمت مل رہی ہے روز بروز رغبت و محبت' انس والفت بڑھتی جارہی ہے اس لئے نہ طبیعت اکتاتی ہے نہ دل بھرتا ہے بلکہ روز شوق بڑھتا جاتا ہے اور نئی نعمت ملتی ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ
جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝

کہہ دے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا گو ہم اسی جیسا اور بھی اس کی مدد میں لائیں ○

بے شمار اللہ کے کلمات: حکم ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت سمجھانے کے لئے دنیا میں اعلان کر دیجئے کہ اگر روئے زمین کے سمندروں کی سیاہی بن جائے اور پھر اللہ کے کلمات' اللہ کی قدرتوں کے اظہار' اللہ کی باتیں' اللہ کی حکمتیں لکھنی شروع کی جائیں تو یہ تمام سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن اللہ کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی۔ گو پھر ایسے ہی دریا لائے جائیں اور پھر لائے جائیں اور پھر لائے جائیں لیکن ناممکن کہ اللہ کی قدرتیں' اس کی حکمتیں' اس کی دلیلیں ختم ہو جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [2] یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہیاں بن جائیں پھر ان کے بعد سات سمندر اور بھی لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ کلمات الٰہی پورے لکھ لئے جائیں اللہ کی عزت اور حکمت اس کا غلبہ اور قدرت وہی جانتا ہے۔ تمام انسانوں کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا سمندر کے مقابلے میں قطرہ۔ تمام درختوں کی قلمیں گھس گھس کر ختم ہو جائیں تمام سمندروں کی سیاہیاں ختم ہو جائیں لیکن کلمات الٰہی ویسے ہی رہ جائیں گے جیسے تھے وہ ان گنت ہیں' بے شمار ہیں۔

کون ہے جو اللہ کی صحیح اور پوری قدر و عزت جان سکے؟ کون ہے جو اس کی پوری ثنا و صفت بجا لا سکے بیشک ہمارا رب ویسا ہی ہے جیسا وہ خود فرما رہا ہے۔ بے شک ہم جو تعریفیں اس کی کریں وہ ان سب سے سوا ہے۔ اور ان

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب درجات المجاهدین فی سبیل الله (۲۷۹۰)، (۷۴۲۳) مسند احمد (۲/۳۳۵)]

[2] [سورۃ لقمان: آیت ۲۷]

سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ یاد رکھو جس طرح ساری زمین کے مقابلے پر ایک رائی کا دانہ ہے اسی طرح جنت کی اور آخرت کی نعمتوں کی مقابل تمام دنیا میں نعمتیں ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝۱۱۰

اعلان کر دے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں ہاں میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرتا رہے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے ○

پیغمبر بھی انسان ہی: حضرت معاویہ بن ابی سفیان کا فرمان ہے کہ یہ سب سے آخری آیت ہے جو حضور ﷺ پر اتری۔ حکم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں سے فرمائیں کہ میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں، تم بھی انسان ہو اگر مجھے جھوٹا جانتے ہو تو لاؤ اس قرآن جیسا ایک قرآن تم بھی بنا کر پیش کر دو۔ دیکھو میں کوئی غیب داں تو نہیں تم نے مجھ سے ذوالقرنین کا واقعہ دریافت کیا۔ اصحاب کہف کا قصہ پوچھا تو میں نے ان کے صحیح واقعات تمہارے سامنے بیان کر دیئے جو نفس الامر کے مطابق ہیں اگر میرے پاس اللہ کی وحی نہ آتی تو میں ان گزشتہ واقعات کو جس طرح وہ ہوئے ہیں تمہارے سامنے کس طرح بیان کر سکتا؟ سنو! تمام تر وحی کا خلاصہ یہ ہے کہ تم موحد بن جاؤ شرک کو چھوڑ دو۔ میری دعوت یہی ہے جو بھی تم میں سے اللہ سے مل کر اجر و ثواب لینا چاہتا ہو اسے شریعت کے مطابق عمل کرنے چاہئیں اور شرک سے بالکل بچنا چاہئے ان دونوں ارکان کے بغیر کوئی عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں، خلوص ہو اور مطابقت سنت ہو۔

ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ بہت سے نیک کاموں میں باوجود مرضی الٰہی کی تلاش کے میرا ارادہ یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ میری نیکی دیکھیں تو میرے لئے کیا حکم ہے آپ خاموش رہے اور یہ آیت اتری، یہ حدیث مرسل ہے۔ [1] حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نماز، روزہ، صدقہ، خیرات، حج، زکوٰۃ، کرتا ہے، اللہ کی رضامندی بھی ڈھونڈتا ہے اور لوگوں میں نیک نامی اور بڑائی بھی۔ آپ نے فرمایا اس کی کل عبادت اکارت ہے، اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے جو اس کی عبادت میں اور نیت بھی کرے تو اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے کہ یہ سب اسی دوسرے کو دے دو مجھے اس کی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ [2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حضور ﷺ کے پاس باری باری آتے، رات گزارتے، کبھی آپ کو کوئی کام ہوتا تو فرما دیتے ایسے لوگ بہت زیادہ تھے ایک شب ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا کھسر پھسر کر رہے ہو؟ ہم نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ ہماری توبہ ہے

---

[1] [**مرسل**: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۴۲۷)]

[2] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶/۴۰)، (۲۳۴۲۹)] اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔]

ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے اور دل ہمارے خوفزدہ تھے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ دہشت ناک بتاؤں وہ پوشیدہ شرک ہے کہ انسان دوسرے انسان کو دکھانے کے لئے نماز پڑھے۔ (1)

مسند احمد میں ہے ابن غنم کہتے ہیں میں اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جابیہ کی مسجد میں گئے وہاں ہمیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ملے بائیں ہاتھ سے انہوں نے میرا داہنا ہاتھ تھام لیا اور اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بایاں ہاتھ تھام لیا اور اسی طرح ہم تینوں وہاں سے باتیں کرتے ہوئے نکلے۔ آپ فرمانے لگے دیکھو اور تم دونوں یا تم میں سے جو بھی زندہ رہا تو ممکن ہے اس وقت کو بھی وہ دیکھ لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن سیکھا ہوا پہلا آدمی حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنے والا اور ہر حکم کو مناسب جگہ رکھنے والا آئے اور اس کی قدر و منزلت لوگوں میں ایسی ہو جیسی مردہ گدھے کے سر کی۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ آ گئے اور بیٹھتے ہی حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! مجھے تو تم پر سب سے زیادہ اس کا ڈر ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یعنی پوشیدہ خواہش اور شرک کا۔ اس پر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ معاف فرمائے ہم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس بات سے شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ اس جزیرہ عرب میں اس کی عبادت کی جائے۔ ہاں پوشیدہ شہوت تو یہی خواہش کی چیزیں عورتیں وغیرہ ہیں لیکن یہ شر ہماری سمجھ میں تو نہیں آیا جس سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں۔ حضرت شداد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اچھا بتاؤ تو ایک آدمی دوسروں کو دکھانے کیلئے نماز، روزہ، صدقہ، خیرات کرتا ہے۔ اس کا حکم تمہارے نزدیک کیا ہے؟ اس نے شرک کیا؟ سب نے جواب دیا بے شک ایسا شخص مشرک ہے، آپ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص دکھاوے کیلئے نماز پڑھے وہ مشرک ہے جو دنیا کو دکھانے کے لئے روزہ رکھے وہ مشرک ہے جو لوگوں میں اپنی سخاوت جتانے کے لئے صدقہ خیرات کرے وہ بھی مشرک ہے اس پر حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے اعمال میں جو اللہ کے لئے ہو اللہ اسے قبول فرما لے اور جو دوسرے کے لئے وہ اسے رد کر دے؟ حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ ہرگز نہیں ہونے کا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جناب باری عزوجل کا ارشاد ہے کہ میں سب سے بہتر حصے والا ہوں، جو بھی میرے ساتھ کسی عمل میں دوسرے کو شریک کرے میں اپنا حصہ بھی اسی دوسرے کے سپرد کر دیتا ہوں۔ اور نہایت بے پرواہی سے جز کل سب کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (2)

---

(1) [ضعیف: مسند احمد (۳/۳۰) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب الرياء والسمعة (۴۲۰۴) مستدرك حاكم (۳۲۹/۴) مجمع الزوائد (۳۱۵/۱)] اس کی سند میں ربیع بن عبدالرحمٰن اور کثیر بن زید ضعیف راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ البتہ حافظ بوصیریؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [الزوائد]

(2) [ضعیف: مسند احمد (۱۲۵/۴) مسند طیالسی (۱۱۲۰) مستدرك حاكم (۳۲۹/۴) بیهقی فی شعب الایمان (۶۸۳۳) ابن عدی فی الکامل (۱۳۵۷/۴) مجمع الزوائد (۲۲۱/۱۰)] اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الترغیب (۲۱)]

اور روایت میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک دن رونے لگے ہم نے پوچھا حضرت آپ کیسے رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے ایک حدیث یاد آ گئی اور اس نے رلا دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر شرک اور پوشیدہ شہوت کا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا ہاں سنو وہ سورج چاند پتھر بت کو نہ پوجے گی بلکہ اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔ پوشیدہ شہوت یہ ہے کہ صبح روزے سے ہے اور کوئی خواہش سامنے آئی، روزہ چھوڑ دیا[1] (ابن ماجہ مسند احمد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں تمام شریکوں سے بہتر ہوں۔ میرے ساتھ جو بھی کسی کو شریک کرے میں اپنا حصہ بھی اسی کو دے دیتا ہوں۔[2] اور روایت میں ہے کہ جو شخص کسی عمل میں میرے ساتھ دوسرے کو ملائے میں اس سے بری ہوں اور اس کا وہ پورا عمل اس غیر کے لئے ہی ہے۔[3] ایک اور حدیث میں ہے مجھے تمہاری نسبت سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے لوگوں نے پوچھا وہ چھوٹا شرک کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری۔ قیامت کے دن ریاکاروں کو جواب ملے گا کہ جاؤ جن کے لئے عمل کئے تھے انہی کے پاس جزا مانگو۔ دیکھو پاتے بھی ہو؟[4] ابوسعید بن ابوفضالہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں اس دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس نے اپنے جس عمل میں اللہ کے ساتھ دوسرے کو ملایا ہو اسے چاہئے کہ اپنے اس عمل کا بدلہ اس دوسرے سے مانگ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ ساجھے سے بہت ہی بے نیاز ہے۔[5] حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ریاکار کو عذاب بھی سب کو دکھا کر ہوگا اور نیک اعمال لوگوں کو سنانے والے کو عذاب بھی سب کو سنا کر ہوگا۔[6] (مسند احمد) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱۲٤/٤) طبرانی کبیر (۷۱٤٤) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الرياء والسمعة (٤۲۰٥) مستدرك حاكم (۳۳۰/٤)] امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں عبدالواحد متروک ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه ، التعلیق الرغیب (۳٦/۱)]

[2] [صحیح : السلسلة الصحیحة للألبانی (۲۷٦٤)]

[3] [صحیح : مسند احمد (۳۰۱/۲) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الرياء والسمعة (٤۲۰۲) صحیح ابن خزیمة (۹۳۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه ، احکام الجنائز (ص : ٥۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : مسند احمد (٤۲۸/٥)]

[5] [حسن : مسند احمد (٤٦٦/۳) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة الکهف (۳۱٥۳) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الرياء والسمعة (٤۲۰۳)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، صحیح ابن ماجه ، المشکاة (٥۳۱۸)]

[6] [صحیح لغیره : مسند احمد (٤٥/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۰٤٥٦)]

بھی یہ روایت مروی ہے۔ [1] ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے نیک اعمال اچھالنے والے کو اللہ تعالیٰ ضرور رسوا کرے گا اس کے اخلاق بگڑ جائیں گے اور وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر و ذلیل ہوگا۔ یہ بیان فرما کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رونے لگے [2] (مسند احمد) حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن انسان کے نیک اعمال کے مہر شدہ صحیفے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔ جناب باری عزوجل فرمائے گا اسے پھینک دو اسے قبول کرو اسے قبول کرو اسے پھینک دو اس وقت فرشتے عرض کریں گے کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ جہاں تک ہمارا علم ہے ہم تو اس شخص کے اعمال نیک ہی جانتے ہیں جواب ملے گا کہ جن کو میں پھینکوا رہا ہوں یہ وہ اعمال ہیں جن میں صرف میری ہی رضا مندی مطلوب نہ تھی بلکہ ان میں ریاکاری تھی آج میں تو صرف ان اعمال کو قبول کروں گا جو صرف میرے لئے ہی کئے گئے ہوں۔ [3] (بزار)

ارشاد ہے کہ جو دکھاوے سناوے کے لئے کھڑا ہوا ہو وہ جب تک نہ بیٹھے اللہ کے غصے اور غضب میں رہتا ہے [4] ابو یعلی کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص لوگوں کو دیکھتے ہوئے تو ٹھہر ٹھہر کر اچھی کر کے نماز پڑھے اور تنہائی میں بری طرح جلدی جلدی بے دلی سے ادا کرے اس نے اپنے عزوجل کی توہین کی۔ [5] پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس آیت کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قرآن کی آخری آیت بتاتے ہیں [6] لیکن یہ قول اشکال سے خالی نہیں کیونکہ سورۂ کہف پوری کی پوری مکے شریف میں نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے بعد مدینے میں برابر دس سال تک قرآن کریم اترتا رہا تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ آیت آخری ہے یعنی کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوئی اس میں جو حکم ہے وہ آخر تک بدلا نہیں گیا اس کے بعد کوئی ایسی آیت نہیں اتری جو اس میں تبدیل و تغیر کرے۔ واللہ اعلم۔ ایک بہت ہی غریب حدیث حافظ ابوبکر بزار رحمہ اللہ اپنی کتاب میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص آیت ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا﴾

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٣/٤٠) ترمذی : کتاب الزهد : باب ما جاء فی الریاء والسمعة (٢٣٨١) مسند ابو یعلی (١٠٥٩)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

[2] [صحیح : مسند احمد (٢/١٦٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٦٥٠٩)]

[3] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (٤/٤٦٠) العقیلی فی الضعفاء (١/٢١٨)] اس کی سند میں حارث بن غسان راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف : مجمع الزوائد (١٠/٢٢٣)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں یزید بن عیاض راوی متروک ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع (٥٧٥٥)]

[5] [ضعیف : مسند ابو یعلی (٥١١٧) بیهقی فی السنن الکبری (٢/٢٩٠) مجمع الزوائد (١٧٦٥٣)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابراہیم ہجری راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف الجامع (٥٣٦١)]

[6] [ضعیف : اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔]

الخ، کورات کے وقت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے اتنا بڑا نور عطا فرمائے گا جو عدن سے مکے شریف تک پہنچے۔ [1]
الحمدللہ سورۂ کہف کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ مریم

اسی سورت کی شروع کی آیتیں حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے شاہ حبش کے دربار میں بادشاہ کے درباریوں کے سامنے تلاوت فرمائی تھیں۔ [2] (مسند احمد اور سیرت محمد بن اسحاق)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
كٓهٰيٰعٓصٓ ۞ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۞ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۞
قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ
رَبِّ شَقِيًّا ۞ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ
مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۞ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۞

بہت ہی مہربان بہت ہی رحم والے اللہ کے نام سے شروع

"کٓھٰیٰعٓصٓ" ○ یہ ہے تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی ○ جب کہ اس نے اپنے رب سے خفیہ خفیہ دعا کی تھی ○ کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بودی ہوگئی ہیں اور بڑھاپے کی وجہ سے میرے سر سے سفید بالوں کے شعلے اٹھ رہے ہیں لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا ○ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت داروں کا ڈر ہے میری بیوی بھی بانجھ ہے تو تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما ○ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا بھی جانشین ہو۔ اور میرے رب تو اسے اپنا مقبول بندہ بنا لے ○

زکریا علیہ السلام پر رحمت الٰہی کا تذکرہ: اس سورت کے شروع میں جو پانچ حروف ہیں انہیں حروف مقطعہ کہا جاتا ہے ان کا تفصیلی بیان ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔ اللہ کے بندے حضرت زکریا نبی علیہ السلام پر لطف الٰہی نازل ہوا اس کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ ایک قراءت میں زکریاء ہے۔ یہ لفظ مد سے ہے اور قصر سے بھی دونوں قراءتیں مشہور ہیں۔ آپ بنو اسرائیل کے زبردست رسول تھے۔ صحیح بخاری میں ہے آپ بڑھئی کا پیشہ کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ [3] رب سے دعا کرتے ہیں لیکن اس وجہ سے کہ لوگوں کے نزدیک یہ انوکھی دعا تھی کوئی سنتا تو خیال کرتا کہ لو بڑھاپے میں اولاد کی چاہت ہوئی ہے۔ اور یہ وجہ بھی تھی کہ پوشیدہ دعا اللہ کو زیادہ پیاری ہوتی ہے اور قبولیت

---

[1] [ضعیف: مسند بزار (۳۱۰۸) مستدرك حاكم (۲/۳۷۱) الدر المنثور للسيوطى (٤/٤٦٣) مجمع الزوائد (۱۷۰٦۲)] اس کی سند میں ابوقرہ راوی مجہول ہے۔]

[2] [سيرة ابن هشام (۱/۳۳٦) مسند احمد (۱/٤٦۱)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الفضائل: باب من فضائل زكريا (۲۳۷۹) مسند احمد (۲/۲۹٦)]

سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی دل کو بخوبی جانتا ہے اور آہستگی کی آواز کو پوری طرح سنتا ہے۔

بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص اپنے والوں کی پوری نیند کے وقت اٹھے اور پوشیدگی سے اللہ کو پکارے کہ اے میرے پروردگار اے میرے پالنہار اے میرے رب! اللہ تعالیٰ اسی وقت جواب دیتا ہے کہ لبیک میں موجود ہوں میں تیرے پاس ہوں۔ دعا میں کہتے ہیں کہ اے اللہ میرے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں میری ہڈیاں کھوکھلی ہو چکی ہیں میرے سر کی سیاہی اب تو سفیدی سے بدل گئی ہے یعنی ظاہری اور پوشیدگی کی تمام طاقتیں زائل ہو گئی ہیں اندرونی اور بیرونی ضعف نے گھیر لیا ہے۔ میں تیرے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا تجھ کریم سے جو مانگا تو نے عطا فرمایا موالی کو کسائی نے موالی پڑھا ہے۔ مراد اس سے عصبہ ہیں۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے خفت کو حفت پڑھنا مروی ہے یعنی میرے والے بہت کم ہیں۔ پہلی قراءت پر مطلب یہ ہے کہ چونکہ میری اولاد نہیں اور جو میرے رشتے دار ہیں ان سے مجھے خوف ہے کہ مبادا یہ کہیں میرے بعد کوئی برا تصرف نہ کر دیں تو تو مجھے اولاد عنایت فرما جو میرے بعد میری نبوت سنبھالے۔ یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ آپ کو اپنے مال املاک کے ادھر ادھر ہو جانے کا خوف تھا۔

انبیاء علیہ السلام اس سے بہت پاک ہیں۔ ان کا مرتبہ اس سے بہت سوا ہے کہ وہ اس لئے اولاد مانگیں کہ اگر اولاد نہ ہوئی تو میرا ورثہ دور کے رشتہ داروں میں چلا جائے گا۔

دوسرے بظاہر یہ بھی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جو عمر بھر اپنی ہڈیاں پیل کر بڑھئی کا کام کر کے اپنا پیٹ اپنے ہاتھ کے کام سے پالتے رہے ان کے پاس کونسی بڑی رقم تھی کہ جس کے ورثے کے لئے اس قدر پس و پیش ہوتا کہ کہیں یہ دولت ہاتھ سے نہ نکل جائے انبیاء علیہم السلام تو یوں بھی ساری دنیا سے زیادہ مال سے بے رغبت اور دنیا کے زاہد ہوتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ بخاری و مسلم میں کئی سندوں سے حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمارا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں سب صدقہ ہے۔ [1]

ترمذی میں صحیح سند سے مروی ہے کہ ہم جماعت انبیاء علیہم السلام ہیں ہمارا ورثہ نہیں بٹا کرتا۔ [2] پس ثابت ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا یہ فرمان کہ مجھے بیٹا دے جو میرا وارث ہو اس سے مطلب ورثہ نبوت ہے نہ کہ مالی ورثہ۔ اسی لئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ [3] سلیمان

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فرض الخمس: باب فرض الخمس (۳۰۹۴) و کتاب المغازی (۴۰۳۳) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب قول النبی لا نورث ما ترکنا فهو صدقة (۱۷۵۹) ترمذی: کتاب السیر: باب ما جاء فی ترکة رسول الله (۱۶۱۰) ابوداؤد: کتاب الخراج والامارة والفیئ: باب فی صفایا رسول الله من الاموال (۲۹۶۳) نسائی: کتاب قسم الفیئ (۴۱۵۳)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۴۶۳/۲) ترمذی: کتاب السیر: باب ما جاء فی ترکة النبی (۱۶۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۹۹۷۲)]

[3] [سورۃ النمل: آیت ۱۶]

داؤد ﷺ کے وارث ہوئے۔ یعنی نبوت کے وارث ہوئے۔ نہ کہ مال کے ورنہ مال میں اور اولاد بھی شریک ہوتی ہے۔ تخصیص نہیں ہوتی۔ چوتھی وجہ یہ بھی ہے اور یہ بھی معقول وجہ ہے کہ اولاد کا وارث ہونا تو عام ہے' سب میں ہے تمام مذہبوں میں ہے پھر کوئی ضرورت نہ تھی کہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنی دعا میں یہ وجہ بیان کرتے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ ورثہ کوئی خاص ورثہ تھا اور وہ نبوت کا وارث بننا تھا۔ پس ان تمام وجوہ سے ثابت ہے کہ اس سے مراد ورثہ نبوت ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے ہم جماعت انبیاء علیہم السلام کا ورثہ نہیں بٹتا ہم جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد ورثہ علم ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اولاد یعقوب علیہ السلام میں سے تھے۔ ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ بھی اپنے بڑوں کی طرح نبی بنے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبوت اور علم کا وارث بنے۔ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے میری اور آل یعقوب علیہ السلام کی نبوت کا وارث بنے۔ زید بن اسلم بھی یہی فرماتے ہیں ابوصالح کا قول یہ بھی ہے کہ میرے مال کا اور خاندان کا حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت کا وہ وارث ہو۔

مسند عبدالرزاق میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ زکریا علیہ السلام پر رحم کرے بھلا انہیں وراثت مال سے کیا غرض تھی؟ اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی مضبوط قلعے کی تمنا کرنے لگے۔ [1] ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا بھائی زکریا علیہ السلام پر اللہ کا رحم ہو کہنے لگے اے اللہ مجھے اپنے پاس سے والی عطا فرما اور آل یعقوب کا وارث بنا [2] یہ سب حدیثیں مرسل ہیں جو صحیح احادیث کا معارضہ نہیں کرسکتیں۔ واللہ اعلم۔ اور اے اللہ اسے اپنا پسندیدہ غلام بنا لے اور ایسا دیندار بنا کہ تیری محبت کے علاوہ تمام مخلوق بھی اس سے محبت کرے اس کا دین اور اخلاق ہر ایک پسندیدگی اور پیاری نظر سے دیکھے۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝

اے زکریا ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہے ہم نے اس سے پہلے اس کا ہم نام بھی کسی کو نہیں کیا ○

بچے کی خوشخبری: حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا مقبول ہوتی ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ آپ ایک بچے کی خوشخبری سن لیں جس کا نام یحیٰی ہے جیسے اور آیت ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ﴾ [3] الخ' میں حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی اے اللہ مجھے اپنے پاس سے بہترین اولاد عطا فرما تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔ فرشتوں نے انہیں آواز دی اور وہ اس وقت کی نماز کی جگہ میں نماز میں کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے جو سردار ہوگا اور پاکباز ہوگا اور نبی ہوگا اور پورا نیک کار اعلیٰ درجے کے بھلے لوگوں میں سے ہوگا۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے اس نام کا کوئی اور انسان نہیں ہوا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مشابہ کوئی اور نہ ہوگا یہی معنی ﴿سَمِيًّا﴾

---

[1] [**مرسل**: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۵۰۰) عبدالرزاق فی التفسیر (۱۷۳۵)]

[2] [**مرسل و ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۴۹۹)] اس میں جابر بن نوح ضعیف ہے۔]

[3] [آل عمران: ۳۸۔۳۹]

کے آیت ﴿هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا﴾ [1] میں ہیں۔

یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ اس سے پہلے کسی بانجھ عورت سے ایسی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی صاحبہ بھی شروع عمر سے بے اولاد تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ نے بھی بچے کے ہونے کی بشارت سن کر بے حد تعجب کیا تھا لیکن ان کے تعجب کی وجہ ان کا بے اولاد ہونا اور بانجھ ہونا نہ تھی۔ بلکہ بہت زیادہ بڑھاپے میں اولاد کا ہونا یہ تعجب کی وجہ تھی اور حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں تو اس پورے بڑھاپے تک کوئی اولاد ہی نہ تھی اس لئے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے اس انتہائی بڑھاپے میں تم اولاد کی خبر کیسے دے رہے ہو؟ ورنہ اس سے تیرہ سال پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہوئے تھے آپ کی بیوی صاحبہ نے بھی اس خوشخبری کو سن کر تعجب سے کہا تھا کہ اس بڑھے ہوئے بڑھاپے میں میرے ہاں اولاد ہوگی؟ ساتھ ہی میرے میاں بھی غایت درجے کے بوڑھے ہیں۔ یہ تو سخت تعجب خیز چیز ہے۔ یہ سن کر فرشتوں نے کہا تھا کہ کیا تمہیں امر الٰہی سے تعجب ہے؟ اے ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں اللہ تعریفوں اور بزرگیوں والا ہے۔[2]

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ
عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ
تَكُ شَيْـًٔا ۝

زکریا کہنے لگے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ میری بیوی بانجھ اور میں خود بڑھاپے کے انتہائی ضعف کو پہنچ چکا ہوں ○ ارشاد ہوا کہ وعدہ اسی طرح ہو چکا' تیرے رب نے فرما دیا ہے کہ مجھ پر تو یہ بالکل آسان ہے۔ تو خود جب کہ کچھ نہ تھا' میں تجھے پیدا کر چکا ہوں ○

زکریا علیہ السلام کی خوشی: حضرت زکریا علیہ السلام اپنی دعا کی قبولیت اور اپنے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت سن کر خوشی اور تعجب سے کیفیت دریافت کرنے لگے کہ بظاہر اسباب تو یہ امر مستبعد اور ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ دونوں جانب سے حالت محض ناامیدی کی ہے۔ بیوی بانجھ جس سے اب تک اولاد نہیں ہوئی میں بوڑھا اور بے حد بوڑھا جس کی ہڈیوں میں اب تو گودا بھی نہیں رہا خشک ٹہنی جیسا ہو گیا ہوں گھر والی بھی بڑھیا پھوس ہوگئی ہے پھر ہمارے ہاں اولاد کیسے ہوگی؟۔ غرض رب العالمین سے کیفیت بوجہ تعجب وخوشی دریافت کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں تمام سنتوں کو جانتا ہوں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر عصر میں پڑھتے تھے یا نہیں؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس لفظ کو ﴿عِتِيًّا﴾ پڑھتے تھے یا ﴿عِسِيًّا﴾۔ (احمد)[3] فرشتے نے جواب دیا کہ یہ تو وعدہ ہو چکا اسی حالت میں اسی بیوی سے تمہارے ہاں لڑکا ہوگا اللہ کے ذمے یہ کام مشکل نہیں۔ اس سے زیادہ تعجب والا اور اس سے بڑی

---

[1] [مریم: ٦٥] [2] [هود: ٧٢-٧٣]

[3] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الصلاة: باب قدر القراءة فی صلاة الظهر والعصر (٨٠٩) مسند احمد (١/٢٤٩) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٥١٤)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

قدرت والا کام تو تم دیکھ چکے ہو اور وہ خود تمہارا وجود ہے جو کچھ نہ تھا اور اللہ نے بنا دیا۔ پس جو تمہاری پیدائش پر قادر تھا وہ تمہارے ہاں اولاد دینے پر بھی قادر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾ [1] یعنی یقیناً انسان پر اس کے زمانے کا ایسا وقت بھی گزرا ہے جس میں وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔

قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّي آيَةً ۚ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ
عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿١١﴾

کہنے لگے میرے پروردگار! میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دے، ارشاد ہوا کہ تیرے لئے علامت یہ ہے کہ باوجود بھلا چنگا ہونے کے تو تین راتوں تک کسی شخص سے بول چال نہ سکے گا ○ اب (زکریا) اپنے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آ کر انہیں اشارہ کرتے ہیں کہ تم صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کیا کرو ○

ایک اور دعا: حضرت زکریا علیہ السلام اپنے مزید اطمینان اور تشفی قلب کیلئے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اس بات پر کوئی نشان ظاہر فرما۔ جیسے کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے مردوں کو جی اٹھنے کے دیکھنے کی تمنا اسی لئے ظاہر فرمائی تھی تو ارشاد ہوا کہ تو گونگا نہ ہوگا بیمار نہ ہوگا لیکن تیری زبان لوگوں سے باتیں نہ کر سکے گی تین دن رات تک یہی حالت رہے گی۔

یہی ہوا بھی کہ تسبیح استغفار، حمد وثنا وغیرہ پر تو زبان چلتی تھی لیکن لوگوں سے بات نہ کر سکتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ﴿سَوِيًّا﴾ کے معنی پے در پے کے ہیں یعنی مسلسل برابر تین شبانہ روز تمہاری دنیوی باتوں سے رکی رہے گی۔ پہلا قول بھی آپ ہی سے مروی ہے اور جمہور کی تفسیر بھی یہی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے چنانچہ سورۂ آل عمران میں اس کا بیان بھی گزر چکا ہے کہ علامت طلب کرنے پر فرمان ہوا کہ تین دن تک تم صرف اشاروں کنایوں سے لوگوں سے باتیں کر سکتے ہو۔ ہاں اپنے رب کی یاد بکثرت کرو اور صبح شام اس کی پاکیزگی بیان کیا کرو۔ پس ان تین دن رات میں کسی انسان سے کوئی بات نہیں کر سکتے تھے ہاں اشاروں سے سمجھا دیا کرتے تھے لیکن یہ نہیں کہ آپ گونگے ہو گئے ہوں۔ اب آپ اپنے حجرے سے جہاں جا کر تنہائی میں اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا کی تھی باہر آئے اور جو نعمت اللہ نے آپ پر انعام کی تھی اور جس تسبیح وذکر کا آپ کو حکم ہوا تھا وہی قوم کو بھی حکم دیا لیکن چونکہ بول نہ سکتے تھے اس لئے انہیں اشاروں سے سمجھایا یا زمین پر لکھ کر انہیں سمجھا دیا۔

يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَاةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾
وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ
يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾

ع ۵

اے یحییٰ! میری کتاب کو قوت کے ساتھ مضبوطی سے تھام لے اور ہم نے اسے لڑکپن سے دانائی عطا فرما دی ○ اور اپنے

---

[1] [سورۃ الدھر: آیت ۱]

پاس سے شفقت اور پاکیزگی بھی' وہ پرہیزگار شخص تھا○ اور اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرنے والا تھا وہ گردن کش اور گنہگار نہ تھا○ اس پر سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا جس دن مرے اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے ○

یحیٰی علیہ السلام کی پیدائش: بمطابق بشارت الٰہی حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحیٰی علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اللہ نے انہیں تورات سکھلا دی جوان پر پڑھی جاتی تھی اور جس کے احکام نیک لوگ اور انبیاء علیہم السلام دوسروں کو بتلاتے تھے اس وقت ان کی عمر بچپن کی ہی تھی اسی لئے اپنی اس انوکھی نعمت کا بھی ذکر کیا کہ بچہ بھی دیا اور اسے آسمانی کتاب کا عالم بھی بچپن سے ہی کر دیا اور حکم دے دیا کہ حرص اجتہاد کوشش اور قوت کے ساتھ کتاب اللہ سیکھ لے۔ ساتھ ہی ہم نے اسے اسی کم عمری میں فہم وعلم' قوت وعزم' دانائی اور علم عطا فرمایا نیکیوں کی طرف بچپن سے ہی جھک گئے اور کوشش وخلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں لگ گئے۔ بچے آپ سے کھیلنے کو کہتے تھے مگر یہ جواب پاتے تھے کہ ہم کھیل کے لئے پیدا نہیں کئے گئے۔

حضرت یحیٰی علیہ السلام کا وجود حضرت زکریا علیہ السلام کے ہماری رحمت کا کرشمہ تھا جس پر بجز ہمارے اور کوئی قادر نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے۔ کہ واللہ! میں نہیں جانتا کہ حنان کا مطلب کیا ہے لغت میں شفقت و رحمت وغیرہ کے معنی میں یہ آتا ہے بظاہر یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اسے بچپن سے ہی حکم دیا اور اسے شفقت ومحبت اور پاکیزگی عطا فرمائی۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص جہنم میں ایک ہزار سال تک یا حنان یا منان پکارتا رہے گا [1] پس ہر میل کچیل سے ہر گناہ اور معصیت سے آپ بچے ہوئے تھے۔ صرف نیک اعمال آپ کی عمر کا خلاصہ تھا آپ گناہوں سے اور اللہ کی نافرمانیوں سے یکسو تھے۔ ساتھ ہی ماں باپ کے فرمانبردار' اطاعت گزار اور ان کے ساتھ نیک سلوک تھے کبھی کسی بات میں ماں باپ کی مخالفت نہیں کی کبھی ان کے فرمان سے باہر نہیں ہوتے کبھی ان کے روک کے بعد کسی کام کو نہیں کیا کوئی سرکشی نافرمانی کی خو آپ میں نہ تھی۔

ان اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے بدلے تینوں حالتوں میں آپ کو اللہ کی طرف سے امن وامان اور سلامتی ملی۔ یعنی پیدائش والے دن موت والے دن اور حشر والے دن۔ یہی تینوں جگہیں گھبراہٹ کی اور انجان ہوتی ہیں انسان ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی ایک نئی دنیا دیکھتا ہے جو اس کی آج تک کی دنیا سے عظیم الشان اور بالکل مختلف ہوتی ہے موت والے دن اس مخلوق سے واسطہ پڑتا ہے جس سے حیات میں کبھی بھی واسطہ نہیں پڑا نہ انہیں کبھی دیکھا۔ محشر والے دن بھی علی ہذا القیاس اپنے آپ کو ایک بہت بڑے مجمع میں جو بالکل نئی چیز ہے دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ پس ان تینوں وقتوں میں اللہ کی طرف سے حضرت یحیٰی علیہ السلام کو سلامتی ملی۔

ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام لوگ قیامت کے دن کچھ لے کر جائیں گے سوائے

---

[1] [ضعیف جدا: مسند احمد (۳/ ۲۳۰)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[۳/ ۲۶۷)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے سخت ضعیف کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۳۴۱۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

حضرت یحیٰی علیہ السلام کے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے گناہ تو کیا قصد گناہ بھی کبھی نہیں کیا۔ یہ حدیث مرفوعاً اور دو سندوں سے بھی مروی ہے [1] لیکن وہ دونوں سندیں بھی ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحیٰی علیہ السلام سے فرمانے لگے آپ میرے لئے استغفار کیجئے آپ مجھ سے بہتر ہیں حضرت یحیٰی علیہ السلام نے جواب دیا آپ مجھ سے بہتر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تو آپ ہی اپنے اوپر سلام کہا اور آپ پر خود اللہ نے سلام کہا۔ اب ان دونوں نے ہی اللہ کی فضیلت ظاہر کی۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ڰ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾

اس کتاب میں مریم کا بھی واقعہ بیان کر، جب کہ وہ اپنے گھر کے لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک مشرقی مکان میں آئیں ○ اور ان لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا۔ پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا ○ یہ کہنے لگیں میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کچھ بھی اللہ ترس ہے ○ اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں ○ کہنے لگیں بھلا میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان کا ہاتھ تک نہیں لگا اور نہ میں بدکار ہوں ○ اس نے کہا بات تو یہی ہے' لیکن تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ وہ مجھ پر بہت آسان ہے' ہم تو اسے لوگوں کے لئے ایک نشان بنا دیں گے اور اپنی خاص رحمت' یہ تو ایک طے شدہ بات ہے ○

واقعہ مریم علیہا السلام: اوپر حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا اور یہ بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ اپنے پورے بڑھاپے تک بے اولاد رہے ان کی بیوی کو کچھ ہوا ہی نہ تھا بلکہ اولاد کی صلاحیت ہی نہ تھی اس پر اللہ نے اس عمر میں ان کے ہاں اپنی قدرت سے اولاد عطا فرمائی حضرت یحیٰی علیہ السلام پیدا ہوئے جو نیک اور وفا شعار تھے اس کے بعد اس سے بھی بڑھ کر اپنی قدرت کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ وہ کنواری تھیں۔ کسی مرد کا ہاتھ تک انہیں نہ لگا تھا اور بے مرد کے اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے انہیں اولاد عطا فرمائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا فرزند انہیں دیا جو اللہ کے برگزیدہ اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ تھے۔ پس چونکہ ان دو قصوں میں پوری مناسبت ہے اسی لئے یہاں بھی اور سورۂ آل عمران میں بھی اور سورۂ انبیاء میں بھی ان دونوں کو متصل بیان فرمایا۔ تا کہ بندے اللہ

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (٢٥٤/١) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٥٦٦) مسند ابو یعلی (٢٥٤٤)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں علی بن زید راوی ہے جسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (٢٠٩/٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٢٩٤)]

تعالیٰ کی بے مثال قدرت اور عظیم الشان سلطنت کا معائنہ کر لیں۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا عمران کی صاحبزادی تھیں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں سے تھیں۔ بنو اسرائیل میں یہ گھرانہ طیب وطاہر تھا۔ سورۂ آل عمران میں آپ کی پیدائش کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔

اس زمانے کے دستور کے مطابق آپ کی والدہ صالحہ نے آپ کو بیت المقدس کی مسجد قدس کی خدمت کے لئے دنیوی کاموں سے آزاد کر دیا تھا۔ اللہ نے یہ نذر قبول فرمائی اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی نشوونما بہترین طور سے کی اور آپ اللہ کی عبادت میں، ریاضت میں اور نیکیوں میں مشغول ہوگئیں۔ آپ کی عبادت و ریاضت، زہد وتقویٰ زبان زد عوام ہوگیا۔ آپ اپنے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کی پرورش وتربیت میں تھیں۔ جو اس وقت کے بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ تمام بنی اسرائیل دینی امور میں انہی کے تابع فرمان تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام پر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں خصوصاً یہ کہ جب کبھی آپ ان کے عبادت خانے میں جاتے نئی قسم کے بے موسم پھل وہاں موجود پاتے دریافت کیا کرتے کہ مریم رضی اللہ عنہا یہ کہاں سے آئے؟ جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے وہ ایسا قادر ہے کہ جسے چاہے بے حساب روزیاں عطا فرمائے۔

اب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرے جو منجملہ پانچ اولوالعزم پیغمبروں سے ایک ہیں۔ آپ مسجد قدس کے مشرقی جانب گئیں یا تو بوجہ حیض آنے کے یا کسی اور سبب سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل کتاب پر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہونا اور حج کرنا فرض کیا گیا تھا لیکن چونکہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا بیت المقدس سے مشرق کی طرف گئی تھیں جیسے فرمان الٰہی ہے اس وجہ سے ان لوگوں نے مشرق رخ نمازیں شروع کر دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ کو انہوں نے از خود قبلہ بنا لیا۔ مروی ہے کہ جس جگہ آپ گئی تھیں، وہ جگہ یہاں سے دور اور بے آباد تھی۔ کہتے ہیں کہ وہاں آپ کا کھیت تھا، جسے پانی پلانے کے لئے آپ گئی تھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہیں حجرہ بنا لیا تھا کہ لوگوں سے الگ تھلگ عبادت الٰہی میں فراغت کے ساتھ مشغول رہیں۔ واللہ اعلم

جب یہ لوگوں سے دور ہوگئیں اور ان میں اور آپ میں حجاب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس امین فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا، وہ پوری انسانی شکل میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ یہاں روح سے مراد یہی بزرگ فرشتے ہیں۔ جیسے آیت ﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴾ [1] الخ، میں ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ روز ازل میں جب کہ ابن آدم کی تمام روحوں سے اللہ کی الوہیت کا اقرار لیا گیا تھا ان روحوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی تھی اسی روح کو بصورت انسان اللہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ اسی روح نے آپ سے باتیں کیں اور آپ کے جسم میں حلول کر گئی۔ لیکن یہ قول علاوہ غریب ہونے کے بالکل ہی منکر ہے بہت ممکن ہے کہ یہ بنی اسرائیلی قول ہو۔ آپ نے جب اس تنہائی کے مکان میں ایک غیر شخص کو دیکھا تو یہ سمجھ کر کہ کہیں یہ کوئی

---

[1] [سورہ الشعراء: ۱۹۳۔۱۹۴]

برا آدمی نہ ہوا سے اللہ کا خوف دلایا کہ اگر تو پرہیزگار ہے تو اللہ کا خوف کر۔ میں اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اتنا پتہ تو آپ کو ان کے بشرے سے چل گیا تھا کہ یہ کوئی بھلا انسان ہے۔ اور یہ جانتی تھیں کہ نیک شخص کو اللہ کا ڈر اور خوف کافی ہے۔ فرشتے نے آپ کا خوف و ہراس ڈر اور گھبراہٹ دور کرنے کے لئے صاف کہہ دیا کہ اور کوئی گمان نہ کرو میں تو اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔

کہتے ہیں کہ اللہ کا نام سن کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کانپ اٹھے اور اپنی صورت پر آ گئے اور کہہ دیا کہ میں اللہ کا قاصد ہوں۔ اس لئے اللہ نے مجھے بھیجا ہے کہ وہ تجھے ایک پاک نفس فرزند عطا کرنا چاہتا ہے ﴿لِأَهَبَ﴾ کی دوسری قراءت ﴿لِيَهَبَ﴾ ہے ابو عمرو بن علا جو ایک مشہور معروف قاری ہیں۔ ان کی یہی قراءت ہے۔ دونوں قراءتوں کی توجیہ اور مطلب بالکل صاف ہے اور دونوں میں استلزام بھی ہے۔ یہ سن کر مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اور تعجب ہوا کہ سبحان اللہ مجھے بچہ کیسے ہوگا؟ میرا تو نکاح ہی نہیں ہوا اور برائی کا مجھے تصور تک نہیں ہوا۔ میرے جسم پر کسی انسان کا بھی ہاتھ ہی نہیں لگا۔ میں بدکار نہیں پھر میرے ہاں اولاد کیسی؟ ﴿بَغِيًّا﴾ سے مراد زنا کار ہے۔

جیسے حدیث میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے کہ ((مَهْرُ الْبَغِيِّ)) زانیہ کی خرچی حرام ہے۔[1] فرشتے نے آپ کے تعجب کو یہ فرما کر دور کرنا چاہا کہ یہ سب سچ ہے لیکن اللہ اس پر قادر ہے کہ بغیر خاوند کے اور بغیر کسی اور بات کے بھی اولاد دے دے۔ وہ جو چاہے ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کو اور اس واقعہ کو اپنے بندوں کی تذکیر کا سبب بنا دے گا۔ یہ قدرت الٰہی کی ایک نشانی ہوگی تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ خالق ہر طرح کی پیدائش پر قادر ہے۔ آدم علیہ السلام کو بغیر عورت مرد کے پیدا کیا حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا۔ باقی تمام انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا کیا سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ بغیر مرد کے صرف عورت سے ہی پیدا ہوئے۔

پس تقسیم کی یہ چار ہی صورتیں ہو سکتی تھیں جو سب پوری کر دی گئیں اور اپنی کمال قدرت اور عظیم سلطنت کی مثال قائم کر دی۔ فی الواقع نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔ اور یہ بچہ اللہ کی رحمت بنے گا۔ رب کا پیغمبر ہوگا اللہ کی عبادت کی دعوت اس کی مخلوق کو دے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں نے کہا اے مریم!! اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ایک کلمے کی خوش خبری سناتا ہے جس کا نام مسیح بن مریم ہوگا جو دنیا اور آخرت میں آبرودار ہوگا اور ہوگا بھی اللہ کا مقرب وہ گہوارے میں ہی بولنے لگے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی۔ اور صالح لوگوں میں سے ہوگا یعنی بچپن اور

---

[1] [صحيح: صحيح بخاري: كتاب البيوع: باب ثمن الكلب (٢٢٣٧) وكتاب الاجارة: باب كسب البغي والاماء (٢٢٨٢) وكتاب الطلاق: باب مهر البغي (٥٣٤٦) وكتاب الطب: باب الكهانة (٥٧٦١) صحيح مسلم: كتاب المساقاة: باب تحريم ثمن الكلب و حلوان الكاهن (١٥٦٧) ابو داؤد: كتاب البيوع والاجارات: باب حلوان الكاهن (٣٤٢٨) ابن ماجه: كتاب التجارات: باب النهي عن ثمن الكلب (٢١٥٩) ترمذي: كتاب البيوع: باب ما جآء في ثمن الكلب (١٢٧٦) نسائي: كتاب الصيد والذبائح: باب النهي عن ثمن الكلب (٤٢٩٧) مسند احمد (٤/١١٩)]

بڑھاپے میں اللہ کے دین کی دعوت دے گا۔ [1]

مروی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے فرمایا خلوت اور تنہائی کے موقعہ پر مجھ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولتے تھے اور مجمع میں اللہ کی تسبیح بیان کرتے تھے یہ حال اسی وقت کا ہے جب کہ آپ میرے پیٹ میں تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ کام علم اللہ میں مقدر اور مقرر ہو چکا ہے وہ اپنی قدرت سے یہ کام پورا کر کے ہی رہے گا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ قول بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ فرمان الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ اور مراد اس سے روح کا پھونک دینا ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ عمران کی بیٹی باعصمت بیوی تھیں ہم نے اس میں روح پھونکی تھی۔ [2] اور آیت میں ہے وہ باعصمت عورت جس میں ہم نے اپنی روح پھونک دی۔ [3] پس اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا ارادہ کر چکا ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ
يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾

پس وہ حمل سے ہوگئیں اور اسی وجہ سے یکسو ہو کر ایک دور کی جگہ چلی گئیں ○ پھر دردزہ اسے ایک کھجور کے تنے کے نیچے لے آیا اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور لوگوں کی یاد سے بھولی بسری ہوجاتی ○

مریم علیہا السلام حاملہ ہو گئیں: مروی ہے کہ جب آپ فرمان الٰہی تسلیم کر چکیں اور اس کے آگے گردن جھکا دی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے کرتے کے گریبان میں پھونک ماری۔ جس سے انہیں بحکم رب حمل ٹھہر گیا اب تو سخت گھبرائیں اور یہ خیال کلیجہ مسوسنے لگا کہ میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی؟ لاکھ اپنی براءت پیش کروں لیکن اس انوکھی بات کو کون مانے گا؟ اسی گھبراہٹ میں آپ تھیں کسی سے یہ واقعہ بیان نہیں کیا تھا ہاں جب آپ اپنی خالہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کے پاس گئیں تو وہ آپ سے معانقہ کر کے کہنے لگیں بچی اللہ کی قدرت سے اور تمہارے خالو کی دعا سے میں اس عمر میں حاملہ ہوگئی ہوں۔ آپ نے فرمایا خالہ جان میرے ساتھ یہ واقعہ گزرا اور میں بھی اپنے آپ کو اسی حالت میں پاتی ہوں چونکہ یہ گھرانہ نبی کا گھرانہ تھا۔ وہ قدرت الٰہی پر اور صداقت مریم پر ایمان لائیں۔ اب سے یہ حالت تھی کہ جب کبھی یہ دونوں پاک عورتیں ملاقات کرتیں تو خالہ صاحبہ یہ محسوس فرماتیں کہ گویا ان کا بچہ بھانجی کے بچے کے سامنے جھکتا ہے اور اس کی عزت کرتا ہے۔ ان کے مذہب میں یہ جائز بھی تھا اسی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اور آپ کے والد نے آپ کو سجدہ کیا تھا۔ اور اللہ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ہماری شریعت میں یہ تعظیم اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہوگئی اور کسی دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہوگیا کیونکہ یہ تعظیم الٰہی کے خلاف ہے۔ اس کی جلالت کے شایاں شان نہیں۔

---

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ۴۵-۴۶] [2] سورۃ التحریم: ۱۲

[3] [سورۃ الانبیاء: آیت ۹۱]

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام خالہ زاد بھائی تھے۔ دونوں ایک وقت حمل میں تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ اکثر حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے فرماتی تھیں کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا بچہ تیرے بچے کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ نے آپ کے ہاتھوں اپنے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیا اور مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا کر دیا۔ جمہور کا قول تو یہ ہے کہ آپ نو مہینے تک حمل میں رہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آٹھ ماہ تک۔ اسی لئے آٹھ ماہ کے حمل کا بچہ عموماً زندہ نہیں رہتا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حمل کے ساتھ ہی بچہ ہو گیا۔ یہ قول غریب ہے۔ ممکن ہے آپ نے آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ سمجھا ہو کیونکہ حمل کا الگ ہونے کا اور دردزہ کا ذکر ان آیتوں میں ((ف)) کے ساتھ ہے اور ((ف)) تعقیب کے لئے آتی ہے۔ لیکن تعقیب ہر چیز کی اس کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے عام انسان کی پیدائش کا حال آیت قرآن ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ﴾ [1] الخ، میں ہوا ہے کہ ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا پھر اسے بصورت نطفہ رحم میں ٹھہرایا پھر نطفے کو پھٹکی بنایا پھر اس پھٹکی کو لوتھڑا بنایا، پھر اس لوتھڑے میں ہڈیاں پیدا کیں۔ یہاں بھی دو جگہ ((ف)) اور ہے بھی تعقیب کے لئے لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ ان دو حالتوں میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے۔ [2]

قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً﴾ [3] الخ، کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتا ہے پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ پانی برسنے کے بہت بعد سبزہ اگتا ہے۔ حالانکہ ((ف)) یہاں بھی ہے پس تعقیب ہر چیز کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ سیدھی سی بات تو یہ ہے کہ مثل عادت عورتوں کے آپ نے حمل کا زمانہ پورا گزارا۔ مسجد میں ہی مسجد کے ایک خادم صاحب اور تھے جن کا نام یوسف نجار تھا۔ انہوں نے جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا یہ حال دیکھا تو دل میں کچھ شک سا پیدا ہوا لیکن حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، خشیت الٰہی اور حق بینی کو خیال کرتے ہوئے انہوں نے یہ برائی دل سے دور کرنی چاہی، لیکن جوں جوں دن گزرتے گئے حمل کا اظہار ہوتا گیا اب تو خاموش نہ رہ سکے ایک دن باادب کہنے لگے کہ مریم! میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ناراض نہ ہونا بھلا بغیر بیج کے کسی درخت کا ہونا، بغیر دانے کے کھیت ہونا، بغیر باپ کے بچے کا ہونا ممکن بھی ہے؟ آپ ان کے مطلب کو سمجھ گئیں اور جواب دیا کہ یہ سب ممکن ہے سب سے پہلے جو درخت اللہ تعالیٰ نے اگایا وہ بغیر بیج کے تھا۔ سب سے پہلے جو کھیتی اللہ نے

---

[1] [سورة المؤمنون : آیت ۱۲۔۱۴]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائكة (۳۲۰۸) و کتاب احادیث الانبیاء (۳۳۳۲) و کتاب التوحید (۷۴۵۴) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کیفیة خلق آدمی (۲۶۴۳) ترمذی : کتاب القدر : باب ما جاء ان الاعمال بالخواتیم (۲۱۳۷) ابن ماجه : مقدمه : باب فی القدر (۷۶) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (۴۷۰۸) مسند احمد (۳۸۲/۱)]

[3] [سورة الحج: آیت ۶۳]

اگائی وہ بغیر دانے کے تھی، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا وہ بے باپ کے تھے بلکہ بے ماں کے بھی ان کی تو سمجھ میں آ گیا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اور اللہ کی قدرت کو نہ جھٹلا سکے۔ اب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ قوم کے لوگ ان پر تہمت لگا رہے ہیں تو آپ ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر دور دراز چلی گئیں۔

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حمل کے حالات ظاہر ہو گئے قوم نے پھبتیاں پھبتیاں پھینکنی، آوازے کسنے اور باتیں بنانی شروع کر دیں اور حضرت یوسف نجار جیسے صالح شخص پر یہ تہمت اٹھائی تو آپ ان سب سے کنارہ کش ہو گئیں نہ کوئی انہیں دیکھے نہ آپ کسی کو دیکھیں۔ جب دردزہ اٹھا تو آپ کھجور کے ایک درخت کی جڑ میں آ بیٹھیں۔ کہتے ہیں کہ یہ خلوت خانہ بیت المقدس کے مشرقی جانب کا حجرہ تھا یہ بھی قول ہے کہ شام اور مصر کے درمیان جب آپ پہنچ چکی تھیں اس وقت بچہ ہونے کا درد شروع ہوا۔ اور قول ہے کہ بیت المقدس سے آپ آٹھ میل چلی گئی تھیں اس بستی کا نام بیت اللحم تھا۔ معراج کے واقعہ کے بیان میں پہلے ایک حدیث گزری ہے جس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ بھی بیت اللحم تھا۔ [1] واللہ اعلم۔ مشہور بات بھی یہی ہے اور نصرانیوں کا تو اس پر اتفاق ہے اور اس حدیث میں بھی ہے اگر یہ صحیح ہو۔ اس وقت آپ موت کی تمنا کرنے لگیں کیونکہ دین کے فتنے کے وقت یہ تمنا بھی جائز ہے۔ جانتی تھیں کہ کوئی انہیں سچا نہ کہے گا ان کے بیان کردہ واقعہ کو ہر شخص گھڑنت سمجھے گا۔ دنیا آپ کو پریشان کر دے گی اور عبادت واطمینان میں خلل پڑے گا۔ ہر شخص برائی سے یاد کرے گا اور لوگوں پر برا اثر پڑے گا۔ تو فرمانے لگیں کاش کہ میں اس حالت سے پہلے ہی اٹھا لی جاتی بلکہ پیدا ہی نہ کی جاتی اس قدر شرم وحیا دامن گیر ہوئی کہ آپ نے اس تکلیف پر موت کو ترجیح دی اور تمنا کی کہ کاش میں کھوئی ہوئی اور یاد سے اتری ہوئی چیز ہو جاتی کہ نہ کوئی یاد کرے۔ نہ ڈھونڈے نہ ذکر کرے، احادیث میں موت مانگنے کی ممانعت وارد ہے۔ ہم نے ان آیتوں کو آیت ﴿تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا﴾ الخ، کی تفسیر میں بیان کر دیا ہے۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾

اتنے میں اسے نیچے سے ہی آواز دی کہ آزردہ خاطر نہ ہو۔ تیرے رب نے تیرے پاؤں تلے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے ○ اور اس درخت کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، تو یہ تیرے سامنے تر و تازہ پکی کھجوریں گرا دے گا ○ اب چین سے کھا پی اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ، اگر تجھے کوئی انسان نظر پڑ جائے، تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ رحمٰن کے نام کا روزہ مان رکھا ہے میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی ○

مریم رضی اللہ عنہا سے عیسیٰ علیہ السلام کا کلام: ﴿مِنْ تَحْتِهَا﴾ کی دوسری قراءت ﴿مَنْ تَحْتَهَا﴾ بھی ہے یہ خطاب

---

[1] [منکر : نسائی : کتاب الصلاۃ : باب فرض الصلوٰۃ (٤٥١)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے منکر کہا ہے۔ [ضعیف نسائی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

کرنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو پہلا کلام وہی تھا جو آپ نے اپنی والدہ کی براءت و پاکدامنی میں لوگوں کے سامنے کیا تھا۔ اس وادی کے نیچے کے کنارے سے اس گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ تشفی دی تھی۔ یہ قول بھی کہا گیا ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہی کہی تھی۔ آواز آئی کہ غمگین نہ ہو تیرے قدموں تلے تیرے رب نے صاف شفاف شیریں پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے یہ پانی تم پی لو۔ [1] ایک قول یہ ہے کہ اس چشمے سے مراد خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ چنانچہ اس پانی کے ذکر کے بعد ہی کھانے کا ذکر ہے کہ کھجور کے اس درخت کو ہلاؤ اس میں سے تروتازہ کھجوریں جھڑیں گی وہ کھاؤ۔ کہتے ہیں یہ درخت سوکھا پڑا ہوا تھا اور یہ قول بھی ہے کہ پھل دار تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ درخت کھجوروں سے خالی تھا لیکن آپ کے ہلاتے ہی اس میں سے قدرت الٰہی سے کھجوریں جھڑنے لگیں کھانا پینا سب کچھ موجود ہو گیا اور اجازت بھی دے دی۔ فرمایا کھا پی اور دل کو مسرور رکھ۔

حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ نفاس والی عورتوں کے لئے تر کھجوروں سے اور خشک کھجوروں سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کھجور کے درخت کا اکرام کرو یہ اسی مٹی سے پیدا ہوا ہے جس سے آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اس کے سوا اور کوئی درخت نر مادہ مل کر نہیں پھلتا۔ عورتوں کی ولادت کے وقت تر کھجوریں کھلاؤ نہ ملیں تو خشک ہی سہی کوئی درخت اس سے بڑھ کر اللہ کے پاس مرتبے والا نہیں۔ اسی لئے اس کے نیچے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اتارا [2] یہ حدیث باطل منکر ہے ﴿تُسَاقِطْ﴾ کی دوسری قراءت ﴿تَسَّاقَطْ﴾ اور ﴿تُسْقِطْ﴾ بھی ہے مطلب تمام قراءتوں کا ایک ہی ہے پھر ارشاد ہوا کہ کسی سے بات نہ کرنا اشارے سے سمجھا دینا کہ میں آج روزے سے ہوں یا تو مراد یہ ہے کہ ان کے روزے میں کلام ممنوع تھا یا کہ میں نے بولنے سے ہی روزہ رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے۔ ایک نے سلام کیا' دوسرے نے نہ کیا آپ نے پوچھا اس کی کیا وجہ؟ لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا آپ نے فرمایا اسے توڑ دے سلام کلام شروع کر یہ تو صرف حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لئے ہی بند تھا کیونکہ اللہ کو آپ کی صداقت و کرامت کرنا منظور تھی اس لئے اسے عذر بنا دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زید کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ

---

[1] [**ضعیف** : طبرانی کبیر (۱۳۳۰۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یحییٰ بن عبداللہ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۱۱۵٦)، (۵۸/۷)]

[2] [**ضعیف وباطل** : ابو نعیم فی الحلیة (٦/۱۲۳) ابن عدی فی الکامل (٦/٤۳۱) مسند ابو یعلی (٤۵۵) ابن حبان فی المجروحین (۳/٤٤)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں مسرور بن سعید ضعیف ہے اور اس میں انقطاع بھی ہے۔ [مجمع الزوائد (۵/۸۹)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [۱/۱۸٤] شیخ البانیؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (۲٦۳)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

گھبرائیں نہیں تو آپ نے کہا میں کیسے نہ گھبراؤں خاوند والی میں نہیں، کسی کی ملکیت، کسی کی لونڈی باندی میں نہیں مجھے دنیا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا میں لوگوں کے سامنے کیا جواب دے سکوں گی؟ کون سا عذر پیش کر سکوں گی؟ ہائے کاش! کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی کاش کہ میں نسیا منسیا ہوگئی ہوتی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اماں آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں میں ان سب سے نپٹ لوں گا آپ انہیں صرف یہ سمجھا دینا کہ آج سے آپ نے چپ رہنے کی نذر کرلی ہے۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۖۚ ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۖ ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّا ۢ بِوَالِدَتِىْ وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

اب حضرت عیسیٰ کو لئے ہوئے وہ اپنی قوم کے پاس آئیں، سب کہنے لگے مریم نے تو بڑی بری حرکت کی ○ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی ○ مریم نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا، سب کہنے لگے کہ لو بھلا ہم گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں؟ ○ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے ○ اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں بھی میں ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک بھی میں زندہ رہوں ○ اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا ○ اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن کہ میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا، سلام ہی سلام ہے ○

بچہ گود میں لیے ہوئے لوگوں کے پاس: حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اللہ کے اس حکم کو بھی تسلیم کر لیا اور اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے لوگوں کے پاس آئیں۔ دیکھتے ہی ہر ایک انگشت بدنداں رہ گیا اور ہر منہ سے نکل گیا کہ مریم تو نے تو بڑا ہی برا کام کیا۔ نوف بکالی کہتے ہیں کہ لوگ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی جستجو میں نکلے تھے لیکن اللہ کی شان کہیں انہیں کھوج ہی نہ ملا۔ راستے میں ایک چرواہا ملا اس سے پوچھا کہ ایسی ایسی عورت کو تو نے کہیں اس جنگل میں دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ لیکن میں نے رات کو ایک عجیب بات یہ دیکھی ہے کہ میری یہ تمام گائیں اس وادی کی طرف سجدے میں گر گئیں۔ میں نے تو اس سے پہلے کبھی ایسا واقعہ دیکھا نہیں۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اس طرف سے ایک نور آرہا تھا۔ وہ اس کی نشان دہی پر جارہے تھے جو سامنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچے کو لئے ہوئے آتی دکھائی دے گئیں انہیں دیکھ کر آپ وہیں اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے بیٹھ گئیں۔ ان سب نے آپ کو گھیر لیا اور باتیں بنانے لگے۔ ان کا یہ کہنا کہ اے ہارون کی بہن! اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حضرت ہارون کی نسل سے تھیں۔ یا آپ کے گھرانے میں ہارون نامی ایک صالح شخص تھا اور اسی کی سی عبادت وریاضت حضرت

مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ اس لئے انہیں حضرت ہارون کی بہن کہا گیا۔ کوئی کہتا ہے ہارون نامی ایک بدکار شخص تھا اس لئے لوگوں نے طعن کی راہ سے انہیں اس کی بہن کہا۔

ان سب اقوال سے بڑھ کر غریب قول ایک یہ بھی ہے کہ آپ حضرات ہارون وموسیٰ کی وہی سگی بہن ہیں جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیٹی میں ڈال کر دریا میں چھوڑا تھا تو ان سے کہا تھا کہ تم اس طرح اس کے پیچھے پیچھے کنارے کنارے جاؤ کہ کسی کو خیال بھی نہ گزرے۔ یہ قول تو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ آپ کے بعد صرف خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی ہوئے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب میں ہوں اس لئے مجھ میں اور ان کے درمیان اور کوئی نبی نہیں گزرا۔ [1]

پس اگر محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا یہ قول کہ آپ حضرت ہارون کی سگی بہن تھیں ٹھیک ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام سے بھی پہلے تھے کیونکہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں ملاحظہ ہو آیت ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی﴾ [2] الخ' ان آیتوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ اور آپ کا جالوت کو قتل کرنا بیان ہوا ہے اور لفظ موجود ہیں کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا واقعہ ہے۔ انہیں جو غلطی لگی ہے اس کی وجہ تورات کی یہ عبارت ہے جس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے دریا سے پار ہو گئے اور فرعون مع اپنی قوم کے ڈوب مرا اس وقت مریم بنت عمران نے جو موسیٰ اور ہارون کی بہن تھیں' دف پر اللہ کے شکر کے ترانے بلند کئے آپ کے ساتھ اور عورتیں بھی تھیں۔ اس عبارت سے قرظی رحمہ اللہ نے سمجھ لیا کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں حالانکہ یہ محض غلطی ہے۔ ممکن ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام بھی مریم ہو لیکن یہ مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھیں اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ محض ناممکن ہے ہوسکتا ہے کہ نام دونوں کا ایک ہو ایک نام پر دوسرے نام رکھے جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں تو عادت تھی کہ وہ اپنے نبیوں ولیوں پر اپنے نام رکھتے تھے۔

مسند احمد میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران بھیجا وہاں مجھ سے بعض نصرانیوں نے پوچھا کہ تم یا اخت ہارون پڑھتے ہو حالانکہ موسیٰ علیہ السلام تو عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے گزرے ہیں مجھ سے تو کوئی جواب بن نہ پڑا جب میں مدینے واپس آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم نے انہیں اسی وقت کیوں نہ جواب دے دیا کہ وہ لوگ اپنے اگلے نبیوں اور نیک لوگوں کے نام پر اپنے اور اپنی اولادوں کے نام برابر رکھا کرتے تھے۔ صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح غریب

---

[1] **[صحیح**: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم (۳۴۴۲) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب فضائل عیسیٰ (۲۳۶۵)]

[2] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۴۶۔۲۵۱]

بتلاتے ہیں۔ [1] ایک مرتبہ حضرت کعب نے کہا تھا کہ یہ ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون نہیں اس پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا تو آپ نے کہا کہ اگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہو تب تو ہمیں منظور ہے ورنہ تاریخی طور پر تو ان کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ یہ سن کر ام المومنین رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں۔ [2] اس تاریخ میں ہمیں قدرے تامل ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا گھرانہ اوپر سے ہی نیک اور دیندار تھا اور یہ دینداری برابر گویا وراثتاً چلی آ رہی تھی۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں اور بعض پھر اس کے خلاف بھی ہوتے ہیں کہ اوپر سے نیچے تک سب بد ہی بد۔ یہ ہارون بڑے بزرگ آدمی تھے اس وجہ سے بنی اسرائیل میں ہارون نام رکھنے کا عام طور پر عام شوق ہوگیا تھا یہاں تک مذکور ہے کہ جس دن حضرت ہارون کا جنازہ نکلا تو آپ کے جنازے میں اسی ہارون نام کے چالیس ہزار آدمی تھے۔

الغرض وہ لوگ ملامت کرنے لگے کہ تم سے یہ برائی کیسے سرزد ہوگئی تم تو نیک کوکھ کی بچی ہو ماں باپ دونوں صالح سارا گھرانہ پاک پھر تم نے یہ کیا حرکت کی؟ قوم کی یہ کڑوی کسیلی باتیں سن کر حسب فرمان آپ نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے پوچھ لو۔ ان لوگوں کو تاؤ پر تاؤ آیا کہ دیکھو کیا ڈھٹائی کا جواب دیتی ہے گویا ہمیں پاگل بنا رہی ہے۔ بھلا گود کے بچے سے ہم کیا پوچھیں گے اور وہ ہمیں کیا بتائے گا؟ اتنے میں بن بلائے آپ بول اٹھے کہ لوگو! میں اللہ کا ایک غلام ہوں۔ سب سے پہلا کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہی ہے۔ اللہ کی تنزیہ اور تعظیم بیان کی اور اپنی غلامی اور بندگی کا اعلان کیا اللہ کی ذات کو اولاد سے پاک بتایا بلکہ ثابت کر دیا کیونکہ اولاد غلام نہیں ہوتی پھر اپنی نبوت کا اظہار کیا کہ مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے اپنا نبی بنایا ہے۔ اس میں اپنی والدہ کی براءت بیان کی بلکہ دلیل بھی دے دی کہ میں تو اللہ کا پیغمبر ہوں رب نے مجھے اپنی کتاب بھی عنایت فرما دی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب لوگ آپ کی والدہ ماجدہ سے باتیں بنا رہے تھے آپ اس وقت دودھ پی رہے تھے جسے چھوڑ کر بائیں کروٹ ہو کر ان کی طرف توجہ فرما کر یہ جواب دیا۔ کہتے ہیں اس قول کے وقت آپ کی انگلی اٹھی ہوئی تھی اور ہاتھ مونڈھے تک اونچا تھا۔ عکرمہ رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں مجھے کتاب دی اس کا مطلب یہ ہے کہ دینے کا ارادہ ہو چکا ہے یہ پورا ہو کر رہے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اسی وقت آپ کو کتاب یاد تھی سب سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوئے تھے۔ [3] لیکن اس قول کی سند ٹھیک نہیں۔ میں جہاں بھی ہوں لوگوں کو بھلائی سکھانے والا انہیں نفع پہنچانے والا ہوں۔ ایک عالم اپنے سے بڑے عالم سے ملے اور دریافت کیا کہ مجھے اپنے کس عمل کے اعلان کی اجازت ہے فرمایا بھلی بات کہنے اور بری بات کے روکنے کی۔ اس لئے کہ یہی اصل دین ہے اور یہی انبیاء علیہم السلام کا ورثہ ہے یہی کام ان

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الادب : باب النھی عن التکنی بأبی القاسم (۲۱۳۵) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ مریم (۳۱۵۵) مسند احمد (۲۵۲/۴)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۶۸۹)]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم کما فی الدرالمنثور للسیوطی (۴۸۷/۴)] اس کی سند میں یحییٰ بن سعید بن عطار موضوعات بیان کیا کرتا تھا اور اس کا شیخ مجہول ہے۔]

کے سپرد ہوتا رہا۔ پس جماعتی مسئلہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس عام برکت سے مراد بھلائی کا حکم اور برائی روکنا ہے۔ جہاں بیٹھتے اٹھتے، آتے جاتے یہ شغل برابر جاری رہتا۔ کبھی اللہ کی باتیں پہنچانے سے نہ رکتے۔ فرماتے ہیں مجھے حکم ملا ہے کہ زندگی بھر تک نماز وزکوۃ کا پابند رہوں۔ یہی حکم ہمارے نبی علیہ السلام کو ملا۔ ارشاد ہے ﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ [1] مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگا رہ۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ اس نے مجھ پر یہ دونوں کام میری زندگی کے آخری لمحے تک لکھ دیئے ہیں۔

اس سے تقدیر کا ثبوت اور منکرین تقدیر کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔ رب کی اطاعت کے اس حکم کے ساتھ ہی مجھے اپنی والدہ کی خدمت گزاری کا بھی حکم ہے۔ عموماً قرآن میں یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوتی ہیں جیسے آیت ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [2] اور آیت ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ﴾ [3] میں۔ اس نے مجھے گردن کش نہیں بنایا کہ میں اس کی عبادت سے یا والدہ کی اطاعت سے سرکشی اور تکبر کروں اور بدبخت بن جاؤں۔ کہتے ہیں جبار وشقی وہ ہے جو غصے میں آ کر خونریزی کر دے۔ فرماتے ہیں ماں باپ کا نافرمان وہی ہوتا ہے جو بدبخت اور گردن کش ہو۔ بدخلق وہی ہوتا ہے جو اکڑنے والا اور منافق ہو۔

مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے معجزوں کو دیکھ کر ایک عورت تعجب سے کہنے لگی مبارک ہو وہ پیٹ جس میں تو نے پرورش پائی اور مبارک ہو وہ سینہ جس نے تجھے دودھ پلایا۔ آپ نے جواب دیا مبارک ہے وہ جس نے کتاب اللہ کی تلاوت کی پھر تابعداری کی۔ اور سرکش اور بدبخت نہ بنا۔ پھر فرماتے ہیں میری پیدائش کے دن، موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے دن میں مجھ پر سلامتی ہے اس سے بھی آپ کی عبودیت اور منجملہ مخلوق کے ایک مخلوق الٰہی ہونا ثابت ہو رہا ہے کہ آپ مثل انسانوں کے عدم سے وجود میں آئے پھر موت کا مزہ بھی چکھیں گے۔ پھر قیامت کے دن دوبارہ جی اٹھیں گے بھی۔ لیکن ہاں یہ تینوں موقعے خوب سخت اور اور کٹھن ہیں آپ پر آسان اور سہل ہوں گے نہ کوئی گھبراہٹ ہوگی نہ پریشانی بلکہ امن چین اور سراسر سلامتی ہی سلامتی۔ صلوات اللہ وسلامه عليه۔

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۞ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ
وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۞ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۞ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۞

یہ ہے صحیح واقعہ عیسیٰ بن مریم کا، یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک شبہ میں مبتلا ہیں ○ اولاد اللہ کے لائق ہی نہیں وہ

---

[1] [الحجر: ۹۹] [2] [بنی اسرائیل: ۲۳]

[3] [لقمان: ۱۴]

تو بالکل پاک ذات ہے' وہ تو جب کسی کام کے سرانجام کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا۔ وہ اسی وقت ہو جاتا ہے ○ میرا اور تم سب کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کیا کرو' یہی وہ سیدھی راہ ہے ○ پھر یہ فرقے آپس میں اختلاف کرنے لگے' پس کافروں کے لئے ویل ہے اس بڑے دن کے آجانے سے ○

اولاد اللہ کی شان کے منافی: اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں جن جن لوگوں کا اختلاف تھا ان میں جو بات صحیح تھی وہ اتنی ہی تھی جتنی ہم نے بیان فرما دی۔ ﴿قَوْلَ﴾ کی دوسری قراءت قَوْلُ بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے ﴿قَالَ الْحَقُّ﴾ ہے۔ قول کا رفع زیادہ ظاہر ہے جیسے ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ [1] الخ' میں۔ یہ بیان فرما کر کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور اس کے بندے پھر اپنے نفس کی پاکیزگی بیان فرماتا ہے کہ اللہ کی شان سے گری ہوئی بات ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ یہ جاہل عالم جو افواہیں اڑا رہے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ پاک اور دور ہے وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے اسے سامان اسباب کی ضرورت نہیں پڑتی فرما دیتا ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ کام اسی طرح ہو جاتا ہے۔ ادھر حکم ہوا ادھر چیز تیار موجود۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ [2] یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک مثل آدم علیہ السلام کے ہے کہ اسے مٹی سے بنا کر فرمایا ہو جا اسی وقت ہو گیا یہ بالکل سچ ہے اور اللہ کا فرمان تجھے اس میں کسی قسم کا شک نہ کرنا چاہئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کرتے رہو۔ سیدھی راہ جسے میں اللہ کی جانب سے لے کر آیا ہوں یہی ہے۔ اس کی تابعداری کرنے والا ہدایت پر ہے اور اس کا خلاف کرنے والا گمراہی پر ہے یہ فرمان بھی آپ کا ماں کی گود سے ہی تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے بیان اور حکم کے خلاف بعد والوں نے لب کشائی کی اور ان کے بارے میں مختلف پارٹیوں کی شکل میں یہ لوگ بٹ گئے چنانچہ یہود نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ ولد الزنا ہیں' اللہ کی لعنتیں ان پر ہوں کہ انہوں نے اللہ کے ایک بہترین رسول پر بدترین تہمت لگائی۔ اور کہا کہ ان کا یہ کلام وغیرہ سب جادو کے کرشمے تھے۔ اسی طرح نصاریٰ بہک گئے کہنے لگے کہ یہ تو خود اللہ ہے یہ کلام اللہ کا ہی ہے۔ کسی نے کہا یہ اللہ کا لڑکا ہے کسی نے کہا تین معبودوں میں سے ایک ہے ہاں ایک جماعت نے واقعہ کے مطابق کہا کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں یہی قول صحیح ہے۔ اہل اسلام کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہی ہے اور یہی تعلیم الٰہی ہے۔

کہتے ہیں کہ بنو اسرائیل کا مجمع جمع ہوا اور اپنے میں سے انہوں نے چار ہزار آدمی چھانٹے ہر قوم نے اپنا اپنا ایک عالم پیش کیا۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد کا ہے۔ یہ لوگ آپس میں متنازع ہوئے ایک تو کہنے لگا یہ خود اللہ تھا جب تک اس نے چاہا زمین پر رہا جسے چاہا جلایا جسے چاہا مارا پھر آسمان پر چلا گیا اس گروہ

[1] [سورة البقرة: آیت ۱۴۷] [2] سورة آل عمران: آیت ۵۹۔۶۰]

کو یعقوبیہ کہتے ہیں لیکن اور تینوں نے اسے جھٹلایا اور کہا تو نے جھوٹ کہا اب دو نے تیسرے سے کہا اچھا تو کہہ تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا وہ اللہ کے بیٹے تھے اس جماعت کا نام نسطوریہ پڑا۔ دو جو رہ گئے انہوں نے کہا تو نے بھی غلط کہا ہے۔ پھر ان دو میں سے ایک نے کہا تم کہو اس نے کہا میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ تین میں سے ایک ہیں ایک تو اللہ جو معبود ہے۔ دوسرے یہی جو معبود ہیں تیسرے ان کی والدہ جو معبود ہیں۔ یہ اسرائیلیہ گروہ ہوا اور یہی نصرانیوں کے بادشاہ تھے ان پر اللہ کی لعنتیں۔ چوتھے نے کہا تم سب جھوٹے ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے اللہ ہی کا کلمہ اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح۔ یہ لوگ مسلمان کہلائے اور یہی سچے تھے ان میں سے جس کے تابع جو تھے وہ اسی کے قول پر ہو گئے اور آپس میں خوب اچھلے۔ چونکہ سچے اسلام والے ہر زمانے میں تعداد میں کم ہوتے ہیں ان پر یہ ملعون چھا گئے انہیں دبا لیا انہیں مارنا پیٹنا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔

اکثر مؤرخین کا بیان ہے کہ قسطنطین بادشاہ نے تین بار عیسائیوں کو جمع کیا آخری مرتبہ کے اجتماع میں ان کے دو ہزار ایک سو ستر علماء جمع ہوئے تھے لیکن یہ آپس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف آراء رکھتے تھے۔ سو کچھ کہتے تو ستر اور ہی کچھ کہتے' پچاس کچھ اور ہی کہہ رہے تھے' ساٹھ کا عقیدہ کچھ اور ہی تھا۔ ہر ایک کا خیال دوسرے سے ٹکرا رہا تھا۔ سب سے بڑی جماعت تین سو آٹھ کی تھی۔ بادشاہ نے اس طرف بکثرت دیکھ کر کثرت کا ساتھ دیا۔ مصلحت ملکی اسی میں تھی کہ اس کثیر گروہ کی طرفداری کی جائے لہٰذا اس کی پالیسی نے اسے اسی طرف متوجہ کر دیا۔ اور اس نے باقی کے سب لوگوں کو نکلوا دیا اور ان کے لئے امانت کبریٰ کی رسم ایجاد کی جو در اصل سب سے زیادہ بدترین خیانت ہے۔ اب مسائل شرعیہ کی کتابیں ان علماء سے لکھوائیں اور بہت سی رسومات ملکی اور ضروریات شہری کو شرعی صورت میں میں داخل کر لیا۔ بہت سی نئی نئی باتیں ایجاد کیں اور اصلی دین مسیحی کی صورت کو مسخ کر کے ایک مجموعہ مرتب کرایا اور اسے لوگوں میں قانوناً رائج کر دیا اور اس وقت سے دین مسیحی یہی سمجھا جانے لگا۔ جب اس پر ان سب کو رضامند کر لیا تو اب چاروں طرف کلیسا' گرجے اور عبادت خانے بنوانے اور وہاں ان علماء کو بٹھانے اور ان کے ذریعے سے اس اپنی نو مولود مسیحیت کو پھیلانے کی کوشش میں لگ گیا۔ شام میں' جزیرہ میں' روم میں تقریباً بارہ ہزار ایسے مکانات اس کے زمانے میں تعمیر کرائے گئے اس کی ماں ہیلانہ نے جس جگہ سولی گڑھی ہوئی تھی وہاں ایک قبہ بنوا دیا اور اس کی باقاعدہ پرستش شروع ہو گئی۔ اور سب نے یقین کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھ گئے حالانکہ ان کا یہ قول غلط ہے اللہ نے اپنے اس معزز بندے کو اپنی جانب آسمان پر چڑھا لیا ہے۔ یہ ہے عیسائی مذہب کے اختلاف کی ہلکی سی مثال۔

ایسے لوگ جو اللہ پر جھوٹ افترا باندھیں اس کی اولاد یں اور شریک وحصہ دار ثابت کریں گو وہ دنیا میں مہلت پالیں لیکن اس عظیم الشان دن کو ان کی ہلاکت انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اور برباد ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو گو جاری نہ کرے لیکن چھوڑتا بھی نہیں۔

بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اس کی پکڑ نازل ہوتی ہے تو پھر کوئی جائے پناہ باقی نہیں رہتی یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت قرآن ﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ

﴿ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ [1] تلاوت فرمائی۔ [2] یعنی تیرے رب کی پکڑ کا طریقہ ایسا ہی ہے جب وہ کسی ظلم سے آلودہ بستی کو پکڑتا ہے۔ یقین مانو کہ اس کی پکڑ نہایت المناک اور بہت سخت ہے۔

بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ ناپسند باتوں کو سن کر صبر کرنے والا اللہ سے زیادہ کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد بتلاتے ہیں اور وہ انہیں روزیاں دے رہا ہے اور عافیت بھی۔ [3] خود قرآن فرماتا ہے۔ ﴿وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ [4] بہت سی بستیوں والے وہ ہیں جن کے ظالم ہونے کے باوجود میں نے انہیں ڈھیل دی پھر پکڑ لیا آخر لوٹنا تو میری ہی جانب ہے۔ اور آیت میں ہے کہ ظالم لوگ اپنے اعمال سے اللہ کو غافل نہ سمجھیں انہیں جو مہلت ہے وہ اس دن تک ہے جس دن آنکھیں اوپر کو چڑھ جائیں گی۔ [5]

یہی فرمان یہاں بھی ہے کہ ان پر اس بہت بڑے دن کی حاضری نہایت سخت دشوار ہوگی۔ صحیح حدیث میں ہے جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ ایک ہے وہی معبود برحق ہے اس کے سوا لائق عبادت اور کوئی نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف ڈالا تھا اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اس کے خواہ کیسے ہی اعمال ہوں اللہ اسے ضرور جنت میں پہنچائے گا۔ [6]

أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا ۖ لَٰكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ وَأَنذِرْهُمْ
يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ
الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٤٠﴾

کیا خوب دیکھنے سننے والے ہوں گے اس دن جب کہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے لیکن آج تو یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ○ تو انہیں اس رنج وافسوس کے دن کا ڈر سنا دے جب کہ کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا اور یہ لوگ غفلت اور بے ایمانی میں ہی رہ جائیں گے ○ خود زمین کے اور تمام زمین والوں کے وارث ہم ہی ہوں گے اور سب لوگ

---

[1] [سورۃ ھود: آیت ۱۰۲]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى (۴۶۸۶) صحیح مسلم: کتاب البرّ والصلة: باب تحريم الظلم (۲۵۸۳) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب العقوبات (۴۰۱۸) ترمذی: کتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة هود (۳۱۱۰)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب الصبر فی الاذیٰ (۶۰۹۹) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقين: باب فی الکفار (۲۸۰۴۔ ۵۰)]

[4] [سورۃ الحج: آیت ۴۸]

[5] [سورۃ ابراهيم: آیت ۴۲]

[6] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قوله تعالى يا هل الكتاب لا تغلو فی دينكم (۳۴۳۵) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة (۲۸)]

روزِ قیامت روزِ حسرت بھی: ارشاد ہے کہ گو آج دنیا میں یہ کفار آنکھیں بند کئے ہوئے اور کانوں میں روئی ٹھونسے ہوئے ہیں، لیکن قیامت کے دن ان کی آنکھیں خوب روشن ہو جائیں گی اور کان بھی خوب کھل جائیں گے۔ جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا﴾ [1] الخ، کاش کہ تو دیکھتا جب یہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے شرمسار سرنگوں کھڑے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہم نے دیکھا سنا۔ الخ۔

پس اس دن نہ دیکھنا کام آئے نہ سننا نہ حسرت وافسوس کرنا نہ واویلا کرنا۔ اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں سے دنیا میں کام لے کر اللہ کے دین کو مان لیتے تو آج انہیں حسرت وافسوس نہ کرنا پڑتا اس دن آنکھیں کھولیں گے اور آج اندھے بہرے بنے پھرتے ہیں نہ ہدایت کو طلب کرتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، نہ بھلی باتیں سنتے ہیں نہ مانتے ہیں۔ مخلوق کو اس حسرت والے دن سے خبردار کر دیجئے جب کہ تمام کام فیصل کر دیئے جائیں گے، جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔ اس حسرت وندامت کے دن سے یہ آج غافل ہو رہے ہیں بلکہ ایمان ویقین بھی نہیں رکھتے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد موت کو ایک بھیڑیئے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا پھر اہل جنت سے پوچھا جائے گا کہ اسے جانتے ہو؟ وہ دیکھ کر کہیں گے ہاں یہ موت ہے دوزخیوں سے بھی یہی سوال ہوگا اور وہ بھی یہی جواب دیں گے۔ اب حکم ہوگا اور موت کو ذبح کر دیا جائے گا اور ندا کر دی جائے گی کہ اہل جنت تمہارے لئے ہمیشہ موت نہیں اور اہل جہنم تمہارے لئے بھی اب ہمیشہ کے لئے موت نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے یہی آیت ﴿وَاَنْذِرْهُمْ﴾ الخ تلاوت فرمائی۔ اور آپ نے اشارہ کیا اور فرمایا اہل دنیا غفلت دنیا میں ہیں [2] (مسند امام احمد) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ مطول بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہر شخص اپنے دوزخ اور جنت کے گھر کو دیکھ رہا ہوگا وہ دن ہی حسرت وافسوس کا ہے جہنمی جنتی گھر کو دیکھ رہا ہوگا اور اس سے کہا جاتا ہوگا کہ اگر تم عمل کرتے تو تمہیں یہ جگہ ملتی وہ حسرت وافسوس کرنے لگیں گے ادھر جنتیوں کو جہنم کا گھر دکھا کر فرمایا جائے گا کہ اگر اللہ کا احسان تم پر نہ ہوتا تو تم یہاں ہوتے۔ اور روایت میں ہے کہ موت کو ذبح کر کے جب ہمیشہ کے لئے کی آواز لگا دی جائے گی اس وقت جنتی تو اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر اللہ نہ بچائے تو مارے خوشی کے مر جائیں اور جہنمی اس قدر رنجیدہ ہو کر چیخیں گے کہ اگر موت ہوتی تو ہلاک ہو جائیں۔ پس اس آیت کا یہی مطلب ہے یہ وقت حسرت کا بھی ہوگا اور کام کے خاتمے کا

---

[1] [سورۃ السجدۃ: آیت ۱۲]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ عزوجل وانذرھم یوم الحسرۃ (۴۷۳۰) صحیح مسلم: کتاب الجنۃ: باب النار یدخلھا الجبارون (۲۸۴۹)]

بھی یہی ہوگا۔ پس یوم الحسرت بھی قیامت کے ناموں سے ایک نام ہے۔

چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُّ فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ﴾[1] الخ' پھر بتایا کہ خالق مالک متصرف اللہ ہی ہے سب اسی کی ملکیت ہے اور سب کو فنا ہے باقی صرف اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ ہی ہے کوئی ملکیت اور تصرف کا سچا دعویدار بجز اس کے کوئی نہیں تمام خلق کا وارث حاکم وہی ہے اس کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ خلیفہ اسلام امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو کوفے میں خط لکھا' جس میں لکھا کہ حمد وصلوٰۃ کے بعد اللہ نے روز اول سے ہی ساری مخلوق پر فنا لکھ دی ہے۔ سب کو اس کی طرف پہنچنا ہے' اس نے اپنی نازل کردہ اس سچی کتاب میں جسے اپنے علم سے محفوظ کئے ہوئے ہے اور جس کی نگہبانی اپنے فرشتوں سے کرا رہا ہے لکھ دیا ہے کہ زمین کا اور اس کے اوپر جو ہیں ان کا وارث وہی ہے اسی کی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

وَاذۡكُرۡ فِی الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِیۡمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ۝۴۱ اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا یَسۡمَعُ وَلَا یُبۡصِرُ وَلَا یُغۡنِیۡ عَنۡكَ شَیۡـًٔا ۝۴۲ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ قَدۡ جَآءَنِیۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ یَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِیۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ۝۴۳ یٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّیۡطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِیًّا ۝۴۴ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَكُوۡنَ لِلشَّیۡطٰنِ وَلِیًّا ۝۴۵

اس کتاب میں ابراہیم کا قصہ بیان کر' بے شک وہ بڑی راستی والے پیغمبر تھے ○ جب کہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں؟ نہ آپ کو کچھ بھی فائدہ پہنچا سکیں ○ میرے مہربان باپ آپ دیکھئے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں تو آپ میری ہی مانئے' میں بالکل سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا ○ میرے ابا آپ شیطان کی پرستش سے باز آئیں' شیطان تو رحم وکرم والے اللہ کا بڑا ہی نافرمان ہے ○ ابا جی مجھے خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں آپ کو کوئی اللہ کا عذاب نہ آ پڑے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں ○

ابراہیم علیہ السلام کا ذکر: مشرکین مکہ جو بت پرست ہیں اور اپنے آپ کو خلیل اللہ علیہ السلام کا متبع خیال کرتے ہیں ان کے سامنے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیجئے۔ اس سچے نبی نے اپنے باپ کی بھی پرواہ نہ کی اور اس کے سامنے بھی حق کو واضح کر دیا اور اسے بت پرستی سے روکا۔ صاف کہا کہ کیوں ان بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو جو نفع پہنچا سکیں نہ ضرر۔ فرمایا کہ میں بیشک آپ کا بچہ ہوں لیکن اللہ کا علم جو میرے پاس ہے آپ کے پاس نہیں آپ میری اتباع کیجئے میں آپ کو راہ راست دکھا دوں گا برائیوں سے بچا کر بھلائیوں میں پہنچا دوں گا۔ ابا جی بت پرستی تو شیطان کی تابعداری ہے وہی اس کی راہ سجھاتا ہے اور وہی اس سے خوش

---

[1] [سورۃ الزمر: آیت ٥٦]

ہوتا ہے۔ جیسے سورۂ یاسین میں ہے ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ﴾ [1] الخ' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے انسانو! کیا میں نے تم سے عہد نہیں کیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور آیت میں ہے ﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنَاثًا﴾ [2] الخ' یہ لوگ تو عورتوں کو پکارتے ہیں اور اللہ کو چھوڑتے ہیں دراصل یہ سرکش شیطان کے پکارنے والے ہیں۔

آپ نے فرمایا شیطان اللہ کا نافرمان ہے' مخالف ہے' اس کی فرمانبرداری سے تکبر کرنے والا ہے' اسی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا ہے اگر تو نے بھی اس کی اطاعت کی تو وہ اپنی حالت پر بھی پہنچا دے گا۔ ابا جان آپ کے اس شرک و عصیان کی وجہ سے مجھے تو خوف ہے کہ کہیں آپ پر اللہ کا کوئی عذاب نہ آجائے اور آپ شیطان کے دوست اور اس کے ساتھی نہ بن جائیں اور اللہ کی مدد اور اس کا ساتھ آپ سے چھوٹ جائے۔ دیکھو! شیطان خود بے کس بے بس ہے اس کی تابعداری آپ کو بری جگہ پہنچا دے گی۔ جیسے فرمان باری ہے۔ ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [3] یعنی یہ یقینی اور قسمیہ بات ہے کہ تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی ہم نے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کی بداعمالیاں انہیں مزین کر کے دکھلائیں اور وہی ان کا ساتھی بن گیا لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا اور قیامت کے دن عذاب الیم میں پھنس گئے۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝

اس نے جواب دیا کہ اے ابراہیم! کیا تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے؟ سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا جا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہ ○ کہا اچھا تم پر سلام ہو میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا' وہ مجھ پر حد درجے مہربان ہے۔ میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں۔ صرف اپنے پروردگار کو ہی پکارتا رہوں گا' مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگنے میں محروم نہ رہوں گا ○

ابراہیم علیہ السلام کو باپ کی دھمکی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طرح سمجھانے پر ان کے باپ نے جو جہالت کا جواب دیا وہ بیان ہو رہا ہے کہ اس نے کہا ابراہیم تو میرے معبودوں سے بیزار ہے' ان کی عبادت سے تجھے انکار ہے اچھا سن رکھ اگر تو اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا' انہیں برا کہتا رہا' ان کی عیب جوئی اور انہیں گالیاں دینے سے نہ رکا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ مجھے تو تکلیف نہ دے نہ مجھ سے کچھ کہہ۔ یہی بہتر ہے کہ تو سلامتی کے ساتھ مجھ سے الگ ہو جائے ورنہ میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ مجھ سے تو تو اب ہمیشہ کے لئے گیا گزرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا خوش رہو میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی کیونکہ آپ میرے والد ہیں بلکہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ

[1] [یسین: ٦٠] [2] [النسآء: ١١٧] [3] [النحل: ٦٣]

آپ کو نیک توفیق دے اور آپ کے گناہ بخشے۔ مومنوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ جاہلوں سے بھڑتے نہیں جیسے کہ قرآن میں ہے ﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ [1] جاہلوں سے جب ان کا خطاب ہوتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ سلام۔ اور آیت میں ہے لغو باتوں سے وہ منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ تم پر سلام ہو۔ ہم جاہلوں کے درپے نہیں ہوتے۔ [2] پھر فرمایا کہ میرا رب میرے ساتھ بہت مہربان ہے اسی کی مہربانی ہے کہ مجھے ایمان واخلاص کی ہدایت کی۔ مجھے اس سے اپنی دعا کی قبولیت کی امید ہے اس سے وعدے کے مطابق آپ ان کے لئے بخشش طلب کرتے رہے۔ شام کی ہجرت کے بعد بھی، مسجد حرام بنانے کے بعد بھی، آپ کے ہاں اولاد ہو جانے کے بعد بھی آپ کہتے رہے کہ اے اللہ مجھے میرے ماں باپ کو اور تمام ایمان والوں کو حساب کے قائم ہونے کے دن بخش دے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرو۔ آپ ہی کی اقتداء میں پہلے پہل مسلمان بھی ابتداءِ اسلام کے زمانے میں اپنے قرابت دار مشرکوں کے لئے بخشش کی دعائیں کرتے رہے۔ آخر آیت نازل ہوئی کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام قابل اتباع ہیں لیکن اس بات میں ان کا فعل اس قابل نہیں۔

اور آیت میں فرمایا ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾ [3] الخ، یعنی نبی ﷺ کو اور ایمانداروں کو مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرنا چاہئے الخ اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ استغفار صرف اس بنا پر تھا کہ آپ اپنے والد سے اس کا وعدہ کر چکے تھے لیکن جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بری ہو گئے۔ ابراہیم علیہ السلام تو بڑے ہی اللہ دوست اور علم والے تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں تم سب سے اور تمہارے ان تمام معبودوں سے الگ ہوں، میں صرف اللہ واحد کا عابد ہوں اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا میں فقط اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی دعاؤں میں محروم نہ رہوں گا۔ واقعہ بھی یہی ہے۔

اور یہاں پر لفظ ﴿عَسٰى﴾ یقین کے معنوں میں ہے اس لئے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بعد سید الانبیاء ہیں۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا
جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

جب ابراہیم ان سب کو اور اللہ کے سوا ان کے سب معبودوں کو چھوڑ چکے تو ہم نے انہیں اسحاق ویعقوب عطا فرمائے، اور دونوں کو نبی بنا دیا ○ اور ان سب کو ہم نے اپنی بہت سی رحمتیں عطا فرمائیں اور ہم نے ان کے ذکر جمیل کو بلند درجے کا کر دیا ○

جب ابراہیم علیہ السلام سب سے الگ ہو گئے: خلیل اللہ علیہ السلام ماں باپ کو رشتے کنبے کو قوم وملک کو اللہ کے دین پر قربان

---

[1] [سورۃ الفرقان: آیت ٦٣]
[2] [سورۃ القصص : آیت ٥٥]
[3] [سورۃ التوبہ: آیت ١١٣-١١٤]

کر چکے' سب سے یک طرف ہو گئے۔ اپنی براءت اور علیحدگی کا اعلان کر دیا تو اللہ نے ان کی نسل جاری کر دی آپ کے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام ہوئے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام ہوئے۔ جیسے فرمان ہے۔ ﴿ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ﴾ [1] اور آیت میں ہے ﴿ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ﴾ [2] یعنی اسحاق کے پیچھے یعقوب علیہ السلام پس حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد تھے جیسے سورۂ بقرہ کی آیت ﴿ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ ﴾ [3] الخ' میں صاف لفظ ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بچوں سے پوچھا کہ تم سب میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسی اللہ کی جس کی عبادت آپ کرتے ہیں اور آپ کے والد ابراہیم' اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام۔

پس یہاں مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کی نسل جاری رکھی بیٹا دیا بیٹے کے ہاں بیٹا دیا اور دونوں کو نبی بنا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام بھی نبی بنائے گئے تھے ان کا ذکر یہاں نہیں کیا اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کے وقت خلیل الرحمن علیہ السلام زندہ نہ تھے یہ دونوں نبوتیں یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کی نبوت آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے تھی اس لئے اس احسان کا ذکر بیان فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال ہوا کہ سب سے بہتر شخص کون ہے۔ تو آپ نے فرمایا یوسف نبی اللہ بن یعقوب نبی اللہ بن اسحاق نبی اللہ بن ابراہیم نبی اللہ وخلیل اللہ۔ [4] اور حدیث میں ہے کریم بن کریم بن کریم بن کریم' یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔ [5] علیہم السلام۔ ہم نے انہیں اپنی بہت ساری نعمتیں دیں اور ان کا ذکر خیر اور ثنا جمیل کو دنیا میں ان کے بعد بلندی کے ساتھ باقی رکھا یہاں تک کہ ہر مذہب والے ان کے گن گاتے ہیں۔ فصلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى ۚ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝51 وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝52 وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝53

اس قرآن میں موسیٰ کا ذکر بھی کر جو چنا ہوا اور رسول اور نبی تھا ○ ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے ندا کی اور راز گوئی کرتے ہوئے ہم نے اسے قریب کر لیا ○ اور اپنی خاص رحمت سے اسے اس کے بھائی کو نبی بنا کر عطا فرمایا ○

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر: اپنے خلیل علیہ السلام کا بیان فرما کر اب اپنے کلیم علیہ السلام کا بیان فرماتا ہے۔ ﴿ مُخْلَصًا ﴾ کی

[1] [سورۃ الانبیآء: آیت ۷۲]
[2] [سورۃ ھود: آیت ۷۱]
[3] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۳۳]
[4] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالی لقد کان فی یوسف واخوتہ (۳۳۸۳)، (۴۶۸۸) مسند احمد (۲/۹۶)]
[5] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب ام کنتم شھدآء (۳۳۸۲)، (۳۳۸۳) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب من فضائل یوسف (۲۳۷۸) مسند احمد (۲/۲۵۷)]

دوسری قراءت ﴿ مُخۡلِصاً ﴾ بھی ہے۔ یعنی وہ باخلاص عبادت کرنے والے تھے۔ مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے روح اللہ! ہمیں بتایئے مخلص شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو محض اللہ کے عمل کرے اسے اس بات کی چاہت نہ ہو کہ لوگ میری تعریفیں کریں۔ دوسری قراءت میں ﴿ مُخۡلَصاً ﴾ ہے یعنی اللہ کے چیدہ اور برگزیدہ بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے فرمان باری ہے ﴿ اِنِّیۡ اصۡطَفَیۡتُكَ عَلَی النَّاسِ ﴾ [1] آپ اللہ کے نبی اور رسول تھے پانچ بڑے جلیل القدر اولوالعزم رسولوں میں سے ایک آپ ہیں، یعنی نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام ہم نے انہیں مبارک پہاڑ طور کی دائیں جانب سے آواز دی اور سرگوشی کرتے ہوئے اپنے قریب کرلیا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ آگ کی تلاش میں طور کی طرف گئے یہاں آگ دیکھ کر بڑھے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس قدر قریب ہوگئے کہ قلم کی آواز سننے لگے۔ مراد اس سے توراۃ لکھنے کی قلم ہے۔ سدی کہتے ہیں آسمان میں گئے اور کلام باری سے مشرف ہوئے۔ کہتے ہیں انہی باتوں میں یہ فرمان بھی ہے کہ اے موسیٰ! جب کہ میں تیرے دل کو شکر گزار اور تیری زبان کو اپنا ذکر کرنے والی بنادوں اور تجھے ایسی بیوی دوں جو نیکی کے کاموں میں تیری معاون ہو تو سمجھ لے کہ میں نے تجھ سے کوئی بھلائی اٹھا نہیں رکھی۔ اور جسے میں یہ چیزیں نہ دوں سمجھ لے کہ اسے کوئی بھلائی نہیں ملی۔ ان پر ایک مہربانی ہم نے یہ بھی کی کہ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر ان کی امداد کے لئے ان کے ساتھ کر دیا جیسے کہ آپ کی چاہت اور دعا تھی۔ فرمایا تھا ﴿ وَاَخِیۡ هٰرُوۡنُ هُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ لِسَانًا فَاَرۡسِلۡهُ مَعِیَ ﴾ [2] الخ۔

اور آیت میں ہے ﴿ قَدۡ اُوۡتِیۡتَ سُؤۡلَكَ یٰمُوۡسٰی ﴾ [3] موسیٰ تیرا سوال ہم نے پورا کر دیا۔ آپ کی دعا کے لفظ یہ بھی وارد ہیں ﴿ فَاَرۡسِلۡ اِلٰی هٰرُوۡنَ ﴾ [4] الخ، ہارون کو بھی رسول بنا کر الخ، کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ بہتر دعا اور اسی سے بڑھ کر شفاعت کسی نے کسی کی دنیا میں نہیں کی۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہما

وَاذۡكُرۡ فِی الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِیۡلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا ۚ وَكَانَ یَاۡمُرُ
اَهۡلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۖ وَكَانَ عِنۡدَ رَبِّهٖ مَرۡضِیًّا ﴿۵۵﴾

اس کتاب میں اسماعیل کا واقعہ بھی بیان کر، وہ بڑا ہی وعدے کا سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی ○ وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا رہتا تھا اور تھا بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول ○

اسماعیل علیہ السلام کا ذکر: حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام کا ذکر خیر بیان ہو رہا ہے آپ سارے حجاز کے باپ ہیں جو نذر اللہ کے نام کی مانتے تھے جو عبادت کرنے کا ارادہ کرتے تھے پوری ہی کرتے تھے۔ ہر حق ادا کرتے تھے ہر

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ١٤٤] [2] [سورۃ القصص: آیت ٣٤]
[3] [سورۃ طٰہ: آیت ٣٦] [4] [سورۃ الشعرآء: آیت ١٣-١٤]

وعدے کی وفا کرتے تھے۔ ایک شخص سے وعدہ کیا کہ میں فلاں جگہ آپ کو ملوں گا وہاں آپ آ جانا۔ حسب وعدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام وہاں گئے لیکن وہ شخص نہیں آیا تھا۔ آپ اس کے انتظار میں وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ایک دن رات پورا گزر گیا اب اس شخص کو یاد آیا اس نے آ کر دیکھا کہ آپ وہیں انتظار میں ہیں پوچھا کہ کیا آپ کل سے یہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا جب وعدہ ہو چکا تھا تو پھر میں آپ کے آئے بغیر کیسے ہٹ سکتا اس نے معذرت کی کہ میں بالکل بھول گیا تھا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تو کہتے ہیں یہیں انتظار میں ہی آپ کو ایک سال کامل گزر چکا تھا۔

ابن شوزب کہتے ہیں وہیں مکان کر لیا تھا۔ عبداللہ بن ابی الحمساء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت سے پہلے میں نے آپ سے کچھ تجارتی لین دین کیا تھا میں چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ آپ یہی ٹھہریئے میں ابھی واپس آتا ہوں پھر مجھے خیال ہی نہ رہا وہ دن گزرا وہ رات گزری دوسرا دن گزر گیا تیسرے دن مجھے خیال آیا تو دیکھا آپ وہیں ہی تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا میں آج تین دن سے یہیں انتظار کرتا رہا۔ [1] (خرائطی)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس وعدے کا ذکر ہے جو آپ نے وقت ذبح کیا تھا کہ ابا جی آپ مجھے پورا کرنے والا پائیں گے۔ چنانچہ فی الواقع آپ نے وعدے کی وفا کی اور صبر و برداشت سے کام لیا۔ وعدے کی وفا نیک کام ہے اور وعدہ خلافی بہت بری چیز ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے ایمان والو! وہ باتیں زبانوں سے کیوں نکالتے ہو جن پر خود عمل نہیں کرتے اللہ کے نزدیک یہ بات نہایت ہی غضبناک کی ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں منافق کی تین نشانیاں ہیں باتوں میں جھوٹ، وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت۔ [2] ان آفتوں سے مومن الگ تھلگ ہوتے ہیں یہی وعدے کی سچائی حضرت اسماعیل علیہ السلام میں تھی اور یہی پاک صفت جناب محمد ﷺ میں بھی تھی۔ کبھی کسی سے کسی وعدے کے خلاف آپ نے نہیں کیا۔

آپ نے ایک مرتبہ ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے مجھ سے جو بات کی سچی کی اور جو وعدہ اس نے مجھ سے کیا پورا کیا۔ [3] حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تخت خلافت نبوی پر قدم رکھتے ہی اعلان کر دیا کہ جس سے نبی ﷺ نے جو وعدہ کیا ہو میں اس کے پورا کرنے کے لئے تیار ہوں اور حضور ﷺ پر جس کا قرض ہو میں اس کی ادائیگی کے لئے موجود ہوں۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا کہ بحرین کا مال آیا تو میں تجھے تین لپیں بھر کر دوں گا جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد: کتاب الادب : باب فی العدۃ (٤٩٩٦) الخرائطی فی مکارم الاخلاق (٣٢)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود (١٠٦٢)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب الایمان : باب علامات المنافق (٣٣) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (٥٩)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل اصحاب النبی : باب ذکر اصہار النبی منہم ابو العاص بن الربیع (٣٧٢٩)]

بحرین کا مال آیا تو آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا لو لپ بھر لو۔ آپ کی لپ میں پانچ درہم آئے حکم دیا کہ تین لپوں کے پندرہ درہم لے لو۔ (۱) پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا رسول نبی ہونا بیان فرمایا۔ حالانکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا نبی ہونا بیان فرمایا گیا ہے اس سے آپ کی فضیلت اپنے بھائی پر ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے اللہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پسند فرمایا الخ۔ (۲) پھر آپ کی مزید تعریف بیان ہو رہی ہے کہ آپ اللہ کی اطاعت پر صابر تھے اور اپنے گھرانے کو بھی یہی حکم فرماتے رہتے تھے۔

یہی فرمان اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (۳) الخ، اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کرتا رہ اور خود بھی اس پر مضبوطی سے عامل رہ۔ اور آیت میں ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (۴) الخ' اے ایمان والو! اپنے آپ کو اپنی اہل وعیال کو اس آگ سے بچالو جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جہاں عذاب کرنے والے فرشتے رحم سے خالی زور آور اور بڑے سخت ہیں۔ ناممکن ہے کہ اللہ کے حکم کا وہ خلاف کریں بلکہ جو ان سے کہا گیا ہے اسی کی تابعداری میں مشغول ہیں۔ پس مسلمانوں کو حکم الٰہی ہو رہا ہے کہ اپنے گھر بار کو اللہ کی ہدایت کرتے رہیں گناہوں سے روکتے رہیں یونہی بے تعلیم نہ چھوڑیں کہ وہ جہنم کا لقمہ بن جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس مرد پر اللہ کا رحم ہو جو رات تہجد پڑھنے کے لئے اپنے بستر سے اٹھتا ہے پھر اپنی بیوی کو اٹھاتا ہے اگر وہ نہیں اٹھتی تو اس کے منہ پر پانی چھڑک کر اسے نیند سے بیدار کرتا ہے اور اس عورت پر بھی اللہ کی رحمت ہو جو رات کو تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتی ہے۔ پھر اپنے میاں کو جگاتی ہے اور وہ نہ جاگے تو اس کے منہ پر پانی ڈالتی ہے۔ (۵) (ابوداؤد' ابن ماجہ) آپ کا فرمان ہے کہ جب انسان رات کو جاگے اور اپنی بیویوں کو بھی جگائے اور دونوں دو رکعت بھی نماز کی ادا کرلیں تو اللہ کے ہاں اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں عورتوں میں دونوں کے نام لکھ لئے جاتے ہیں (۶) (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب قصة عمان والبحرین (۴۳۸۳) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فی سخائه (۲۳۱۴)]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فضل نسب النبی و تسلیم الحجر علیه قبل النبوة (۲۲۷۶) ترمذی : کتاب المناقب : باب ما جاء فی فضل النبی (۳۶۰۵)]

(۳) [سورة طه: آیت ۱۳۲] (۴) [سورة التحریم: آیت ٦]

(۵) [حسن صحیح : ابو داؤد : کتاب الصلوة التطوع : باب قیام اللیل (۱۳۰۸) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة : باب ما جاء فیمن ایقظ اهله من اللیل (۱۳۳٦) نسائی : کتاب قیام اللیل و تطوع النهار : باب الترغیب فی قیام اللیل (۱٦۱۱) مستدرك حاكم (۳۰۹/۱) صحیح ابن حبان (۲۵٦۷) بیهقی (۱۰/۲) مسند احمد (۲۵۰/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود (۱۰۹۹)]

(٦) [صحیح : ابو داؤد (۱۳۰۹) ابن ماجه (۱۳۳۵) بیهقی فی السنن الکبری (۵۰۱/۲) مستدرك حاكم (۳۱٦/۱) ابن حبان (۲۵٦۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود (۱۱۵۸)]

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ۙ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾

اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کر وہ بھی نیک کردار پیغمبر تھا○ ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھا لیا○

ادریس علیہ السلام کا ذکر: حضرت ادریس علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے کہ آپ سچے نبی تھے اللہ کے خاص بندے تھے۔ آپ کو ہم نے بلند مکان پر اٹھا لیا۔ صحیح حدیث کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ چوتھے آسمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی۔ [1] اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک عجیب وغریب اثر وارد کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ کل اولاد آدم کے نیک اعمال کے برابر صرف تیرے نیک اعمال میں اپنی طرف ہر روز چڑھاتا ہوں۔ اس پر آپ کو خیال آیا کہ آپ عمل میں اور سبقت کریں جب آپ کے پاس آپ کا دوست فرشتہ آیا تو آپ نے اس سے ذکر کیا میرے پاس یوں وحی آئی ہے اب تم ملک الموت سے کہو کہ وہ میری موت میں تاخیر کریں تو میں نیک اعمال میں اور بڑھ جاؤں۔ اس فرشتے نے آپ کو اپنے پروں میں بٹھا کر آسمان پر چڑھا دیا جب چوتھے آسمان پر پہنچے تو ملک الموت کو دیکھا فرشتے نے آپ سے حضرت ادریس علیہ السلام کی بابت سفارش کی تو ملک الموت نے فرمایا وہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا یہ ہیں میرے بازو پر بیٹھے ہوئے آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مجھے یہاں اس آسمان پر اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہو رہا ہے چنانچہ اسی وقت ان کی روح قبض کر لی گئی۔ یہ ہیں اس آیت کے معنی۔

لیکن یہ یاد رہے کہ کعب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان اسرائیلیات میں سے ہے اور اس کے بعض میں نکارت ہے۔ واللہ اعلم۔ یہی روایت اور سند سے ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بذریعہ اس فرشتے کو پچھوایا تھا کہ میری عمر کتنی باقی ہے؟ اور روایت میں ہے فرشتے کے اس سوال پر ملک الموت نے جواب دیا کہ میں دیکھ لوں دیکھ کر فرمایا صرف ایک آنکھ کی پلک کے برابر اب جو فرشتہ اپنے پر تلے دیکھتا ہے تو حضرت ادریس علیہ السلام کی روح پرواز ہو چکی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ درزی تھے سوئی کے ایک ایک ٹانکے پر سبحان اللہ کہتے تھے۔ شام کو ان سے زیادہ نیک عمل آسمان پر کسی کے نہ چڑھتے مجاہد رحمہ اللہ تو کہتے ہیں حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں پر چڑھا لئے گئے۔ آپ مرے نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بے موت اٹھا لئے گئے اور وہیں انتقال فرما گئے۔ حسن رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں بلند مکان سے مراد جنت ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَاۗءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾

یہی ہیں جن پر اللہ نے فضل وکرم کیا جو اولاد آدم میں سے ہیں اور ان لوگوں کی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب ما جآء فی قوله عزو جل و کلم الله موسی (۷۵۱۷)]

کشتی میں چڑھا لیا تھا اور اولاد ابراہیم و یعقوب سے اور ہماری طرف سے راہ یافتہ اور ہمارے پسندیدہ لوگوں میں سے ان کے سامنے جب اللہ رحمٰن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی یہ سجدہ کرتے اور روتے گڑ گڑاتے گر پڑتے تھے ○

جماعت انبیاء کا ذکر: فرمان الٰہی ہے کہ یہ ہے جماعت انبیاء یعنی جن کا ذکر اس سورت میں ہے یا پہلے گزرا ہے یا بعد میں آئے گا یہ لوگ اللہ کے انعام یافتہ ہیں۔ پس یہاں شخصیت سے جنس کی طرف استطراد ہے۔ یہ ہیں اولاد آدم سے یعنی حضرت ادریس علیہم السلام اور اولاد سے ان کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کرا دیئے گئے تھے اس سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔ اور ذریت ابراہیم علیہ السلام سے مراد حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل علیہم السلام ہیں اور ذریت اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ یہی قول ہے حضرت سدی اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہما کا۔ اسی لئے ان کے نسب جداگانہ بیان فرمائے گئے تھے۔

کیونکہ حضرت ادریس علیہ السلام تو حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔ میں کہتا ہوں بظاہر یہی ٹھیک ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اوپر کے نسب میں اللہ کے پیغمبر حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ ہاں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بنی اسرائیلی نبی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ معراج والی حدیث میں حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہنا مروی ہے کہ مرحبا ہو نبی صالح اور اور بھائی صالح کو مرحبا ہو۔ تو بھائی صالح کہا نہ کہ صالح ولد جیسے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت آدم علیہم السلام نے کہا تھا۔ مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کے ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کے قائل اور معتقد بن جاؤ پھر جو چاہو کرو لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا اللہ عزوجل نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے اس آیت کو جنس انبیا علیہم السلام کے لئے قرار دیا ہے۔

اس کی دلیل سورۂ انعام کی وہ آیتیں ہیں جن میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل، حضرت یسع، حضرت یونس، حضرت لوط علیہم السلام وغیرہ کا ذکر اور تعریف کرنے کے بعد فرمایا ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [1] یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو بھی ان کی ہدایت کی اقتدا کر اور یہ بھی فرمایا کہ نبیوں میں سے بعض کے واقعات ہم نے بیان کر دیئے ہیں اور بعض کے واقعات تم تک پہنچے ہی نہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا سورۂ ص میں سجدہ ہے آپ نے فرمایا ہاں پھر اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اقتدا کا حکم کیا گیا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی مقتدا میں سے ہیں۔ [2] فرمان ہے کہ ان پیغمبروں علیہم السلام کے سامنے جب کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں تو اس کے دلائل، براہین کو سن کر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان مانتے

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۹۰]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورۃ ص (۴۸۰۷)]

ہوئے روتے گڑگڑاتے سجدے میں گر پڑتے تھے اسی لئے اس آیت پر سجدہ کرنے کا حکم علماء کا متفق علیہ مسئلہ ہے تا کہ ان پیغمبروں کی اتباع اور اقتدا ہو جائے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی اور جب اس آیت پر پہنچے تو سجدہ کیا پھر فرمایا سجدہ تو کیا لیکن وہ رونا کہاں سے لائیں؟ (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ
غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ
شَيْـًٔا ۝

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کردی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔ سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا ○ بجز ان کے جو توبہ کرلیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگ جنت میں جائیں گے۔ اور ان کی ذرا سی بھی حق تلفی نہ کی جائیگی ○

نماز کی اہمیت: نیک لوگوں کا خصوصاً انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا جو حدود الٰہی کے محافظ، نیک اعمال کے نمونے بدیوں سے بچتے تھے۔ اب برے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے بعد کے زمانے والے ایسے ہوئے کہ وہ نمازوں تک سے بے پرواہ بن گئے اور جب نماز جیسے فریضے کی اہمیت کو بھلا بیٹھے تو ظاہر ہے کہ اور واہیات کی وہ کیا پرواہ کریں گے؟ کیونکہ نماز تو دین کی بنیاد ہے اور تمام اعمال سے افضل و بہتر ہے۔ یہ لوگ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے دنیا کی زندگی پر اطمینان سے ریجھ گئے انہیں قیامت کے دن سخت خسارہ ہوگا بڑے گھاٹے میں رہیں گے۔ نماز کے ضائع کرنے سے مراد یا تو اسے بالکل ہی چھوڑ بیٹھنا ہے۔ اسی لئے امام احمد رحمہ اللہ اور بہت سے سلف خلف کا مذہب ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے۔ یہی ایک قول حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

کیونکہ حدیث میں ہے کہ بندے اور شرک کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے۔ [1] دوسری حدیث میں ہے کہ ہم میں اور ان میں فرق نماز کا ہے جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ [2] اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کرنے کا یہ مقام نہیں۔ یا نماز کے ترک سے مراد نماز کے وقتوں کی صحیح طور پر پابندی کا نہ کرنا ہے کیونکہ ترک نماز تو کفر ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ قرآن کریم میں نماز کا ذکر بہت زیادہ ہے، کہیں نمازوں میں سستی کرنے والوں کے عذاب کا بیان ہے، کہیں نماز کی مداومت کا فرمان ہے، کہیں محافظت کا۔ آپ نے فرمایا ان سے مراد وقتوں میں سستی نہ کرنا اور وقتوں کی پابندی کرنا ہے۔ لوگوں نے کہا ہم تو سمجھتے تھے کہ اس سے مراد نمازوں کو چھوڑ دینا

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم: كتاب الایمان: باب بیان الطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلاة (۸۲)]

[2] [**صحیح**: ترمذی: کتاب الایمان: باب ما جآء فی ترك الصلوة (۲۶۲۱) ابن ماجه: كتاب اقامة الصلوة: باب ما جآء فیمن ترك الصلوة (۱۰۷۹) نسائی: کتاب الصلوة: باب الحکم فی تارك الصلوة (٤٦٤) مسند احمد (۳٤٦/٥)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

اور نہ چھوڑنا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو کفر ہے۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں پانچوں نمازوں کی حفاظت کرنے والا غافلوں میں نہیں لکھا جاتا' ان کا ضائع کرنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے اور ان کو ضائع کرنا ان کے وقتوں کی پابندی نہ کرنا ہے۔ خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ اس سے مراد سرے سے نماز چھوڑ دینا نہیں بلکہ نماز کے وقت کا ضائع کر دینا ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بدترین لوگ قریب بہ قیامت آئیں گے جب کہ اس امت کے صالح لوگ باقی نہ رہے ہوں گے اس وقت یہ لوگ جانوروں کی طرح کودتے پھاندتے پھریں گے۔

عطا بن ابو رباح رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آخری زمانے میں ہوں گے حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اس امت کے لوگ ہوں گے جو چوپایوں اور گدھوں کی مانند راستوں میں اچھل کود کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے جو آسمان میں ہے بالکل نہ ڈریں گے اور نہ لوگوں سے شرمائیں گے۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ناخلف لوگ ساٹھ سال کے بعد ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کر دیں گے اور شہوت رانیوں میں لگ جائیں گے اور قیامت کے دن خمیازہ بھگتیں گے۔ پھر ان کے بعد وہ نالائق لوگ آئیں گے جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ یاد رکھو قاری تین قسم کے ہوتے ہیں مومن' منافق اور فاجر۔

راوی حدیث حضرت ولید سے جب ان کے شاگرد نے اس کی تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا ایماندار تو اس کی تصدیق کریں گے نفاق والے اس پر عقیدہ نہ رکھیں گے اور فاجر اس سے اپنی شکم پری کریں گے۔ [1] ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضرت مائی عائشہ رضی اللہ عنہا اصحاب صفہ کے لئے جب کچھ خیرات بھجواتیں تو کہہ دیتیں کہ بربری مرد و عورت کو نہ دینا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہی وہ ناخلف ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ [2] محمد بن کعب قرظی کا فرمان ہے کہ مراد اس سے مغرب کے بادشاہ ہیں جو بدترین بادشاہ ہیں۔

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں منافقوں کے وصف قرآن کریم میں پاتا ہوں۔ یہ نشے پینے والے' نمازیں چھوڑنے والے' شطرنج چوسر وغیرہ کھیلنے والے' عشاء کی نمازوں کے وقت سو جانے والے' کھانے میں مبالغہ اور تکلف کر کے پیٹو بن کر کھانے والے' جماعتوں کو چھوڑنے والے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسجدیں ان لوگوں سے خالی نظر آتی ہیں اور بیٹھکیں بارونق بنی ہوئی ہیں۔

ابو الاشہب عطاردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہیں جن کے دل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں' میں ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا

---

[1] [حسن : مسند احمد (۳۸/۳) البخاری فی افعال خلق العباد (٦١٠) صحیح ابن حبان (٧٧٥) مستدرك حاكم (۳۷٤/۲) بیهقی فی شعب الایمان (٢٦٢٦) وفی دلائل النبوة (٤٦٥/٦)] امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (٢٥٨)]

[2] [منقطع : مستدرك حاكم (٢٤٤/٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ روایت منقطع ہے۔]

ہوں۔ جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے ہلکی سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے محروم کر دیتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے مجھے اپنی امت پر دو چیزوں کا بہت ہی خوف ہے ایک تو یہ کہ لوگ جھوٹ کے اور بناؤ کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ بیٹھیں گے' دوسرے یہ کہ منافق لوگ دنیا کے دکھاوے کو قرآن کے عامل بن کر سچے مومنوں سے لڑیں جھگڑیں گے۔ [1] ﴿غَيًّا﴾ کے معنی خسران اور نقصان اور برائی کے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غی جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو بہت گہری ہے اور نہایت سخت عذابوں والی۔ اس میں خون پیپ بھرا ہوا ہے۔ ابن جریر میں ہے لقمان بن عامر فرماتے ہیں میں حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے التماس کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث مجھے سنائیے۔ آپ نے فرمایا سنو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دس اوقیہ کے وزن کا کوئی پتھر جہنم کے کنارے سے جہنم میں پھینکا جائے تو وہ پچاس سال تک جہنم کی تہہ میں نہیں پہنچ سکتا۔ پھر وہ غی اور اثام میں پہنچے گا۔ غی اور اثام جہنم کے نیچے کے دو کنوئیں ہیں جہاں دوزخیوں کا لہو پیپ جمع ہوتا ہے۔

غی کا ذکر آیت ﴿فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ [2] میں ہے اور اثام کا ذکر آیت ﴿يَلْقَ اٰثَامًا﴾ [3] میں ہے [4] اس حدیث کو فرمان رسول سے روایت کرنا منکر ہے اور یہ حدیث سند کی رو سے بھی غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے ہاں جو ان کاموں سے توبہ کر لے یعنی نمازوں کی سستی اور خواہش نفسانی کی پیروی چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا اس کی عاقبت سنوار دے گا اسے جہنم سے بچا کر جنت میں پہنچائے گا' توبہ اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو معاف کرا دیتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے بے گناہ۔ [5] یہ لوگ جو نیکیاں کریں ان کے اجر انہیں ملیں گے کسی ایک نیکی کا ثواب کم نہ ہوگا۔ توبہ سے پہلے کے گناہوں پر کوئی پکڑ نہ ہوگی۔ یہ ہے کہ کرم اس کریم کا اور یہ ہے علم اس علیم کا کہ توبہ کے بعد اس گناہ کو بالکل مٹا دیتا ہے ناپید کر دیتا ہے۔ سورۂ فرقان میں گناہوں کا ذکر فرما کر ان کی سزاؤں کا بیان کر کے پھر استثنا کیا اور فرمایا کہ اللہ غفور ورحیم ہے۔

جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝

---

[1] [حسن : مسند احمد (٤/١٥٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٧٤٢١)]

[2] [سورة مريم: آيت ٥٩] [3] [سورة الفرقان: آيت ٦٨]

[4] [تفسير ابن جرير الطبري (٢٣٧٩٠) طبراني كبير (٧٧٣١)]

[5] [حسن : ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر التوبة (٤٢٥٠) بيهقي (١٠/١٥٤) طبراني كبير (١٠٢٨١) ابو نعيم في الحلية (٤/٢١٠) القضاعي في مسند الشهاب (١/٩٧)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه (٣٤٢٧) صحيح الترغيب (٣١٤٥)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ہمیشگی والی جنتوں میں جن کا غائبانہ وعدہ اللہ مہربان نے اپنے بندوں سے کیا' بیشک اس کا وعدہ آنے والا ہی ہے ○ وہ لوگ وہاں کوئی لغو بات نہ سنیں گے صرف سلام ہی سلام سنیں گے ان کے لئے وہاں صبح شام ان کا رزق ہوگا ○ یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں سے انہیں بناتے ہیں جو متقی ہوں ○

ہمیشہ کی جنتیں: جن جنتوں میں گناہوں سے توبہ کرنے والے داخل ہوں گے یہ جنتیں ہمیشہ والی ہوں گی جن کا غائبانہ وعدہ ان سے ان کا رب کر چکا ہے ان جنتوں کو انہوں نے دیکھا نہیں لیکن تاہم دیکھنے سے بھی زیادہ انہیں ان پر یقین وایمان ہے۔ بات بھی یہی ہے کہ اللہ کے وعدے اٹل ہوتے ہیں وہ حقائق ہیں جو سامنے آ کر ہی رہیں گے۔ نہ اللہ وعدہ خلافی کرے نہ وعدے کو بدلے یہ لوگ وہاں ضرور پہنچائے جائیں گے اور اسے ضرور پائیں گے۔ ﴿مَاْتِیًّا﴾ کے معنی ﴿اٰتِیًا﴾ کے بھی آتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جہاں ہم جائیں وہ ہمارے پاس آ ہی گیا۔ جیسے کہتے ہیں مجھ پر پچاس سال آئے یا میں پچاس سال کو پہنچا۔ مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہوتا ہے۔ ناممکن ہے کہ ان جنتوں میں کوئی لغو اور ناپسندیدہ کلام ان کے کانوں میں پڑے۔ صرف مبارک سلامتی کی دھوم ہوگی۔ چاروں طرف سے خصوصاً فرشتوں کی پاک زبانی یہی مبارک صدائیں کان میں گونجتی رہیں گی۔ جیسے سورۂ واقعہ میں ہے ﴿لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا ○ اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ [1] وہاں کوئی بیہودہ اور خلاف طبع سخن نہ سنیں گے بجز سلام اور سلامتی کے۔ یہ استثنا منقطع ہے۔

صبح شام پاک طیب' عمدہ خوش ذائقہ روزیاں بلا تکلف وتکلیف بے مشقت وزحمت چلی آئیں گی۔ لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ جنت میں بھی دن رات ہوں گے نہیں بلکہ ان انوار سے ان وقتوں کو جنتی پہچان لیں گے جو اللہ کے طرف سے مقرر ہیں۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے روشن اور نورانی ہوں گے۔ نہ وہاں انہیں تھوک آئے گا نہ ناک آئے گی نہ پیشاب پاخانہ۔ ان کے برتن اور فرنیچر سونے کے ہوں گے ان کا بخور خوشبودار ہوگا' ان کے پسینے مشک بو ہوں گے' ہر ایک جنتی مرد کی دو بیویاں تو ایسی ہوں گی کہ ان کے پنڈے کی صفائی سے ان کی پنڈلیوں کی نلی کا گودا تک باہر سے نظر آئے گا۔ ان سب جنتوں میں نہ تو کسی کو کسی سے عداوت ہوگی نہ بغض سب ایک دل ہوں گے۔ کوئی اختلاف باہم دیگر نہ ہوگا۔ صبح شام اللہ کی تسبیح میں گزریں گے۔ [2] حضور ﷺ فرماتے ہیں شہید لوگ اس وقت جنت کی ایک نہر کے کنارے جنت کے دروازے کے پاس سرخ رنگ قبوں

---

[1] [سورۃ الواقعہ: آیت ۲۵۔۲۶]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ما جآء فی صفة الجنة وانها مخلوقة (۳۲۴۵) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب فی صفات الجنة واهلها (۲۸۳۴) ترمذی: کتاب صفة الجنة: باب ما جآء فی صفة اهل الجنة (۲۵۳۷) مسند احمد (۲/۳۱۶)]

میں ہیں۔ صبح شام روزی پہنچائے جاتے ہیں۔ [1] (مسند)

پس صبح شام باعتبار دنیا کے ہے۔ وہاں رات نہیں بلکہ ہر وقت نور کا سماں ہے پردے گر جانے اور دروازے بند ہو جانے سے اہل جنت وقت شام کو اور اسی طرح پردوں کے ہٹ جانے اور دروازوں کے کھل جانے سے صبح کے وقت کو جان لیں گے۔ ان دروازوں کا کھلنا بند ہونا بھی جنتیوں کے اشاروں اور حکموں پر ہوگا۔ یہ دروازے بھی اس قدر صاف شفاف آئینہ نما ہیں کہ باہر کی چیزیں اندر سے نظر آئیں۔ چونکہ دنیا میں دن رات کی عادت تھی اس لئے جو وقت جو چاہیں گے پائیں گے۔ چونکہ عرب صبح شام ہی کھانا کھانے کے عادی تھے اس لئے جنتی رزق کا وقت بھی وہی بتایا گیا ہے ورنہ جنتی جو چاہیں جب چاہیں موجود پائیں گے۔ چنانچہ ایک غریب حدیث میں ہے کہ صبح شام کا کیا ٹھیکہ ہے' رزق تو بے شمار ہر وقت موجود ہے لیکن اللہ کے دوستوں کے پاس ان اوقات میں حوریں آئیں گی جن میں ادنیٰ درجے کی وہ ہوں گی جو صرف زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔ [2] یہ نعمتوں والی جنتیں انہیں ملیں گی جو ظاہر باطن اللہ کے فرمانبردار تھے جو غصہ پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے تھے جن کی صفتیں ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [3] کے شروع میں بیان ہوتی ہیں اور فرمایا گیا ہے کہ یہی وارث فردوس بریں ہیں جن کیلئے دوامی طور پر جنت الفردوس اللہ نے لکھ دی ہے۔ (اے اللہ ہمیں بھی تو اپنی رحمت کاملہ سے فردوس بریں میں پہنچا' آمین)

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ
رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ
هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝

ہم بغیر تیرے رب کے حکم کے اتر نہیں سکتے' ہمارے آگے پیچھے اور ان کے درمیان کی کل چیزیں اسی کی ملکیت میں ہیں' تیرا پروردگار بھولنے والا نہیں ○ آسمانوں کا' زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' سب کا رب وہی ہے تو اسی کی بندگی کیا کر اور اس کی عبادت پر جم جا' کیا تیرے علم میں اس کا ہم نام' ہم پلہ کوئی اور بھی ہے؟ ○

جبرئیل علیہ السلام کی آمد میں تاخیر: صحیح بخاری شریف میں ہے آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا آپ جتنا آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اس کے جواب میں یہ

---

[1] [حسن: مسند احمد (۲۶۶/۱) صحیح ابن حبان (٤٦٥٨) مستدرك حاكم (۷٤/۲) تفسير ابن جرير الطبری (۸۲۱۳) طبرانی کبیر (۱۰۸۲۵)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳۹۰)]

[2] [ضعیف: الكامل لابن عدی (۲۳۹/٦)] اس میں منصور بن عمارہ ضعیف ہے۔]

[3] [سورة المؤمنون: آیت ۱-۱۱]

آیت اتری ہے۔ [1] یہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے میں بہت تاخیر ہوگئی جس سے حضور ﷺ غمگین ہوگئے پھر آپ یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ [2] روایت ہے کہ بارہ دن یا اس سے کچھ کم تک نہیں آئے تھے جب آئے تو حضور ﷺ نے کہا اتنی تاخیر کیوں ہوئی؟ مشرکین تو کچھ اور ہی اڑانے لگے تھے اس پر یہ اتری۔ [3] پس گویا یہ آیت سورۂ والضحیٰ کی آیت جیسی ہے۔

کہتے ہیں کہ چالیس دن تک ملاقات نہ ہوئی تھی جب ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا میرا اشوق تو بہت ہی بے چین کئے ہوئے تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اس سے کسی قدر زیادہ شوق خود مجھے آپ کی ملاقات کا تھا لیکن میں اللہ کے حکم کا مأمور اور پابند ہوں وہاں جب بھیجا جاؤں تب ہی آ سکتا ہوں ورنہ نہیں اسی وقت یہ وحی نازل ہوئی۔ [4] لیکن یہ روایت غریب ہے۔ ابن ابی حاتم

میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنے میں دیر لگائی جب آئے تو حضور ﷺ نے رک جانے کی وجہ دریافت کی آپ نے جواب دیا کہ جب لوگ ناخن نہ کتروائیں' انگلیاں اور پوریاں صاف نہ رکھیں' مونچھیں پست نہ کرائیں' مسواک نہ کریں تو ہم کیسے آسکتے ہیں؟ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ [5]

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجلس درست اور ٹھیک ٹھاک کرلو آج وہ فرشتہ آ رہا ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نہیں آیا۔ [6] ہمارے آگے پیچھے کی تمام چیزیں اسی اللہ کی ہیں یعنی دنیا اور آخرت اور اس کے درمیان کی یعنی دونوں نفخوں کے درمیان کی چیزیں بھی اسی کی تملیک ہیں۔ آنے والے امور آخرت اور گزر چکے ہوئے امور دنیا اور دنیا آخرت کے درمیان کے امور سب اسی کے قبضے میں ہیں۔ تیرا رب بھولنے والا نہیں اس نے آپ کو اپنی یاد سے فراموش نہیں کیا نہ اس کی یہ صفت ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَالضُّحٰى ○ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ [7] قسم ہے چاشت کی اور رات کی جب وہ ڈھانپ لے۔ نہ تو تیرا رب تجھ سے دستبردار ہے نہ ناخوش۔

ابن ابی حاتم میں ہے آپ فرماتے ہیں جو کچھ اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جو حرام

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائکۃ (۳۲۱۸) و کتاب التفسیر (۴۷۳۱) و کتاب التوحید (۷۴۵۵) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ مریم (۳۱۵۸)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۸۰۷)] اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۸۱۱)]

[4] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶/۱۰۳)]

[5] [ضعیف : الواحدی (۶۰۷)] اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش ضعیف ہے۔]

[6] [ضعیف : مسند احمد (۶/۲۹۶) مجمع الزوائد (۱۳۵۹۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۶۵۳۶)]

[7] [سورۃ الضحی: آیت ۱-۳]

کر دیا حرام ہے اور جس سے خاموش رہا وہ عافیت ہے تم اللہ کی عافیت قبول کرلو اللہ کسی چیز کا بھولنے والا نہیں پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا۔ (1)

آسمان و زمین اور ساری مخلوق کا خالق مالک، مدبر، متصرف وہی ہے۔ کوئی نہیں جو اس کے کسی حکم کو ٹال سکے۔ تو اسی کی عبادتیں کیے چلا جا اور اسی پر جمارہ اس کے مثیل، شبیہ، ہم نام، ہم پلہ کوئی نہیں۔ وہ بابرکت ہے وہ بلندیوں والا ہے اس کے نام میں تمام خوبیاں ہیں۔

وَيَقُولُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾

انسان کہہ رہا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ ○ کیا یہ انسان اتنا بھی یاد نہیں رکھتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا ○ تیرے پروردگار کی قسم ہم انہیں اور شیطانوں کو جمع کر کے ضرور ضرور جہنم کے اردگرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کر دیں گے ○ ہم پھر ہر ہر گروہ سے انہیں الگ نکال کھڑا کریں گے جو اللہ رحمٰن سے بہت اکڑے اکڑے پھرتے تھے ○ ہم انہیں بھی خوب جانتے جو جہنم کے داخلے کے پورے سزاوار ہیں ○

موت کے بعد جی اٹھنے میں شک: بعض منکرین قیامت قیامت کا آنا اپنے نزدیک محال سمجھتے تھے اور موت کے بعد کا جینا ان کے خیال میں ناممکن تھا وہ قیامت کا اور اس دن کی دوسری اور نئے سرے کی زندگی کا حال سن کر سخت تعجب کرتے تھے۔ جیسے قرآن کا فرمان ہے ﴿ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ﴾ (2) الخ، یعنی اگر تجھے تعجب ہے تو ان کا یہ قول بھی تعجب سے خالی نہیں کہ یہ کیا ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں گے پھر ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے؟ سورۂ یاسین میں فرمایا کیا انسان اسے نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ ہم سے صاف صاف جھگڑا کرنے لگا اور ہم پر ہی باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش کو بھلا کر کہنے لگا کہ ان ہڈیوں کو جو سڑ گل گئی ہیں

---

(1) [حسن: بزار فی کتاب العلم: باب اتباع القرآن (۱۲۳) وفی التفسیر: باب سورة مریم (۲۲۳۱) وفی الاطعمة: باب فیما یحل وما یحرم (۲۸۵۵) دارقطنی: کتاب الزکاۃ: باب الحث علی اخراج الصدقة وبیان قسمتها (۱۲) بیهقی: کتاب الضحایا: باب ما لم یذکر تحریمه ولا کان فی معنی ما ذکر تحریمه مما یؤکل أو یشرب (۱۲/۱۰) مستدرك حاكم (۳۷۵/۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ [مجمع الزوائد (۵۵/۷)] حافظ ابن حجرؒ نے امام بزارؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ اس کی سند صالح ہے۔ [فتح الباری (۲۶۶/۱۳)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [غایة المرام (۲)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [سورة الرعد: آیت ۵]

کون زندہ کر دے گا؟ تو جواب دے کہ انہیں وہ خالق حقیقی زندہ کرے گا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا تھا وہ ہر ایک اور ہر طرح کی پیدائش سے پورا باخبر ہے۔ [1] یہاں بھی کافروں کے اسی اعتراض کا ذکر ہے کہ ہم مر کر پھر زندہ ہو کر کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں؟ جواباً فرمایا جا رہا ہے کہ کیا اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کچھ نہ تھا اور ہم نے اسے پیدا کر دیا۔ شروع پیدائش کا قائل اور دوسری پیدائش کا منکر؟ جب کچھ نہ تھا تب تو اللہ اسے کچھ کر دینے پر قادر تھا اور اب جب کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گیا کیا اللہ قادر نہیں کہ اسے پھر سے پیدا کر دے؟ پس ابتداء آفرینش دلیل ہے دوبارہ کی پیدائش پر۔ جس نے ابتدا کی ہے وہی اعادہ کرے گا اور اعادہ بہ نسبت ابتدا کے ہمیشہ آسان ہوا کرتا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم جھٹلا رہا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہ تھا مجھے ابن آدم ایذا دے رہا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہیں اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے جس طرح اللہ نے میری ابتدا کی اعادہ نہ کرے گا حالانکہ ظاہر ہے کہ ابتدا بہ نسبت اعادہ کے مشکل ہوتی ہے اور اس کا مجھے ایذا دینا یہ ہے کہ کہتا ہے میری اولاد ہے حالانکہ میں احد ہوں صمد ہوں نہ میرے ہاں ماں باپ نہ اولاد نہ میری جنس کا کوئی اور۔ [2] مجھے اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان سب کو جمع کروں گا اور جن شیطانوں کی یہ لوگ میرے سوا عبادت کرتے تھے انہیں بھی جمع کروں گا پھر انہیں جہنم کے سامنے لاؤں گا جہاں گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے جیسے فرمان ہے ﴿ وَتَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ﴾ [3] ہر امت کو تو دیکھے گا کہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ قیام کی حالت میں ان کا حشر ہوگا جب تمام اول آخر جمع ہو جائیں گے تو ہم ان میں سے بڑے بڑے مجرموں اور سرکشوں کو الگ کر لیں گے ان کے رئیس و امیر اور بدیوں و برائیوں کے پھیلانے والے ان کے یہ پیشوا' انہیں شرک و کفر کی تعلیم دینے والے انہیں اللہ کے گناہوں کی طرف مائل کرنے والے علیحدہ کر لئے جائیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ﴾ [4] الخ' جب وہاں سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے اگلوں کی بابت کہیں گے کہ اے اللہ انہی لوگوں نے ہمیں بہکا رکھا تھا تو انہیں دگنا عذاب کر الخ۔ پھر خبر کا خبر پر عطف ڈال کر فرماتا ہے کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ سب سے زیادہ عذابوں کا اور دائمی عذابوں کا اور جہنم کی آگ کا سزاوار کون ہے؟ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ فرمائے گا ﴿ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [5] ہر ایک لئے دوہرا عذاب ہے لیکن تم علم سے کورے ہو۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ
الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝

---

[1] [سورۃ یسین: آیت ۷۷-۷۹]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر (٤٩٧٤) مسند احمد (۲/۳۹۳)]

[3] [سورۃ الجاثیۃ: آیت ۲۸]

[4] سورۃ الاعراف: آیت ۳۸-۳۹]

[5] [سورۃ الاعراف: آیت ۳۸]

تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونیوالا ہے' یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی فیصل شدہ امر ہے ○ پھر ہم پرہیز گاروں کو تو بچالیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے ○

ہر کسی کو پل صراط سے گزرنا ہے: مسند احمد بن حنبل کی ایک غریب حدیث میں ہے ابو سمیہ فرماتے ہیں جس ورود کا اس آیت میں ذکر ہے اس بارے میں ہم میں اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا مومن اس میں داخل ہوں گے' کوئی کہتا تھا داخل تو ہوں گے لیکن پھر بہ سبب اپنے تقوے کے نجات پاجائیں گے۔ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مل کر اس بات کو دریافت کیا تو تب آپ نے فرمایا وارد تو سب ہوں گے۔ اور روایت میں ہے کہ داخل تو سب ہوں گے ہر ایک نیک بھی اور ہر ایک بد بھی لیکن مومنوں پر وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی بن جائے گی جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر تھی یہاں تک کہ اس ٹھنڈک کی شکایت خود آگ کرنے لگے گی۔ پھر ان متقی لوگوں کا وہاں سے چھٹکارا ہوجائے گا۔ [1] خالد بن معدان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے۔ کہیں گے کہ اللہ نے تو فرمایا تھا کہ ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے اور ہمارا ورود تو ہوا ہی نہیں تو ان سے فرمایا جائیگا کہ تم وہیں سے گزر کر تو آرہے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وقت آگ کو ٹھنڈی کر دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ایک بار اپنی بیوی صاحبہ کے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ رونے لگے۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کیوں روئیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کو روتا دیکھ کر۔ آپ نے فرمایا مجھے تو آیت ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ﴾ الخ' یاد آگئی اور رونا آگیا۔ مجھے کیا معلوم کہ میں نجات پاؤں گا یا نہیں؟ اس وقت آپ بیمار تھے۔ حضرت ابو میسرہ رحمہ اللہ جب رات کو اپنے بستر پر سونے کے لئے جاتے تو رونے لگتے اور زبان سے بے ساختہ نکل جاتا کہ کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ آخر اس رونے دھونے کی وجہ کیا ہے؟ تو فرمایا یہی آیت ہے۔ یہ تو ثابت ہے کہ وہاں جانا ہوگا اور یہ نہیں معلوم کہ نجات بھی ہوگی یا نہیں؟ ایک بزرگ شخص نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ آپ کو یہ تو معلوم ہے کہ ہمیں جہنم پر سے گزرنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں یقیناً معلوم ہے۔ پھر پوچھا کیا یہ بھی جانتے ہو کہ وہاں سے پار ہوجاؤ گے؟ انہوں نے فرمایا اس کا کوئی علم نہیں پھر ہمارے لئے ہنسی خوشی کیسی؟ یہ سن کر جب سے لے کر موت کی گھڑی تک ان ہونٹوں پر ہنسی نہیں آئی۔ نافع بن ارزق اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس بارے میں اختلاف تھا کہ یہاں ورود سے مراد داخل ہونا ہے تو آپ نے دلیل میں آیت قرآن ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾ [2] پیش کر کے فرمایا دیکھو یہاں ورود سے مراد داخل ہونا ہے یا نہیں؟ پھر آپ نے دوسری آیت ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ﴾ [3] اور فرمایا

---

[1] [**ضعیف**: مسند احمد (۳/۳۲۹) مستدرك حاكم (۴/۵۸۷) مجمع الزوائد (۷/۵۵)] شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف الترغیب (۲۱۱۰) الموسوعة الحديثية (۱۴۵۲۰)]

[2] [الانبیاء: ۹۸]

[3] [ھود: ۹۸]

بتاؤ فرعون اپنی قوم کو جہنم میں لے جائے گا یا نہیں؟ پس اب غور کرو کہ ہم اس میں داخل ہوں گے اب نکلیں گے بھی یا نہیں؟ غالباً تجھے تو اللہ نہ نکالے گا اس لئے کہ تو اس کا منکر ہے یہ سن کر نافع کھسیانہ ہو کر ہنس دیا۔ یہ نافع خارجی تھا اس کی کنیت ابوراشد تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے سمجھاتے ہوئے آیت ﴿ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴾ [1] بھی پڑھی تھی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ پہلے بزرگ لوگوں کی ایک دعا یہ بھی تھی کہ ﴿ اَللّٰهُمَّ اَخْرِجْنِيْ مِنَ النَّارِ سَالِمًا وَّاَدْخِلْنِيْ الْجَنَّةَ غَانِمًا ﴾ اے اللہ! مجھے جہنم سے صحیح سالم نکال لے اور جنت میں ہنسی خوشی پہنچا دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابوداؤد طیالسی میں یہ بھی مروی ہے کہ اس کے مخاطب کفار ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ظالم لوگ ہیں اسی طرح ہم اس آیت کو پڑھتے تھے۔ یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نیک بد سب وارد ہوں گے۔ دیکھو فرعون اور اس کی قوم کے لئے اور گنہگاروں کے لئے بھی ورود کا لفظ دخول کے معنی میں خود قرآن کریم میں وارد ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وارد تو سب ہوں گے پھر گزر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔ [2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پل صراط سے سب کو گزرنا ہوگا یہی آگ کے پاس کھڑا ہونا ہے اب بعض تو بجلی کی طرح گزر جائیں گے، بعض ہوا کی طرح، بعض پرندوں کی طرح، بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح، بعض تیز رفتار اونٹوں کی طرح، بعض تیز چال والے پیدل انسان کی طرح یہاں تک کہ سب سے آخر جو مسلمان اس سے پار ہوگا یہ وہ ہوگا جس کے صرف پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا گرتا پڑتا نجات پائے گا۔ پل صراط پھسلنی چیز ہے اس پر ببول جیسے اور گوکھرو جیسے کانٹے ہیں دونوں طرف فرشتوں کی صفیں ہوں گی جن کے ہاتھوں میں جہنم کے آنکس ہوں گے جن سے پکڑ پکڑ کر لوگوں کو جہنم میں دھکیل دیں گے' الخ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوگا۔ پہلا گروہ تو بجلی کی طرح آن کی آن میں پار ہو جائے گا' دوسرا گروہ ہوا کی طرح گزر جائے گا' تیسرا گروہ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح' چوتھا تیز رفتار جانور کی طرح۔ فرشتے ہر طرف سے دعائیں کر رہے ہوں گے کہ اے اللہ سلامت رکھ الٰہی بچا لے۔

بخاری و مسلم کی بہت سی مرفوع احادیث میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے حضرت کعب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جہنم اپنی پیٹھ پر تمام لوگوں کو جما لے گی۔ جب سب نیک و بد جمع ہو جائیں گے تو حکم باری ہوگا کہ اپنے والوں کو تو پکڑ لے اور جنتیوں کو چھوڑ دے۔ اب جہنم سب برے لوگوں کا نوالہ کر جائے گی۔ وہ برے لوگوں کو اس طرح جانتی پہچانتی ہے جس طرح تم اپنی اولاد کو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ مومن صاف بچ جائیں گے۔ سنو! جہنم کے داروغوں کے قد ایک سو سال کی راہ کے ہیں ان میں سے ہر ایک کے پاس گرز ہیں ایک مارتے ہیں سات لاکھ آدمی کا چورا

---

[1] [مریم: ۸۶]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورة مریم (۳۱۵۹) مستدرك حاكم (۲/۳۷۵) مسند احمد (۱/۴۳۵)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (۳۱۱)]

روزہ اور ذکر اللہ کی راہ کے خرچ پر سات سو گناہ درجہ رکھتے ہیں۔ [1]

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس آیت سے گزرنا ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں مسلمان تو پل صراط سے گزر جائیں گے اور مشرک جہنم میں جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس دن بہت سے مرد و عورت اس پر سے پھسل پڑیں گے۔ اس کے دونوں کنارے فرشتوں کی صف بندی ہوگی جو اللہ سے سلامتی کی دعائیں کر رہے ہوں گے۔ [2] یہ تو اللہ کی قسم ہے جو پوری ہو کر رہے گی' اس کا فیصلہ ہو چکا ہے

اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے ذمے لازم کر چکا ہے۔ پل صراط کے بعد پرہیزگار تو پار ہو جائیں گے' ہاں کافر گنہگار اپنے اپنے اعمال کے مطابق نجات پائیں گے۔ جیسے عمل ہوں گے اتنی دیر وہاں لگ جائے گی۔ پھر نجات یافتہ اپنے دوسرے بھائیوں کی سفارش کریں گے ملائکہ شفاعت کریں گے اور انبیاء علیہم السلام بھی۔ پھر بہت سے لوگ تو جہنم میں سے اس حالت میں نکلیں گے کہ آگ انہیں کھا چکی ہوگی مگر چہرے کی سجدے کی جگہ بچی ہوئی ہوگی۔ پھر اپنے باقی ایمان کے حساب سے دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ جن کے دلوں میں بقدر دینار کے ایمان ہوگا وہ اول نکلیں گے' پھر اس سے کم والے' یہاں تک کہ رائی کے دانے کے برابر ایمان والے' پھر اس سے بھی کم والے' پھر اس سے بھی کمی والے' پھر وہ جس نے اپنی پوری عمر میں لا الہ الا اللہ کہہ دیا ہو گو کچھ بھی نیکی نہ کی ہو' پھر تو جہنم میں وہی رہ جائیں گے جن پر ہمیشہ اور دوام لکھا جا چکا ہے۔ یہ تمام خلاصہ ہے ان احادیث کا جو صحت کے ساتھ آ چکی ہیں۔ پس پل صراط پر جانے کے بعد نیک لوگ پار ہو جائیں گے اور بدلوگ کٹ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾

جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں بتاؤ ہم تم دونوں جماعتوں میں سے کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟ اور کس کی مجلس شاندار ہے ○ ہم تو ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو غارت کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور نام و نمود میں ان سے بہت بڑھ چڑھ کر تھیں ○

کفار دنیوی عیش و نشاط کے دھوکے میں: اللہ کی صاف صریح آیتوں سے پروردگار کے دلیل و برہان والے کلام سے کفار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا وہ ان سے منہ موڑ لیتے ہیں دیدے پھیر لیتے ہیں اور اپنی ظاہری شان و شوکت سے انہیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں بتاؤ کس کے مکانات پر تکلف ہیں اور کس کی بیٹھکیں سجی ہوئی اور آباد اور بارونق ہیں؟ پس ہم جو مال و دولت' شان و شوکت' عزت و آبرو میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں ہم اللہ کے پیارے

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد: کتاب الجهاد : باب فی تضعیف الذکر فی سبیل الله (۲۴۹۸) مستدرك حاکم (۷۸/۲) بیهقی : کتاب السیر : باب فضل الذکر فی سبیل الله (۱۷۲/۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود (۵۳۷)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۸۴۹)]

ہیں یا یہ جو کہ چھپے پھرتے ہیں؟ کھانے پینے کو نہیں پاتے' کہیں ارقم بن ابوارقم کے گھر میں چھپتے ہیں' کہیں اور ادھر ادھر بھاگے پھرتے ہیں۔جیسے اور آیت میں کافروں نے کہا ﴿لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَآ إِلَيْهِ﴾ [1] اگر یہ دین بہتر ہوتا تو اسے پہلے ہم مانتے یا یہ؟ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ ﴿أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ﴾ [2] تیرے ماننے والے تو سب غریب محتاج لوگ ہیں ہم تیرے تابعدار بن نہیں سکتے۔

اور آیت میں ہے کہ اسی طرح انہیں دھوکہ لگ رہا ہے اور کہہ اٹھتے ہیں کہ کیا یہی وہ اللہ کے پیارے بندے ہیں جنہیں اللہ نے ہم پر فضیلت دی ہے؟ پھر ان کے اس مغالطے کا جواب دیا کہ ان سے پہلے بھی ظاہر داری میں بڑھے ہوئے اور مالداری میں آگے نکلے ہوئے لوگ تھے لیکن ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہم نے انہیں تہس نہس کر دیا۔ان کی مجلسیں' ان کے مکانات' ان کی قوتیں' ان کی مالداریاں ان سے سوا تھیں۔شان وشوکت میں' ٹیپ ٹاپ میں' تکلفات میں' امارت اور شرافت میں ان سے کہیں زیادہ تھے۔ان کے تکبر اور عناد کی وجہ سے ہم نے ان کا بھس اڑا دیا۔غارت کر دیا۔فرعونیوں کو دیکھ لو ان کے باغات ان کی نہریں ان کی کھیتیاں' ان کے شاندار مکانات اور عالیشان محلات اب تک موجود ہیں اور وہ غارت کر دیئے گئے مچھلیوں کا لقمہ بن گئے۔مقام سے مراد مسکن اور نعمتیں ہیں' ''ندی'' سے مراد مجلسیں اور بیٹھکیں ہیں۔عرب میں بیٹھکوں اور لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں کو نادی اور ندی کہتے ہیں جیسے آیت ﴿وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ﴾ [3] میں ہے یہی ان مشرکوں کا قول تھا کہ ہم بہ اعتبار دنیا تم سے بہت بڑھے ہوئے ہیں لباس میں' مال متاع میں' صورت شکل میں ہم تم سے افضل ہیں۔

قُلْ مَن كَانَ فِي الضَّلَٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ۝

کہہ دے کہ جو گمراہی میں ہوتا ہے' اللہ رحمٰن اس کو خوب لمبا کھینچ لے جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کو دیکھ لیں جن کا وعدہ دیئے جاتے ہیں یعنی عذاب یا قیامت کو اس وقت ان کو صحیح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑے مرتبے والا ہے اور کس کا جتھا کمزور ہے ○

مشرکوں سے مباہلہ: ان کافروں کو جو تمہیں ناحق پر اور اپنے آپ کو حق پر سمجھ رہے ہیں اور اپنی خوش حالی اور فارغ البالی پر اطمینان کئے بیٹھے ہوئے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ گمراہوں کی رسی دراز ہوتی ہے انہیں اللہ کی طرف سے ڈھیل دی جاتی ہے جب تک کہ قیامت نہ آ جائے یا ان کی موت نہ آ جائے۔اس وقت انہیں پورا پتہ چل جائے گا کہ فی الواقع برا شخص کون تھا اور کس کے ساتھی کمزور تھے؟ دنیا تو ڈھلتی چڑھتی چھاؤں ہے نہ خود اس کا اعتبار نہ اس کے سامان اسباب کا۔یہ تو اپنی سرکشی میں بڑھتے ہی رہیں گے۔گویا اس آیت میں مشرکوں سے مباہلہ ہے۔

---

[1] [سورۃ الاحقاف: آیت ۱۱]
[2] [سورۃ الشعرآء: آیت ۱۱۱]
[3] [سورۃ العنکبوت: آیت ۲۹]

جیسے سورۂ جمعہ [1] میں یہودیوں سے مباہلہ کی آیت ہے کہ آ ؤ ہمارے مقابلہ میں موت کی تمنا کرو۔ اسی طرح سورۂ آل عمران میں مباہلے کا ذکر ہے کہ جب تم اپنے خلاف دلیلیں سن کر بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے مدعی ہو تو آ ؤ بال بچوں سمیت میدان میں جا کر جھوٹے پر اللہ کی لعنت پڑنے کی دعا کریں۔ پس نہ تو مشرکین مقابلے پر آئے نہ یہود کی ہمت پڑتی نہ نصرانی مرد میدان بنے۔

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا
وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ۝

راہ یافتہ لوگوں کی ہدایت اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہتا ہے' باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں ○

ہدایت والوں کی ہدایت میں اضافہ: جس طرح گمراہوں کی گمراہی بڑھتی رہتی ہے اسی طرح ہدایت والوں کی ہدایت بڑھتی رہتی ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ جہاں کوئی سورت اترتی ہے تو بعض لوگ کہنے لگتے ہیں تم میں سے کس کو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا؟ الخ' [2] باقیات صالحات کی پوری تفسیر ان ہی لفظوں کی تشریح میں سورۂ کہف میں گزر چکی ہے۔ یہاں فرماتا ہے کہ یہی پائیدار نیکیاں جزا اور ثواب کے لحاظ سے اور انجام اور بدلے کے لحاظ سے نیکوں کے لئے بہتر ہیں۔

عبدالرزاق میں ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک درخت تلے بیٹھے ہوئے تھے اس کی شاخ پکڑ کر ہلائی تو سوکھے پتے جھڑنے لگے آپ نے فرمایا دیکھو اسی طرح انسان کے گناہ ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاللّٰـهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کہنے سے جھڑ جاتے ہیں۔ اے ابودرداء! ان کا ورد رکھ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے کہ تو انہیں نہ کہہ سکے یہی باقیات صالحات ہیں جنت کے خزانے ہیں اس کو سن کر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے کہ واللہ! میں تو ان کلمات کو پڑھتا ہی رہوں گا کبھی ان سے زبان نہ روکوں گا گو لوگ مجھے مجنون کہنے لگیں۔ [3] ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث دوسری سند سے ہے۔

---

[1] [سورة الجمعة : آیت ٦]

[2] [سورة التوبه: آیت ١٢٤ـ١٢٥]

[3] [**ضعیف** : ابن ماجه : کتاب الادب : باب فضل التسبیح (٣٨١٣) عبدالرزاق فی التفسیر (١٧٨٥) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٣٩٨)] حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عمرو بن راشد راوی ہے جسے امام بخاریؒ وغیرہ اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابن ماجه ، ضعیف ابوداود (٨٣٢) التعلیق الرغیب (٢/٤٤٨)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝

کیا تو نے اسے بھی دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہا کہ مجھے تو مال و اولاد ضرور ہی دی جائے گی ○ کیا وہ غیب کو جھانک آیا ہے؟ یا اللہ کا کوئی وعدہ لے چکا ہے؟ ○ ہرگز نہیں' یہ جو بھی کہہ رہا ہے ہم اسے ضرور لکھ لیں گے اور اس کے لئے عذاب بڑھائے چلے جائیں گے ○ یہ جن چیزوں کی کہہ رہا ہے' اسے ہم اس کے بعد لے لیں گے اور یہ تو بالکل اکیلا ہی ہمارے سامنے حاضر ہوگا ○

حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے کفر کا مطالبہ: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں لوہار تھا اور میرا کچھ قرض عاص بن وائل کے ذمے تھا۔ میں اس سے تقاضا کرنے کو گیا تو اس نے کہا میں تو تیرا قرض اس وقت تک ادا نہ کروں گا جب تک کہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے نہ نکل جائے میں نے کہا میں تو یہ کفر اس وقت تک نہیں کر سکتا کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو۔ اس کافر نے کہا بس تو پھر یہی رہی جب میں مرنے کے بعد زندہ ہوں گا تو ضرور مجھے میرا مال اور میری اولاد بھی ملے گی وہیں تیرا قرض بھی ادا کروں گا تو آ جانا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ [1] (بخاری مسلم)

دوسری روایت میں ہے کہ میں نے مکے میں اس کی تلوار بنائی تھی اس کی اجرت میری ادھار تھی۔ [2] فرماتا ہے کہ کیا اسے غیب کی خبر مل گئی؟ یا اس نے اللہ رحمٰن سے کوئی قول قرار لے لیا؟ اور روایت میں ہے کہ اس پر میرے بہت سے درہم بطور قرض کے چڑھ گئے تھے اس لئے مجھے جو جواب دیا میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اس پر یہ آیتیں اتریں۔

اور روایت میں ہے کہ کئی ایک مسلمان کا قرض اس کے ذمے تھا ان کے تقاضوں پر اس نے کہا کہ کیا تمہارے دین میں یہ نہیں کہ جنت میں سونا' چاندی' ریشم' پھل' پھول وغیرہ ہوں گے؟ ہم نے کہا ہاں ہے تو کہا بس تو یہ چیزیں مجھے ضرور ملیں گی میں وہیں تم سب کو دے دوں گا۔ پس یہ آیتیں ﴿فَرْدًا﴾ تک اتریں۔ ﴿وَلَدًا﴾ کی دوسری قراءت واؤ کے پیش سے بھی ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زبر سے تو مفرد کے معنی میں ہے اور پیش سے جمع کے معنی ہے۔ قیس قبیلے کی یہی لغت ہے۔ واللہ اعلم۔

اس مغرور کو جواب ملتا ہے کہ کیا اسے غیب پر اطلاع ہے؟ اسے آخرت کے اپنے انجام کی خبر ہے؟ جو یہ قسمیں کھا کر کہہ رہا ہے؟ یا اس نے اللہ سے کوئی قول و قرار' عہد و پیمان لیا ہے یا اس نے اللہ کی توحید مان لی ہے کہ اس کی وجہ سے اسے دخول جنت کا یقین ہو؟ چنانچہ آیت ﴿اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾ میں اللہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب البیوع: باب ذکر القین والحداد (۲۰۹۱) و کتاب الاجارة (۲۲۷۵) و کتاب التفسیر (۴۷۳۲) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب سؤال الیهود النبی عن الروح (۲۷۹۵) ترمذی (۳۱۶۲) مسند احمد (۱۱۱/۵)]

کی واحدانیت کے کلمے کا قائل ہو جانا ہی مراد لیا گیا ہے۔ پھر اس کے کلام کی تاکید کے ساتھ نفی کی جاتی ہیں۔ اور اس کے خلاف موکد بیان ہو رہا ہے کہ اس کا یہ غرور کا کلمہ بھی ہمارے ہاں لکھا جا چکا ہے اس کا کفر بھی ہم پر روشن ہے دار آخرت میں تو اس کے لئے عذاب ہی عذاب ہے جو ہر وقت بڑھتا رہے گا۔ اسے مال و اولاد وہاں بھی ملنا تو کجا اس کے برعکس دنیا کا مال ومتاع اور اولاد وکنبہ بھی اس سے چھین لیا جائے گا اور وہ تن تنہا ہمارے حضور میں پیش ہوگا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿وَنَرِثُهُ مَا عِنْدَهُ﴾ ہے۔ اس کی جمع جتھا اور اس کے عمل ہمارے قبضے میں ہیں۔ یہ تو خالی ہاتھ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ہمارے سامنے پیش ہوگا۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ
وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ
اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾

ع ۵

انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ ان کے لئے باعث عزت ہوں لیکن ایسا ہرگز ہونا نہیں ○ وہ تو ان کی پوجا سے منکر ہو جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے ○ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں خوب اکساتے رہتے ہیں ○ تو ان کے بارے میں جلدی نہ کر، ہم تو خود ہی ان کے لئے مدت شماری کر رہے ہیں ○

اللہ کے علاوہ کوئی معبود مدد نہیں کرے گا: کافروں کا خیال ہے کہ ان کے اللہ کے سوا اور معبود ان کے حامی مددگار ہوں گے۔ غلط خیال ہے بلکہ محال ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے اور بالکل برعکس ہے ان کی پوری محتاجی کے دن یعنی قیامت میں یہ صاف منکر ہو جائیں گے اور اپنے عابدوں کے دشمن بن کھڑے ہوں گے۔ جیسے فرمایا ان سے بڑھ کر بدراہ اور گم کردہ راہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر انہیں پکار رہا ہے جو قیامت تک جواب نہ دے سکیں ان کی دعا سے بالکل غافل ہوں اور روز محشر ان کے دشمن بن جائیں اور ان کی عبادت کا بالکل انکار کر جائیں۔ ﴿كَلَّا﴾ کی دوسری قراءت ﴿كُلٌّ﴾ بھی ہے خود یہ کفار بھی اس دن اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کا انکار کر جائیں گے۔ یہ سب عابد و معبود جہنمی ہوں گے، ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے۔ وہ اس پر یہ اس پر لعنت و پھٹکار کرے گا، ہر ایک دوسرے پر ڈالے گا، ایک دوسرے کو برا کہے گا، سخت تر جھگڑے پڑیں گے، سارے تعلقات کٹ جائیں گے، ایک دوسرے کے کھلے دشمن ہو جائیں گے مدد تو کہاں مروت تک نہ ہوگی۔ معبود عابدوں کے لئے اور عابد معبودوں کے لئے بلائے بے درماں حسرت بے پایاں ہو جائیں گے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ ان کافروں کو ہر وقت شیاطین نافرمانیوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں، مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے ہیں، آرزو میں بڑھاتے رہتے ہیں، طغیان اور سرکشی میں آگے کرتے رہتے ہیں۔

جیسے فرمان ہے کہ ذکر رحمٰن سے منہ موڑنے والے شیطان کے حوالے ہو جاتے ہیں تو جلدی نہ کر ان کے لئے کوئی

بدعا نہ کرہم نے خود عمداً انہیں ڈھیل دے رکھی ہے انہیں بڑھتا رہنے دے آخر وقت مقررہ پر دبوچ لئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے انہیں تو کچھ یونہی سی ڈھیل ہے جس میں یہ اپنے گناہوں میں بڑھے چلے جارہے ہیں آخر سخت عذابوں کے طرف بے بسی کے ساتھ جا پڑیں گے تم فائدہ حاصل کرلو لیکن یاد رکھو کہ تمہارا اصل ٹھکانا دوزخ ہی ہے۔ ہم ان کے سال مہینے دن اور وقت شمار کر رہے ہیں ان کے سانس بھی ہمارے گنے ہوئے ہیں مقررہ وقت پورا ہوتے ہی عذابوں میں پھنس جائیں گے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝

وقف لازم

جس دن ہم پرہیزگاروں کو اللہ رحمٰن کی طرف بطور مہمان کے جمع کریں گے ○ اور گنہگاروں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانک لے جائیں گے ○ کسی کو شفاعت کا اختیار نہ ہوگا سوائے ان کے جنہوں نے اللہ کی طرف سے کوئی قول قرار لے لیا ہے ○

نیک لوگ اللہ کے مہمان: جو لوگ اللہ کی باتوں پر ایمان لائے پیغمبروں کی تصدیق کی اللہ کی فرمانبرداری کی گناہوں سے بچے رہے، پروردگار کا ڈر دل میں رکھا وہ اللہ کے ہاں بطور معزز مہمانوں کے جمع ہوں گے نورانی سانڈنیوں کی سواری پر آئیں گے اور خدائی مہمان خانے میں بہ عزت داخل کئے جائیں گے۔ ان کے برخلاف اللہ سے خوف نہ کھانے والے گنہگار رسولوں کے دشمن، دھکے کھا کھا کر اوندھے منہ گھسٹتے ہوئے پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے جبراً قہراً جہنم کے پاس جمع کئے جائیں گے۔ اب بتلاؤ کہ کون مرتبے والا اور کون اچھے ساتھیوں والا ہے؟ مومن اپنی قبر سے منہ اٹھا کر دیکھے گا کہ اس کے سامنے ایک حسین خوبصورت پاکیزہ پوشاک پہنے خوشبو سے مہکتا چمکتا دمکتا چہرہ لئے کھڑا ہے پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا آپ نے پہچانا نہیں میں تو آپ کے نیک اعمال کا مجسمہ ہوں آپ کے عمل نورانی حسین اور مہکتے ہوئے تھے آیئے اب آپ کو میں اپنے کندھوں پر چڑھا کر بہ عزت واکرام محشر میں لے چلوں گا کیونکہ دنیا کی زندگی میں میں آپ پر سوار رہا ہوں پس مومن اللہ کے پاس سواری پر سوار جائے گا۔ ان کی سواری کے لئے نورانی اونٹ بھی مہیا ہوں گے۔ یہ سب ہنسی خوشی آبرو عزت کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وفد کا یہ دستور ہی نہیں کہ وہ پیدل آئے۔ یہ متقی حضرات ایسی نورانی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ مخلوق کی نگاہوں میں ان سے بہتر کوئی سواری کبھی نہیں آئی۔ ان کے پالان سونے کے ہوں گے۔ یہ جنت کے دروازوں تک ان ہی سواریوں پر جائیں گے ان کی نکیلیں زبرجد کی ہوں گی [1] ایک مرفوع روایت میں ہے لیکن حدیث بہت ہی غریب ہے۔

ابن ابی حاتم کی روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس آیت کی تلاوت کی اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفد تو سواری پر سوار آیا کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری (۴۷۳۳)]

فرمایا قسم اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ پارسا لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور اسی وقت سفید رنگ نورانی بردار اونٹنیاں اپنی سواری کے لئے موجود پائیں گے جن پر سونے کے پالان ہوں گے جن کے پیروں سے نور بلند ہوگا جو چمک رہا ہوگا جو ایک ایک قدم اتنی دور رکھیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے یہ ان پر سوار ہو کر ایک جنتی درخت کے پاس پہنچیں گے جہاں سے دو نہریں جاری دیکھیں گے ایک کا پانی پئیں گے جس سے ان کے دلوں کے میل دور ہو جائیں گے دوسری میں غسل کریں گے جس سے ان کے جسم نورانی ہو جائیں گے اور بال جم جائیں گے اس کے بعد نہ کبھی ان کے بال الجھیں نہ جسم میلے ہوں ان کے چہرے چمک اٹھیں گے اور یہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے۔ سرخ یاقوت کا حلقہ سونے کے دروازے پر ہوگا جسے یہ کھٹکھٹائیں گے نہایت سریلی آواز اس سے نکلے گی اور حوروں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے خاوند آ گئے خازن جنت آئیں گے اور دروازے کھولیں گے جنتی ان کے نورانی جسموں اور شگفتہ چہروں کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑنا چاہیں گے لیکن وہ فوراً کہہ اٹھے گا میں تو آپ کا تابع ہوں آپ کا حکم بردار ہوں اب ان کے ساتھ یہ چلیں گے۔ ان کی حوریں تاب نہ لا سکیں گی اور خیموں سے نکل کر ان سے چمٹ جائیں گی اور کہیں گی کہ آپ ہمارے سرتاج ہیں ہمارے محبوب ہیں میں ہمیشہ آپ کی والی ہوں جو موت سے دور ہوں، میں نعمتوں والی ہوں کہ کبھی میری نعمتیں ختم نہ ہوں گی میں خوش رہنے والی ہوں کہ کبھی نہ روٹھوں گی میں یہیں رہنے والی ہوں کہ کبھی آپ سے دور نہ ہوؤں گی۔ یہ اندر داخل ہوں گے دیکھیں گے کہ سو سو گز بلند بالا خانے ہیں لؤلؤ اور موتیوں پر زرد، سرخ، سبز رنگ کی دیواریں سونے کی ہیں۔ ہر دیوار ایک دوسرے کی ہم شکل ہے ہر مکان میں ستر تخت ہیں ہر تخت پر ستر حوریں ہیں ہر حور پر ستر جوڑے ہیں تاہم ان کی کمر جھلک رہی ہے ان کے جماع کی مقدار دنیا کی پوری ایک رات کے برابر ہوگی۔ صاف شفاف پانی کی، خالص دودھ کی جو جانوروں کے تھن سے نہیں نکلا، بہترین خوش ذائقہ بے ضرر شراب طہور کی جسے کسی انسان نے نہیں نچوڑا، عمدہ خالص شہد کی جو مکھیوں کے پیٹ سے نہیں نکلا، نہریں بہہ رہی ہوں گی پھلدار درخت میوؤں سے لدے ہوئے جھوم رہے ہوں گے۔ چاہے کھڑے کھڑے میوے توڑ لیں چاہے بیٹھے بیٹھے چاہے لیٹے لیٹے۔ سبز و سفید پرند اڑ رہے ہیں جس کے گوشت کھانے کو جی چاہا وہ خود بخود حاضر ہو گیا جہاں کا گوشت کھانا چاہا کھا لیا اور پھر وہ قدرت الٰہی سے زندہ چلا گیا۔ چاروں طرف سے فرشتے آ رہے ہیں اور سلام کہہ رہے ہیں اور بشارتیں سنا رہے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو یہی وہ جنت ہے جس کی تم خوشخبری دیئے جاتے رہے اور آج اس کے مالک بنا دیئے گئے۔ وہ یہ ہے بدلہ تمہارے نیک اعمال کا جو تم دنیا میں کرتے رہے۔ ان کی حوروں میں سے اگر کسی کا ایک بال بھی زمین پر ظاہر کر دیا جائے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے [1] یہ حدیث تو مرفوع بیان ہوئی ہے لیکن تعجب نہیں کہ یہ موقوف ہی ہو جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے قول سے بھی مروی ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] [باطل : تفسیر ابن ابی حاتم] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کے موضوع ہونے کی علامات اس پر واضح ہیں۔ [السلسلة الضعيفة (٦٧٢٤)] اس کی سند میں ابو معاذ راوی متروک ہے۔ [میزان الاعتدال (١٩٦/٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ٹھیک اس کے برعکس گنہگار لوگ اوندھے منہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے جانوروں کی طرح دھکے دیکر جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے اس وقت پیاس کے مارے ان کی حالت بری ہو رہی ہوگی۔ کوئی ان کی شفاعت کرنے والا ان کے حق میں ایک بھلا لفظ نکالنے والا نہ ہوگا۔ مومن تو ایک دوسروں کی شفاعت کریں گے لیکن یہ بدنصیب اس سے محروم ہیں یہ خود کہیں گے کہ ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ﴾ [1] ہمارا کوئی سفارشی نہیں نہ سچا دوست ہے۔ ہاں جنہوں نے اللہ سے عہد لے لیا ہے یہ استثنا منقطع ہے۔ مراد اس عہد سے اللہ کی توحید کی گواہی اور اس پر استقامت ہے یعنی صرف اللہ کی عبادت ہے' دوسروں کی پوجا سے بے زاری اور لاتعلق' صرف اسی سے مدد کی امید' تمام آرزوؤں کے پورا ہونے کی اسی سے آس۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان موحدین نے اللہ کا وعدہ حاصل کرلیا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس سے میرا عہد ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ لوگوں نے کہا حضرت! ہمیں بھی وہ بتا دیجئے آپ نے فرمایا یوں کہو:

﴿اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاِنِّیْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اَنْ لَّا تَكِلْنِیْ اِلٰی عَمَلِیْ يُقَرِّبُنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَيُبَاعِدُنِیْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّیْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ لِّیْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُؤَدِّيْهِ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے ﴿خَائِفًا مُّسْتَجِيْرًا مُّسْتَغْفِرًا رَّاهِبًا رَّاغِبًا اِلَيْكَ﴾ (ابن ابی حاتم)

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ
وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ
يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ
وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾

ان کا قول تو یہ ہے کہ اللہ رحمٰن نے بھی اولاد اختیار کی ہے ○ یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز لائے ہو۔ قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑوں کے ریزے ریزے ہو جائیں ○ کہ تم اللہ رحمٰن کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہو ○ شان رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے ○ آسمان وزمین میں جو بھی ہیں' سب کے سب اللہ کے غلام بن کرہی آنے والے ہیں ○ ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے ○ یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں ○

اللہ کا کوئی بیٹا نہیں: اس مبارک سورت کے شروع میں اس بات کا ثبوت گزر چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے باپ کے بغیر اپنے حکم سے حضرت مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا کیا ہے۔ اس لئے یہاں ان لوگوں کی نادانی بیان ہو رہی ہے جو آپ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ جس سے ذات الٰہی پاک ہے۔

---

[1] [سورۃ الشعرآء: آیت ۱۰۰۔۱۰۱]

ان کے قول کو بیان فرمایا۔ پھر فرمایا یہ بڑی بھاری بات ہے ﴿ اِدًّا ﴾ اور ﴿ اَدًّا ﴾ اور ﴿ اٰدًّا ﴾ تینوں میں لغت ہیں لیکن مشہور ﴿ اِدًّا ﴾ ہے۔ ان کی یہ بات اتنی بری ہے کہ آسمان کپکپا کر ٹوٹ پڑے اور زمین جھٹکے لے لے کر پھٹ جائے۔ اس لئے کہ زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت جانتی ہے ان میں رب کی توحید سمائی ہوئی ہے انہیں معلوم ہے کہ ان بدکار بے سمجھ انسانوں نے اللہ کی ذات پر تہمت باندھی ہے نہ اس کی جنس کا کوئی نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ اس کا کوئی شریک نہ اس جیسا کوئی۔ تمام مخلوق اس کی واحدانیت کی شاہد ہے کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی توحید پر دلالت کرنے والا ہے۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کے شرک سے ساری مخلوق کانپ اٹھتی ہے۔ قریب ہوتا ہے کہ انتظام کائنات درہم برہم ہو جائے۔ شرک کے ساتھ کوئی نیکی کارآمد نہیں ہوتی۔ کیا عجب کہ اس کے برعکس توحید کے ساتھ کے گناہ کل کے کل اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔

جیسے کہ حدیث میں ہے اپنے مرنے والوں کو ﴿ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ کی شہادت کی تلقین کرو۔ موت کے وقت جس نے اسے کہہ لیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ صحابہ نے کہا حضور ﷺ جس نے زندگی میں کہہ لیا؟ فرمایا اس کے لئے اور زیادہ واجب ہوگئی۔ قسم اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ زمین وآسمان اور ان کی اور اور ان کے درمیان کی اور ان کے نیچے کی تمام چیزیں ترازو کے لئے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور ﴿ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ کی شہادت دوسرے پلڑے میں رکھی جائے تو وہ ان سب سے وزن میں بڑھ جائے۔ [1] اسی کی مزید دلیل وہ حدیث ہے جس میں توحید کے ایک چھوٹے سے پرچے کا گناہوں کے بڑے بڑے دفتروں سے وزنی ہو جانا آیا ہے۔ [2] واللہ اعلم۔

پس ان کا یہ مقولہ اتنا بد ہے جسے سن کر آسمان بوجہ اللہ کی عظمت کے کانپ اٹھے اور زمین بوجہ غضب کے پھٹ جائے اور پہاڑ پاش پاش ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا آج کوئی ایسا شخص بھی تجھ پر چڑھا جس نے اللہ کا ذکر کیا ہو؟ وہ خوشی سے جواب دیتا ہے کہ ہاں۔ پس پہاڑ بھی باطل اور جھوٹ بات کو اور بھلی بات کو سنتے ہیں اور کلام نہیں کرتے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب زمین کو اور اس کے درختوں کو پیدا کیا تو ہر درخت ابن آدم کو پھل پھول اور نفع دیتا تھا مگر زمین پر رہنے والے لوگوں نے اللہ کے لئے اولاد کا لفظ بولا تو زمین ہل گئی اور درختوں میں کانٹے پڑ گئے۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۹۵۳)]

[2] [صحیح : ترمذی : كتاب الايمان : باب ما جاء فيمن يموت وهو يشهد ان لا اله الا الله (۲۶۳۹) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ما يرجى من رحمة الله عزو جل يوم القيامة (۴۳۰۰) مستدرك حاكم (۱/۶-۵۲۹) صحيح ابن حبان (۲۲۵) مسند احمد (۲/۲۱۳-۲۲۲)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحه (۱۳۵)]

کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں ملائکہ غضبناک ہوگئے اور جہنم زور شور سے بھڑک اٹھی۔ مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ لوگوں کی ایذا دہندہ باتوں پر اللہ سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں، اس کی اولادیں مقرر کرتے ہیں اور وہ انہیں عافیت دے رہا ہے، روزیاں پہنچا رہا ہے، برائیاں ان سے ٹالتا رہتا ہے۔ [1] پس ان کی اس بات سے کہ اللہ کی اولاد ہے زمین وآسمان اور پہاڑ تنگ ہیں اللہ کی عظمت وشان کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں اولاد ہو۔ اس کے لڑکے لڑکیاں ہوں اس لئے کہ تمام مخلوق اس کی غلامی میں ہے اس کے جوڑ کا یا اس جیسا کوئی اور نہیں۔ زمین وآسمان میں جو ہیں سب اس کے زیر فرمان اور حاضر باش غلام ہیں وہ سب کا آقا، سب کا پالنہار، سب کا خبر لینے والا ہے۔ سب کی گنتی اس کے پاس ہے سب کو اس کے علم نے گھیر رکھا ہے سب اس کی قدرت کے احاطے میں ہیں۔ ہر مرد وعورت چھوٹے بڑے کی اسے اطلاع ہے شروع پیدائش سے ختم دنیا تک کا اسے علم ہے اس کا کوئی مدگار نہیں نہ اس کا شریک وساجھی۔ ہر ایک بے یار ومدگار اس کے سامنے قیامت کے روز پیش ہونے والا ہے ساری مخلوق کے فیصلے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی وحدہ لاشریک لہ سب کے حساب کتاب چکائے گا جو چاہے گا کرے گا عادل ہے ظالم نہیں کسی کی حق تلفی اس کی شان سے بعید ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

بے شک جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے شائستہ اعمال کئے ہیں، ان کے لئے اللہ رحمن محبت پیدا کر دے گا ○ ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں بہت ہی آسان کر دیا ہے کہ تو اس کے ذریعے سے پرہیزگاروں کو خوشخبری دے دے اور جھگڑالو کھڑ لوگوں کو ڈرا دے ○ ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتیں تباہ کر دی ہیں، کیا ان میں سے ایک کی بھی تُو آہٹ کو پاتا ہے؟ یا ان کی آواز کی بھنک بھی تیرے کان میں پڑتی ہے؟ ○

موحدوں کے لیے تمام بندوں کے دلوں میں محبت: فرمان ہے کہ جن کے دلوں میں توحید رچی ہوئی ہے اور ان کے اعمال میں سنت کا نور ہے ضروری بات ہے کہ ہم اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔ اللہ کا یہ امین فرشتہ بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے پھر آسمانوں میں ندا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں انسان سے محبت رکھتا ہے اے فرشتو تم بھی اس سے محبت رکھو چنانچہ کل فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین پر اتاری جاتی ہے اور جب کسی بندے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میں اس سے ناخوش ہوں تو بھی اس سے عداوت رکھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب الصبر فی الاذی (٦٠٩٩) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب فی الکفار (٢٨٠٤) مسند احمد (٣٩٥/٤)]

کے دشمن بن جاتے ہیں پھر آسمانوں میں ندا کر دیتے ہیں فلاں دشمن الٰہی ہے تم سب اس سے بیزار رہنا چنانچہ آسمان والے اس سے بگڑ بیٹھتے ہیں پھر وہی غضب اور ناراضگی زمین پر نازل ہوتی ہے۔ [1] (بخاری مسلم وغیرہ)

مسند احمد میں ہے کہ جو بندہ اپنے مولا کی مرضی کا طالب ہو جاتا ہے اور اس کی خوشی کے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اللہ عزوجل جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ مجھے خوش کرنا چاہتا ہے سنو میں اس سے خوش ہو گیا میں نے اپنی رحمتیں اس پر نازل کرنی شروع کر دیں۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام ندا کرتے ہیں کہ فلاں پر رحمت الٰہی ہو گئی پھر حاملان عرش بھی یہی منادی کرتے ہیں پھر ان کے پاس والے غرض ساتوں آسمانوں میں یہ آواز گونج جاتی ہے پھر زمین پر اس کی مقبولیت اترتی ہے۔ [2] یہ حدیث غریب ہے ایسی ہی ایک اور حدیث بھی مسند احمد میں غرابت والی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ محبت اور شہرت کسی کی برائی یا بھلائی کے ساتھ آسمانوں سے اللہ کی جانب سے اترتی ہے۔ [3] ابن ابی حاتم میں اسی قسم کی حدیث کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت قرآنی کو پڑھنا بھی مروی ہے۔ [4]

پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ نیک عمل کرنے والے ایمانداروں سے اللہ خود محبت کرتا ہے اور زمین پر بھی ان کی محبت اور مقبولیت اتاری جاتی ہے۔ مومن ان سے محبت کرنے لگتے ہیں ان کا ذکر خیر ہوتا ہے اور ان کی موت کے بعد بھی ان کی بہترین شہرت باقی رہتی ہے۔ حرم بن حیان کہتے ہیں کہ جو بندہ سچے اور مخلص دل سے اللہ کی طرف جھکتا ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دیتا ہے وہ اس سے محبت اور پیار کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے بندہ جو بھلائی برائی کرتا ہے اللہ اسے اسی کی چادر اوڑھا دیتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ میں اللہ کی عبادت اس طرح کروں گا کہ تمام لوگوں میں میری نیکی کی شہرت ہو جائے اب وہ عبادت الٰہی کی طرف جھک پڑا جب دیکھو نماز میں، مسجد میں سب سے اول آئے اور سب کے بعد جائے اسی طرح سات ماہ اسے گزر گئے لیکن اس نے جب بھی سنا یہی سنا کہ لوگ اسے ریاکار کہتے ہیں اس نے یہ حالت دیکھ کر اب اپنے جی میں عہد کر لیا کہ میں صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے عمل کروں گا کسی عمل میں تو نہ بڑھا لیکن خلوص کے ساتھ اعمال شروع کر دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہر شخص کی زبان سے نکلنے لگا کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم فرمائے اب تو وہ واقعی اللہ والا بن گیا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائکة صلوات الله علیهم (۳۲۰۹)، (۷۴۸۵) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب اذا احب الله عبدا (۲۶۳۷) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة مریم (۳۱۶۱) مسند احمد (۲/۲۶۷)]

[2] [حسن : مسند احمد (۵/۲۷۹) طبرانی اوسط (۸/۲۰۶) مجمع الزوائد (۱۰/۲۰۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲۴۰۱)]

[3] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۵/۲۶۳۔ ۲۵۹) طبرانی کبیر (۷۵۵۱) وفی الاوسط کما فی مجمع البحرین (۸/۲۰۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲۲۷۱)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة باب اذا احب الله عبدا (۲۶۳۷)]

ابن جریر میں ہے کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن یہ قول درست نہیں اس لئے کہ یہ پوری سورت مکے میں نازل ہوئی ہے ہجرت کے بعد اس سورت کی کسی آیت کا نازل ہونا ثابت نہیں۔ اور جو اثر امام صاحب نے وارد کیا ہے وہ سنداً بھی صحیح نہیں۔ واللہ اعلم۔

ہم نے اس قرآن کو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیری زبان میں یعنی عربی زبان میں بالکل آسان کر کے نازل فرمایا ہے جو فصاحت و بلاغت والی بہترین زبان ہے تاکہ تو انہیں جو اللہ کا خوف رکھتے ہیں' دلوں میں ایمان اور ظاہر میں نیک اعمال رکھتے ہیں' اللہ کی بشارتیں سنا دے اور جو حق سے ہٹے ہوئے باطل پر مٹے ہوئے استقامت سے دور خود بینی میں مخمور جھگڑالو جھوٹے اندھے بہرے فاسق فاجر ظالم گنہگار بدکردار ہیں انہیں اللہ کی پکڑ سے اور اس کے عذاب سے متنبہ کر دے جیسے قریش کے کفار وغیرہ۔ بہت سی امتوں کو جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا تھا نبیوں کا انکار کیا تھا ہم نے ہلاک کر دیا۔ جن میں سے ایک بھی باقی نہیں بچا ایک کی آواز بھی دنیا میں نہیں رہی رکز کے معنی ہلکی اور دھیمی آواز کے ہیں۔ الحمدللہ سورۂ مریم کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ طه

امام الائمہ حضرت محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ اپنی کتاب التوحید میں حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورۂ طہ اور سورۂ یاسین کی تلاوت فرمائی جسے سن کر فرشتے کہنے لگے وہ امت بہت ہی خوش نصیب ہے جس پر یہ کلام نازل ہوگا۔ وہ زبانیں یقیناً مستحق مبارکباد ہیں جن سے کلام اللہ کے یہ الفاظ ادا ہوں گے۔ [1] یہ روایت غریب ہے اور اس میں نکارت بھی ہے اور اس کے راوی ابراہیم بن مہاجر اور ان کے استاد پر جرح بھی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿۲﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۳﴾ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿۴﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿۷﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾

---

[1] [ضعیف وموضوع: ابن خزیمة (۲۳۶) ابن ابی عاصم فی السنة (۲٦۹) بیهقی فی شعب الایمان (۲/٤۷٦) وفی الاسماء والصفات (۲۳۲) دارمی: کتاب الفضائل: باب فی فضل سورة طه ویس (۲/٤٥٦)، (۳۲۹۰) اللالکائی (۲/۲۲٦) ابن عدی فی الکامل (۱/۲۱٦)] امام ابن جوزیؒ اور امام ابن حبانؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔ [الموضوعات لابن الجوزی (۱/۱۱۰) المجروحین (۱/۱۰۸)] اس کی سند میں ابراہیم بن مہاجر راوی ضعیف ہے، امام بخاریؒ اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

بخشش اور مہربانی کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

طٰہٰ ہم نے تجھ پر یہ قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑ جائے ○ بلکہ اس کی نصیحت کے لئے جو اللہ سے ڈرتا ہے ○ اس کا اتارنا اس کی طرف سے ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے ○ جو رحمٰن ہے جو عرش پر قائم ہے ○ جس کی ملکیت آسمان و زمین کی اور ان دونوں کے درمیان کی اور کرہ خاک کے نیچے کی ہر ایک چیز ہے ○ اگر تو اونچی بات کہے تو وہ تو ہر ایک پوشیدگی کو اور پوشیدہ سے پوشیدہ چیز کو بھی بخوبی جانتا ہے ○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بہترین نام اسی کے ہیں ○

نزول قرآن آپ کو مشقت میں مبتلا کرنے کے لیے نہیں: سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں سورتوں کے اول حروف مقطعات کی تفسیر پوری طرح بیان ہو چکی ہے جسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ گو یہ بھی مروی ہے کہ مراد طٰہٰ سے اے شخص ہے کہتے ہیں کہ یہ نبطی کلمہ ہے۔ کوئی کہتا ہے معرب ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نماز میں ایک پاؤں زمین پر ٹکاتے اور دوسرا اٹھا لیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری [1] یعنی طٰہٰ یعنی زمین پر دونوں پاؤں ٹکا دیا کر۔ ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اتارا کہ تجھے مشقت میں ڈال دیں۔ کہتے ہیں کہ جب قرآن پر عمل حضور ﷺ نے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے شروع کر دیا تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ لوگ تو ابھی خاصی مصیبت میں پڑ گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یہ پاک قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنے کو نہیں اترا بلکہ یہ نیکوں کے لئے عبرت ہے یہ الہامی علم ہے جسے یہ ملا اسے بہت بڑی دولت مل گئی۔ چنانچہ بخاری مسلم میں ہے کہ جس کے ساتھ اللہ کا ارادہ بھلائی کا ہو جاتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ [2]

حافظ ابو القاسم طبرانی رحمہ اللہ ایک مرفوع صحیح حدیث لائے ہیں کہ قیامت کے دن جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے فرمانے کے لئے اپنی کرسی پر اجلاس فرمائے گا تو علماء سے فرمائے گا کہ میں نے اپنا علم اور اپنی حکمت تمہیں اسی لئے عطا فرمائی تھی کہ تمہارے تمام گناہوں کو بخش دوں اور کچھ پرواہ نہ کروں کہ تم نے کیا کیا ہے؟ [3] پہلے لوگ اللہ کی عبادت کے وقت اپنے آپ کو رسیوں میں لٹکا لیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ مشقت اپنے اس کلام کے ذریعہ آسان کر دی اور فرما دیا کہ یہ قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا جیسے فرمان ہے جس قدر آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو [4] یہ قرآن شقاوت اور بدبختی کی چیز نہیں بلکہ رحمت اور دلیل جنت ہے۔ یہ قرآن نیک لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں خوف الٰہی ہے تذکرہ وعظ و ہدایت و رحمت ہے۔ اسے سن کر اللہ کے

---

[1] [ضعیف: اس کی سند میں ابوجعفر راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب العلم: باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (۷۱) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب النھی عن المسألۃ (۱۰۳۷)]

[3] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۳۸۱)] اس کی سند میں علاء بن مسلمہ راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [سورۃ المزمل: آیت ۲۰]

نیک انجام بندے حلال حرام سے واقف ہو جاتے ہیں اور اپنے دونوں جہاں سنوار لیتے ہیں۔ یہ قرآن تیرے رب کا کلام ہے اسی کی طرف سے نازل شدہ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک رازق قادر ہے۔ جس نے زمین کو نیچی اور کثیف بنایا ہے اور جس نے آسمان کو اونچا اور لطیف بنایا ہے۔ ترمذی وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ ہے۔ اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کا ہے۔ [1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث امام ابن ابی حاتم نے اسی آیت کی تفسیر میں وارد کی ہے۔ وہ رحمان اپنے عرش پر مستوی ہے اور اس کی پوری تفسیر سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے یہاں وارد کرنے کی ضرورت نہیں سلامتی والا طریقہ یہی ہے کہ آیات واحادیث' صفات کو بطریق سلف صالحین ان کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہی مانا جائے بغیر کیفیت طلبی کے اور بغیر تحریف وتشبیہ اور تعطیل وتمثیل کے۔ تمام چیزیں اللہ کی ہی ملک ہیں اسی کے قبضے اور ارادے اور چاہت تلے ہیں وہی سب کا خالق مالک الہ اور رب ہے کسی کو اس کے ساتھ کسی طرح کی شرکت نہیں۔ ساتویں زمین کے نیچے بھی جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں اس زمین کے نیچے پانی ہے پانی کے نیچے پھر زمین ہے پھر اس کے نیچے پانی اسی طرح مسلسل پھر اس کے نیچے ایک پتھر ہے اس کے نیچے ایک فرشتہ ہے اس کے نیچے ایک مچھلی ہے جس کے دونوں بازو عرش تک ہیں اس کے نیچے ہوا خلا اور ظلمت ہے یہیں تک انسان کا علم ہے باقی اللہ جانے۔

حدیث میں ہے ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے سب سے اوپر کی زمین مچھلی کی پشت پر ہے جس کے دونوں بازو آسمان سے ملے ہوئے ہیں یہ مچھلی ایک پتھر پر ہے وہ پتھر فرشتے کے ہاتھ میں ہے دوسری زمین ہواؤں کا خزانہ ہے۔ تیسری میں جہنم کے پتھر ہیں چوتھی میں جہنم کی گندھک ہے پانچویں میں جہنم کے سانپ ہیں چھٹی میں جہنمی بچھو ہیں ساتویں میں دوزخ ہے وہیں ابلیس جکڑا ہوا ہے ایک ہاتھ آگے ہے ایک پیچھے ہے جب اللہ چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کا فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا بھی غور طلب ہے۔ [2]

مسند ابو یعلی میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم غزوہ تبوک سے لوٹ رہے تھے گرمی سخت تڑاخے کی پڑ رہی تھی دو دو چار چار آدمی منتشر ہو کر چل رہے تھے میں لشکر کے شروع میں تھا اچانک ایک شخص آیا اور سلام کر کے پوچھنے لگا تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ میں اس کے ساتھ ہو گیا میرے ساتھی آگے بڑھ گئے۔ جب لشکر کے درمیان کا حصہ آیا تو اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے اسے بتلایا کہ یہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرخ رنگ کی اونٹنی پر سوار ہیں سر پر بوجہ دھوپ کے کپڑا ڈالے ہوئے ہیں وہ آپ کی سواری کے پاس گیا اور نکیل تھام کر عرض کرنے لگا کہ آپ ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں اس نے کہا میں چند باتیں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں

---

[1] [ضعیف : ترمذی: کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ الحدید (۳۲۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی]

[2] [ضعیف : مستدرك حاکم (۴/۵۹۴)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

جنہیں زمین والوں میں سے بجز ایک دو آدمیوں کے کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو۔ اس نے کہا بتایئے انبیاء اللہ سوتے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ان کی آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔ اس نے کہا بجا ارشاد ہوا۔ اب یہ فرمایئے کہ کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی تو باپ کی شباہت پر ہوتا ہے کبھی ماں کی؟ آپ نے فرمایا سنو مرد کا پانی سفید اور غلیظ ہے اور عورت کا پانی پتلا ہے جو پانی غالب آ گیا اسی پر شبیہ جاتی ہے اس نے کہا یہ بھی بجا ارشاد ہوا۔ اچھا یہ بھی فرمایئے کہ کون سے اعضا مرد کے پانی سے بنتے ہیں اور کون سے عورت کے پانی سے؟ فرمایا مرد کے پانی سے ہڈیاں رگ اور پٹھے۔ اور عورت کے پانی سے گوشت خون اور بال۔ اس نے کہا یہ بھی صحیح جواب ملا۔ اچھا یہ بتایئے کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا زمین۔ کہا اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا پانی۔ کہا پانی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا اندھیرا۔ کہا اس کے نیچے؟ فرمایا ہوا۔ کہا ہوا کے نیچے؟ فرمایا تر مٹی' کہا اس کے نیچے؟ آپ کے آنسو نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ مخلوق کا علم تو یہیں تک پہنچ کر ختم ہو گیا۔ اب خالق کو ہی اس کے آگے کا علم ہے۔ اے سوال کرنے والے اس کی بابت تو جس سے سوال کر رہا ہے وہ تجھ سے زیادہ جانتے نہیں۔ اس نے آپ کی صداقت کی گواہی دی آپ نے فرمایا اسے پہچانا بھی؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم ہے آپ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ [1] یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس میں جو واقعہ ہے بڑا ہی عجیب ہے۔

اس کے راویوں میں قاسم بن عبدالرحمٰن کا تفرد ہے جنہیں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کسی چیز کے برابر نہیں۔ امام ابوحاتم رازی بھی انہیں ضعیف کہتے ہیں۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں یہ معروف شخص نہیں۔ اور اس حدیث میں خلط ملط کر دیا ہے وہی جانتا ہے کہ جان بوجھ کر ایسا کیا ہے یا ایسی ہی کسی سے لی ہے۔ اللہ وہ ہے جو ظاہر و باطن' اونچی نیچی' چھوٹی بڑی سب کچھ جانتا ہے۔

جیسے فرمان ہے کہ اعلان کر دے کہ اس قرآن کو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمان و زمین کے اسرار سے واقف ہے جو غفور و رحیم ہے۔ [2] ابن آدم جو خود چھپائے اور جو خود اس پر بھی چھپا ہو اللہ کے پاس کھلا ہوا ہے۔ اس کے عمل کو اس کے علم سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تمام گزشتہ موجودہ اور آئندہ مخلوق کا علم اس کے پاس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا علم۔ سب کی پیدائش اور مار کر جلانا بھی اس کے نزدیک ایک شخص کی پیدائش اور اس کی موت کے بعد کی دوسری بار کی زندگی کے مثل ہے۔ تیرے دل کے خیالات کو اور جو خیالات نہیں آتے ان کو بھی وہ جانتا ہے۔ تجھے زیادہ سے زیادہ آج کے پوشیدہ اعمال کی خبر ہے اور اسے تو تم کل کیا چھپاؤ گے ان کا بھی علم ہے۔ ارادے ہی نہیں بلکہ وسوسے بھی اس پر ظاہر ہیں۔ کیے ہوئے عمل اور جو کرے گا وہ عمل اس پر ظاہر ہیں۔ وہی معبود برحق ہے اعلیٰ صفتیں اور بہترین نام اسی کے ہیں۔ سورۂ اعراف کی تفسیر کے آخر میں اسمائے حسنیٰ کے متعلق حدیثیں گزر چکی ہیں۔

---

[1] [ضعیف جدا : مسند ابو یعلی] اس کی سند میں قاسم بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورة الفرقان: آیت ٦]

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝

تجھے موسیٰ کا قصہ بھی معلوم ہے؟ جب کہ اس نے آگ دیکھ کر اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ذرا سی دیر ٹھہر جاؤ مجھے آگ دکھائی دی ہے بہت ممکن ہے کہ میں اس کا کوئی انگارا تمہارے پاس لاؤں گا یا آگ کے پاس سے راستے کی اطلاع پاؤں ○

موسیٰ علیہ السلام کا قصہ: یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ آپ اس مدت کو پوری کر چکے تھے جو آپ کے اور آپ کے خسر صاحب کے درمیان طے ہوئی تھی اور آپ اپنی اہل و عیال کو لے کر دس سال سے زیادہ عرصے کے بعد اپنے وطن مصر کی طرف جا رہے تھے سردی کی رات تھی راستہ بھول گئے پہاڑوں کی گھاٹیوں کے درمیان اندھیرا تھا ابر چھایا ہوا تھا ہر چند چقماق سے آگ نکالنا چاہی لیکن اس سے بالکل آگ نہ نکلی ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو دائیں جانب کے پہاڑ پر کچھ آگ دکھائی دی تو بیوی صاحبہ سے فرمایا اس طرف آگ سی نظر آ رہی ہے میں جاتا ہوں کہ وہاں سے کچھ انگارے لے آؤں تاکہ تم سینک تاپ کر لو اور کچھ روشنی بھی ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں کوئی آدمی مل جائے جو راستہ بھی بتا دے۔ بہر صورت راستے کا پتہ یا آگ مل ہی جائے گی۔

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ۝ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝

جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! ○ میں ہی تیرا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دے' کیونکہ تو پاک میدان طویٰ میں ہے ○ میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے۔ اب جو وحی کی جائے اسے کان لگا کر سن ○ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ لائق عبادت میرے سوا اور کوئی نہیں تو میری ہی عبادت کرتا رہ اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ ○ قیامت یقیناً آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو وہ بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی ہو ○ اب اس کے یقین سے تجھے کوئی ایسا شخص روک نہ دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو ورنہ ہلاک ہو جائے گا ○

اللہ تعالیٰ سے کلام: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو اس مبارک میدان کے دائیں جانب کے درختوں کی طرف سے آواز آئی اے موسیٰ! میں تیرا رب ہوں تو جوتیاں اتار دے۔ یا تو اس لئے یہ حکم ہوا کہ آپ کی جوتیاں گدھے کے چمڑے کی تھیں یا اس لئے کہ تعظیم کرانی مقصود تھی۔ جیسے کہ کعبے جانے کے وقت لوگ جوتیاں اتار کر جاتے ہیں۔ یا اس لئے کہ اس بابرکت جگہ پر پاؤں پڑیں اور بھی وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔ طویٰ اس وادی کا نام

تھا۔ یا یہ مطلب کہ اپنے قدم اس زمین سے ملا دو۔ یا یہ مطلب کہ یہ زمین کئی کئی بار پاک کی گئی ہے اور اس میں برکتیں بھر دی گئی ہیں اور بار بار دہرائی گئی ہیں۔ لیکن زیادہ صحیح قول پہلا ہی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِذْ نَادٰهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ [1] میں نے تجھے اپنا برگزیدہ کرلیا ہے' دنیا میں سے تجھے منتخب کرلیا ہے' اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تجھے ممتاز فرما رہا ہوں' [2] اس وقت کے روئے زمین کے تمام لوگوں سے تیرا مرتبہ بڑھا رہا ہوں۔

کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا جانتے بھی ہو کہ میں نے تجھے دوسرے تمام لوگوں میں سے مختار اور پسندیدہ کر کے شرف ہم کلامی کیوں بخشا؟ آپ نے جواب دیا اے اللہ مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں فرمایا گیا اس لئے کہ تیری طرح اور کوئی میری طرف نہیں جھکا۔ اب تو میری وحی کو کان لگا کر' دھیان دے کر سن۔ میں ہی معبود ہوں کوئی اور نہیں۔ یہی پہلا فریضہ ہے تو صرف میری ہی عبادت کئے چلے جانا۔ کسی اور کی کسی قسم کی عبادت نہ کرنا' میری یاد کے لئے نمازیں قائم کرنا' میری یاد کا یہ بہترین اور افضل ترین طریقہ ہے یا یہ مطلب کہ جب میں یاد آؤں نماز پڑھو۔ جیسے حدیث میں ہے کہ تم میں سے اگر کسی کو نیند آ جائے یا غفلت ہو جائے تو جب یاد آ جائے نماز پڑھ لے کیونکہ فرمان الٰہی ہے میری یاد کے وقت نماز قائم کرو۔ [3]

بخاری و مسلم میں ہے جو شخص سوتے میں یا بھول میں نماز کا وقت گزار دے اس کا کفارہ یہی ہے یاد آتے ہی نماز پڑھ لے اس کے سوا اور کفارہ نہیں۔ قیامت یقیناً آنے والی ہے ممکن ہے میں اس کے وقت کے صحیح علم کو ظاہر نہ کروں۔ ایک قراءت میں ﴿اُخْفِيْهَا﴾ کے بعد ﴿مِنْ نَّفْسِيْ﴾ کے لفظ ہیں کیونکہ اللہ کی ذات سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ یعنی اس کا علم بجز اپنے کسی کو نہیں دوں گا۔ پس روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں ہوا جسے قیامت کے قائم ہونے کا مقررہ وقت معلوم ہو۔ یہ وہ چیز ہے کہ اگر ہو سکے تو خود میں اپنے سے بھی اسے چھپا دوں لیکن رب سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ چنانچہ یہ ملائکہ سے پوشیدہ ہے انبیاء علیہم السلام اس سے بے علم ہیں۔

جیسے فرمان ہے ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [4] زمین آسمان والوں میں سے سوائے اللہ واحد کے کوئی اور غیب دان نہیں۔ اور آیت میں ہے قیامت زمین و آسمان پر بھاری پڑ رہی ہے وہ اچانک آ جائے گی یعنی اس کا علم کسی کو نہیں۔ ایک قراءت میں ﴿اَخْفِيْهَا﴾ ہے۔ ورقہ فرماتے ہیں مجھے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اسی طرح پڑھایا ہے۔ اس کے معنی ہیں ﴿اُظْهِرُهَا﴾ اس دن

---

[1] [سورة النازعات: آيت ١٦] [2] [سورة الاعراف: آيت ١٤٤]

[3] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب مواقيت الصلوة: باب من نسی الصلوة فليصل اذا ذكرا (٥٩٧) صحيح مسلم: كتاب المساجد و مواضع الصلوة: باب قضاء الصلوة الفائتة (٦٨٤) ترمذی: كتاب الصلوة: باب ما جآء فی الرجل ينسی الصلوة (١٧٨) ابن ماجه: كتاب الصلوة: باب من نام عن الصلوة او نسيها ابو داؤد: كتاب الصلوة: باب فی من نام عن صلاة او نسيها (٤٤٢) (٦٩٦) مسند احمد (٢٤٣/٣)]

[4] [سورة النمل: آيت ٦٥]

ہر عامل اپنے عمل کا بدلہ دیا جائے گا خواہ ذرہ برابر نیکی ہو خواہ بدی ہو اپنے کرتوت کا بدلہ اس دن ضرور ملنا ہے۔ پس کسی کو بھی بے ایمان لوگ بہکا نہ دیں۔ قیامت کے منکر، دنیا کے مفتون، مولا کے نافرمان، خواہش کے غلام کسی اللہ کے بندے کے اس پاک عقیدے میں اسے تزلزل پیدا نہ کرنے پائیں اگر وہ اپنی چاہت میں کامیاب ہو گئے تو یہ غارت ہوا اور نقصان میں پڑا۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي
وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ أَلْقِهَا يٰمُوسٰى ﴿١٩﴾ فَأَلْقٰىهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾
قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولٰى ﴿٢١﴾

اے موسیٰ! تیرے اس دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟۔ جواب دیا کہ یہ میری لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور جس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیا کرتا ہوں اور بھی اس میں مجھے بہت سے فائدے کے کام ہیں۔ فرمایا اے موسیٰ اسے ہاتھ سے نیچے ڈال دے۔ ڈالتے ہی وہ تو سانپ بن کر دوڑنے لگی۔ فرمایا بے خوف ہو کر پکڑ لے ہم اسے اسی پہلی سی صورت میں دوبارہ لا دیں گے۔

معجزات کی عطائیگی: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک بہت بڑے اور صاف کھلے معجزے کا ذکر ہو رہا ہے کہ جو بغیر اللہ کی قدرت کے ناممکن اور جو غیر نبی کے ہاتھ پر بھی ناممکن۔ طور پہاڑ پر دریافت ہو رہا ہے کہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ یہ سوال اس لئے تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گھبراہٹ دور ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سوال بطور تقریر کے ہے یعنی تیرے ہاتھ میں لکڑی ہی ہے یہ جیسی کچھ ہے معلوم ہے اب یہ جو ہو جائے گی وہ دیکھ لینا۔

اس سوال کے جواب میں کلیم اللہ عرض کرتے ہیں یہ میری اپنی لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں یعنی چلنے میں مجھے یہ سہارا دیتی ہے اس سے میں اپنی بکریوں کا چارہ درخت سے جھاڑ لیتا ہوں۔ ایسی لکڑیوں میں ذرا مڑا ہوا لوہا لگا لیا کرتے ہیں تاکہ پتے پھل آسانی سے اتر آئیں اور لکڑی ٹوٹے بھی نہیں۔ اور بھی بہت سے فوائد اس میں ہیں۔ ان فوائد کے بیان میں بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ یہی لکڑی رات کے وقت روشن چراغ بن جاتی تھی۔ دن کو جب آپ سو جاتے تو یہی لکڑی آپ کی بکریوں کی رکھوالی کرتی جہاں کہیں سایہ دار جگہ نہ ہوتی آپ اسے گاڑ دیتے یہ خیمے کی طرح آپ پر سایہ کرتی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن بظاہر یہ قول بنی اسرائیل کا افسانہ معلوم ہوتا ہے ورنہ پھر آج اسے بصورت سانپ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قدر کیوں گھبراتے؟ وہ تو اس لکڑی کے عجائبات دیکھتے چلے آتے تھے۔ پھر بعض کا قول ہے کہ دراصل یہ لکڑی حضرت آدم کی تھی۔ کوئی کہتا ہے یہی لکڑی قیامت کے قریب دابۃ الارض کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام ماشا تھا۔ اللہ ہی جانے ان اقوال میں کہاں تک جان ہے؟

پہلا معجزہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لکڑی کا لکڑی ہونا جتا کر انہیں بخوبی بیدار اور ہوشیار کر کے حکم ملا کہ اسے زمین پر

ڈال دو۔ زمین پر پڑتے ہی وہ ایک زبردست اژدھے کی صورت میں پھنپھناتی ہوئی ادھر ادھر چلنے پھرنے بلکہ دوڑنے بھاگنے لگی۔ ایسا خوفناک اژدہا اس سے پہلے کسی نے دیکھا ہی نہ تھا۔ اس کی تو یہ حالت تھی کہ ایک درخت سامنے آ گیا تو یہ اسے ہضم کر گیا۔ ایک چٹان پتھر کی راستے میں آ گئی تو اس کا لقمہ بنا گیا۔ یہ حال دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام الٹے پاؤں بھاگے۔ آواز دی کہ موسیٰ پکڑ لے لیکن ہمت نہ پڑی پھر فرمایا موسیٰ علیہ السلام ڈر نہیں پکڑ لے پھر بھی جھجک باقی رہی تیسری مرتبہ فرمایا تو ہمارے امن میں ہے اب ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔ کہتے ہیں فرمان الٰہی کے ساتھ ہی آپ نے لکڑی زمین پر ڈال دی پھر ادھر ادھر آپ کی نگاہ ہو گئی اب جو نظر ڈالی بجائے لکڑی کے ایک خوفناک اژدھا دکھائی دیا جو اس طرح چل رہا ہے جیسے کسی کی جستجو میں ہو۔ گابھن اونٹنی جیسے بڑے بڑے پتھروں کو آسمان سے باتیں کرتے ہوئے اونچے اونچے درختوں کو ایک لقمے میں ہی پیٹ میں پہنچا رہا ہے آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی ہیں اس ہیبت ناک خونخوار اژدھے کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سہم گئے اور پیٹھ موڑ کر زور سے بھاگے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی یاد آ گئی تو شرما کر ٹھہر گئے وہیں آواز آئی کہ موسیٰ علیہ السلام لوٹ کر وہیں آ جاؤ جہاں تھے آپ لوٹے لیکن نہایت خوفزدہ تھے۔ تو حکم ہوا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے اسے تھام لو کچھ بھی خوف نہ کرو ہم اسے اس کی اسی اگلی حالت میں لوٹا دیں گے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کمبل اوڑھے ہوئے تھے جسے ایک کانٹے سے اٹکا رکھا تھا آپ نے اسی کمبل کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر اس ہیبت ناک اژدھے کو پکڑنا چاہا فرشتے نے کہا موسیٰ علیہ السلام اگر اللہ تعالیٰ اسے کاٹنے کا حکم دے دے تو کیا تیرا یہ کمبل بچا سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں لیکن یہ حرکت مجھ سے بہ سبب میرے ضعف کے سرزد ہو گئی میں ضعیف اور کمزور ہی پیدا کیا گیا ہوں۔ اب دلیری کے ساتھ کمبل ہٹا کر ہاتھ بڑھا کر اس کے سر کو تھام لیا اسی وقت وہ اژدھا پھر لکڑی بن گیا جیسے پہلے تھا اس وقت جب کہ آپ اس گھاٹی پر چڑھ رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں یہ لکڑی تھی جس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اسی حال میں آپ نے پہلے دیکھا تھا اسی حالت پر اب ہاتھ میں بصورت عصا موجود تھا۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾

اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال لے تو وہ سفید چمکتا ہوا ہو کر نکلے گا لیکن بغیر کسی عیب اور روگ کے یہ ہے دوسرا معجزہ ○ یہ اس لئے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھانا چاہتے ہیں ○ تو فرعون کی طرف جا اس نے بڑی ڈنڈ مچا رکھی ہے ○ کہنے لگے میرے پروردگار میرا سینہ میرے لئے کھول دے۔ اور میرے کام کو مجھ پر آسان کر دے ○ اور میری زبان کی گرہ بھی کھول

دے ○ تا کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں ○ اور میرا وزیر میرے کنبے میں سے کردے ○ یعنی میرے بھائی ہارون کو ○ تو اس سے میری کمر کس دے ○ اور اسے میرا شریک کار کردے ○ تا کہ ہم دونوں بکثرت تیری تسبیح بیان کریں ○ اور بکثرت تیری یاد کریں ○ بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے بھالنے والا ہے ○

دوسرا معجزہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا معجزہ دیا جاتا ہے حکم ہوتا ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال کر پھر اسے نکال لو تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا روشن بن کر نکلے گا۔ یہ نہیں کہ برص کی سفیدی ہو یا کوئی بیماری اور عیب ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چراغ کی طرح روشن نکلا جس سے آپ کا یہ یقین کہ آپ اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے ہیں اور بڑھ گیا۔ یہ دونوں معجزے یہیں اسی لئے ملے تھے کہ آپ اللہ کی ان زبردست نشانیوں کو دیکھ کر یقین کرلیں۔

فرعون کو سمجھانے کا حکم: پھر حکم ہوا کہ فرعون نے ہماری بغاوت پر کمر کس لی ہے' اس کے پاس جا کر اسے سمجھاؤ۔ وہب رحمۃ اللہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قریب ہونے کا حکم دیا یہاں تک کہ آپ اس درخت کے تنے سے لگ کر کھڑے ہوگئے' دل ٹھہر گیا' خوف وخطر دور ہوگیا۔ دونوں ہاتھ اپنی لکڑی پر ٹکا کر سر جھکا کر گردن خم کر کے باادب ارشاد الٰہی سننے لگے تو فرمایا گیا کہ ملک مصر کے بادشاہ فرعون کی طرف ہمارا پیغام لے کر جاؤ' یہیں سے تم بھاگ کر آئے ہو۔ اس سے کہو کہ وہ ہماری عبادت کرے' کسی کو شریک نہ بنائے' بنو اسرائیل کے ساتھ سلوک واحسان کرے' انہیں تکلیف اور ایذا نہ دے۔ فرعون بڑا ہی باغی ہوگیا ہے' دنیا کا مفتون بن کر آخرت کو فراموش کر بیٹھا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گیا ہے تو میری رسالت لے کر اس کے پاس جا۔ میرے کان اور میری آنکھیں تیرے ساتھ ہیں' میں تجھے دیکھتا بھالتا رہوں گا اور تیری باتیں سنتا سنا تا رہوں گا۔ میری مدد تیرے پاس ہوگی میں نے اپنی طرف سے تجھے حجتیں عطا فرمادی ہیں اور تجھے قوی اور مضبوط کردیا ہے تو اکیلا ہی میرا پورا لشکر ہے۔ اپنے ایک ضعیف بندے کی طرف تجھے بھیج رہا ہوں جو میری نعمتیں پا کر پھول گیا ہے اور میری پکڑ کو بھول گیا ہے دنیا میں پھنس گیا اور غرور وتکبر میں دھنس گیا ہے۔ میری ربوبیت سے بیزار' میری الوہیت سے برسرپیکار ہے۔ مجھ سے آنکھیں پھیر لی ہیں' دیدے بدل لئے ہیں۔ میری پکڑ سے غافل ہوگیا ہے۔ میرے عذابوں سے بے خوف ہوگیا ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر میں اسے ڈھیل دینا نہ چاہتا تو آسمان اس پر ٹوٹ پڑتے زمین اسے نگل جاتی دریا اسے ڈبو دیتے لیکن چونکہ وہ میرے مقابلے کا نہیں ہر وقت میرے بس میں ہے میں اسے ڈھیل دیئے ہوئے ہوں اور اس سے بے پرواہی برت رہا ہوں۔ میں ہوں بھی ساری مخلوق سے بے پرواہ۔ حق تو یہ ہے کہ بے پروائی صرف میری ہی صفت ہے۔ تو میری رسالت ادا کر' اسے میری عبادت کی ہدایت کر' اسے توحید واخلاص کی دعوت دے' میری نعمتیں یاد دلا' میرے عذابوں سے دھمکا' میرے غضب سے ہوشیار کردے۔ جب میں غصہ کر بیٹھتا ہوں تو امن نہیں ملتا۔ اسے نرمی سے سمجھا تا کہ نہ ماننے کا عذر ٹوٹ جائے۔ میری بخشش کی' میرے کرم ورحم کی اسے خبر دے کہہ دے کہ اب بھی اگر میری طرف جھکے گا تو میں تمام بداعمالیوں سے قطع نظر کرلوں گا۔ میری رحمت میرے غضب

سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ خبردار! اس کا دنیوی ٹھاٹھ دیکھ کر رعب میں نہ آ جانا اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے اس کی زبان چل نہیں سکتی اس کے ہاتھ اٹھ نہیں سکتے اس کی آنکھ پھڑک نہیں سکتی اس کا سانس چل نہیں سکتا جب تک میری اجازت نہ ہو۔ اسے سمجھا کہ میری مان لے تو میں بھی مغفرت سے پیش آؤں گا۔ چار سو سال اسے سرکشی کرتے، میرے بندوں پر ظلم ڈھاتے، میری عبادت سے لوگوں کو روکتے گزر چکے ہیں۔ تاہم نہ میں نے اس پر بارش بند کی، نہ پیداوار روکی، نہ بیمار ڈالا نہ بوڑھا کیا، نہ مغلوب کیا۔ اگر چاہتا ظلم کے ساتھ ہی پکڑ لیتا لیکن میرا حلم بہت بڑھا ہوا ہے۔ تو اپنے بھائی کے ساتھ مل کر اس سے پوری طرح جہاد کر اور میری مدد پر بھروسہ رکھ میں اگر چاہوں تو اپنے لشکروں کو بھیج کر اس کا بھیجا نکال دوں۔ لیکن اس بے بنیاد بندے کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میری جماعت کا ایک بھی روئے زمین کی طاقتوں پر غالب آ سکتا ہے۔ مدد میرے اختیار میں ہے۔ دنیوی جاہ و جلال کی تو پرواہ نہ کرنا بلکہ آنکھ بھر کر دیکھنا بھی نہیں۔ میں اگر چاہوں تو تمہیں اتنا دے دوں کہ فرعون کی دولت اس کے پاسنگ میں بھی نہ آ سکے لیکن میں اپنے بندوں کو عموماً غریب ہی رکھتا ہوں تاکہ ان کی آخرت سنوری رہے یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ میرے نزدیک قابل اکرام نہیں بلکہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ دونوں جہان کی نعمتیں آنے والے جہاں میں جمع مل جائیں۔ میرے نزدیک بندے کا کوئی عمل اتنا وقعت والا نہیں جتنا زہد اور دنیا سے دوری۔ میں اپنے خاص بندوں کو سکینت اور خشوع خضوع کا لباس پہنا دیتا ہوں ان کے چہرے سجدوں کی چمک سے روشن ہو جاتے ہیں۔ یہی سچے اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے ہر ایک کو باادب رہنا چاہئے۔ اپنی زبان اور دل کو ان کا تابع رکھنا چاہئے۔ سن لے میرے دوستوں سے دشمنی رکھنے والا گویا مجھے لڑائی کا اعلان دیتا ہے۔ تو کیا مجھ سے لڑنے کا ارادہ رکھنے والا کبھی سرسبز ہو سکتا ہے؟ میں نے قہر کی نظر اسے دیکھا اور وہ تہس نہس ہوا۔ میرے دشمن مجھ پر غالب نہیں آ سکتے، میرے مخالف میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ میں اپنے دوستوں کی خود مدد کرتا ہوں، انہیں دشمنوں کا شکار نہیں ہونے دیتا۔ دنیا و آخرت میں انہیں سرخرو رکھتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بچپن کا زمانہ فرعون کے گھر میں بلکہ اس کی گود میں گزارا تھا جوانی تک ملک مصر میں اسی کی بادشاہت میں ٹھہرے رہے تھے پھر ایک قبطی بے ارادہ آپ کے ہاتھ سے مر گیا جس سے آپ یہاں سے بھاگ نکلے تب سے لے کر آج تک مصر کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ فرعون ایک سخت دل بدخلق اکھڑ مزاج آوارہ انسان تھا غرور اور تکبر اتنا بڑھ گیا تھا کہ کہتا تھا کہ میں اللہ کو جانتا ہی نہیں اپنی رعایا سے کہتا تھا کہ تمہارا اللہ میں ہی ہوں ملک و مال میں دولت و متاع میں لاؤ لشکر اور کروفر میں کوئی روئے زمین پر اس کے مقابلے کا نہ تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسے ہدایت کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرا سینہ کھول دے اور میرے کام میں آسانی پیدا کر دے اگر تو خود میرا مددگار نہ بنا تو یہ سخت بار میرے کمزور کندھے نہیں اٹھا سکتے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ چونکہ آپ کے بچپن کے زمانے میں آپ کے سامنے کھجور اور انگارے رکھے گئے تھے آپ نے انگارہ لے کر منہ میں رکھ لیا تھا اس لئے زبان میں لکنت ہو گئی

تھی تو دعا کی کہ میری زبان کی گرہ کھل جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ادب کو دیکھئے کہ بقدر حاجت سوال کرتے ہیں یہ نہیں عرض کرتے کہ میری زبان بالکل صاف ہو جائے بلکہ دعا یہ کرتے ہیں کہ گرہ کھل جائے تاکہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔ انبیاء علیہم السلام اللہ سے صرف حاجت روائی کے مطابق ہی عرض کرتے ہیں آگے نہیں بڑھتے۔ چنانچہ آپ کی زبان میں پھر بھی کچھ کسر رہ گئی تھی جیسے کہ فرعون نے کہا تھا کہ کیا میں بہتر ہوں یا یہ؟ جو فرد مایہ ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک گرہ کھلنے کی دعا کی تھی جو پوری ہوئی اگر پوری کی دعا ہوتی تو وہ بھی پوری ہوتی۔ آپ نے صرف اسی قدر دعا کی تھی کہ آپ کی زبان ایسی کر دی جائے کہ لوگ آپ کی بات سمجھ لیا کریں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ڈر تھا کہ کہیں وہ الزام قتل رکھ کر قتل نہ کر دیں ایسی دعا کی جو قبول ہوئی۔ زبان میں اٹکاؤ تھا اس کی بابت دعا کی کہ اتنی صاف ہو جائے کہ لوگ بات سمجھ لیں یہ دعا بھی پوری ہوئی۔ دعا کی کہ ہارون کو بھی نبی بنا دیا جائے یہ بھی پوری ہوئی۔ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ کے پاس ان کے ایک رشتے دار آئے اور کہنے لگے یہ تو بڑی کمی ہے کہ تم بولنے میں غلط بول جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا بھتیجے کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ کہا ہاں سمجھ میں تو آ جاتی ہے کہا بس یہی کافی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی اور اتنی ہی دعا کی تھی۔ پھر اور دعا کی کہ میری خارجی اور ظاہری امداد کے لئے میرا وزیر بنا دے اور ہو بھی وہ میرے کنبے میں سے۔ یعنی میرے بھائی ہارون کو نبوت عطا فرما۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسی وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی نبوت عطا فرمائی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عمرے کے لئے جاتے ہوئے کسی اعرابی کے ہاں مقیم تھیں کہ سنا ایک شخص پوچھتا ہے کہ دنیا میں کس بھائی نے اپنے بھائی کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا ہے؟ اس سوال پر سب خاموش ہو گئے اور کہہ دیا کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس نے کہا اللہ کی قسم مجھے اس کا علم ہے۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اپنے دل میں کہا دیکھو یہ شخص کتنی بے جا جسارت کرتا ہے بغیر انشاء اللہ کے قسم کھا رہا ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ اس نے جواب دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ اپنے بھائی کو اپنی دعا سے نبوت دلوائی۔ میں بھی یہ سن کر دنگ رہ گئی اور دل میں کہنے لگی بات تو سچ کہی فی الواقع اس سے زیادہ کوئی بھائی اپنے بھائی کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ نے سچ فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پاس بڑے آبرودار تھے۔ اس دعا کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ میری کمر مضبوط ہو جائے تاکہ ہم تیری تسبیح اچھی طرح بیان کریں۔ ہر وقت تیری پاکیزگی بیان کرتے رہیں۔ اور تیری یاد بکثرت کریں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بندہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے والا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ وہ بیٹھتے اٹھتے اور لیٹتے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔ تو ہمیں دیکھتا ہے یہ تیرا رحم و کرم ہے کہ تو نے ہمیں برگزیدہ کیا، ہمیں نبوت عطا فرمائی اور ہمیں اپنے دشمن فرعون کی طرف اپنا نبی بنا کر اس کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ تیرا شکر ہے اور تیرے ہی لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں۔ تیری ان نعمتوں پر ہم تیرے شکر گزار ہیں۔

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝٣٦ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ۝٣٧ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى
اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ۝٣٨ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ
بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ڬ وَلِتُصْنَعَ عَلٰي
عَيْنِيْ ۝٣٩ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۭ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ
كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ڛ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ڛ

جناب باری تعالیٰ نے فرمایا' موسیٰ تیرے تمام سوالات پورے کر دیئے گئے ○ ہم نے تجھ پر ایک بار اور بھی بڑا احسان کیا ہے ○ جب کہ ہم نے تیری ماں کو وہ الہام کیا جو کیا جاتا تھا ○ کہ تو اسے صندوق میں بند کر کے دریا میں چھوڑ دے تو دریا اسے کنارے لا ڈالے گا اور میرا اور خود اس کا دشمن اسے لے لے گا۔ اور میں نے اپنی طرف کی خاص محبت ومقبولیت تجھ پر ڈال دی' تاکہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے ○ جب کہ تیری بہن چل رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اگر تم کہو تو میں اسے بتادوں جو اس کی نگہبانی کرے' اس تدبیر سے ہم نے تجھے پھر تیری ماں کے پاس پہنچایا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہو' تو نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا اس پر بھی ہم نے تجھے بچا لیا غرض ہم نے تجھے اچھی طرح آزما لیا ○

بچپن میں موسیٰ علیہ السلام کی مدد: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام دعائیں قبول ہوئیں اور فرمادیا گیا کہ تمہاری درخواست منظور ہے۔ اس احسان کے ساتھ ہی اور احسان بھی ذکر کر دیا گیا کہ ہم نے تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی بڑا احسان کیا ہے۔ پھر اس واقعہ کو مختصر طور پر یاد دلایا کہ ہم نے تیرے بچپن کے وقت تیری ماں کی طرف وحی بھیجی جس کا ذکر اب تم سے ہو رہا ہے۔ تم اس وقت دودھ پیتے بچے تھے تمہاری والدہ کو فرعون اور فرعونیوں کا کھٹکا تھا کیونکہ اس سال وہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر رہا تھا۔ اس خوف کے مارے وہ ہر وقت کانپتی رہتی تھیں تو ہم نے وحی کی کہ ایک صندوق بنالو دودھ پلا کر بچے کو اس میں لٹا کر دریائے نیل میں اس صندوق کو چھوڑ دو چنانچہ وہ یہی کرتی رہیں۔ ایک رسی اس میں باندھ رکھی تھی جس کا ایک سرا اپنے مکان سے باندھ رہی تھیں جو رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور صندوق کو پانی کی موجیں بہالے چلیں تب تو کلیجہ تھام کر رہ گئیں اس قدر غمزدہ ہوئیں کہ صبر ناممکن تھا' شاید راز فاش کر دیتیں لیکن ہم نے دل مضبوط کر دیا صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس سے گزرا آل فرعون نے اسے اٹھا لیا کہ جس غم سے بچنا چاہتے تھے جس صدمے سے وہ محفوظ رہنا چاہتے تھے وہ ان کے سامنے آ جائے۔ جس کی شمع حیات کو بجھانے کے لئے وہ بے گناہ معصوموں کا قتل عام کر رہے تھے وہ انہی کے تیل سے انہی کے ہاں روشن ہو اور اللہ کے ارادے بے روک پورے ہو جائیں ان کا دشمن انہی کے ہاتھوں پلے انہی کا کھائے ان کے ہاں تربیت پائے۔

خود فرعون اور اس کی اہلیہ محترمہ نے بچے کو دیکھا رگ رگ میں محبت سما گئی لے کر پرورش کرنے لگے۔ آنکھوں کا تارا سمجھنے لگے شہزادوں کی طرح ناز و نعمت سے پلنے لگے شاہی دربار میں رہنے لگے۔ اللہ نے اپنی محبت تجھ پر ڈال دی گو فرعون تیرا دشمن تھا لیکن رب کی بات کون بدلے؟ اللہ کے ارادے کون ٹالے؟ فرعون پر ہی کیا

منحصر ہے جو دیکھتا آپ کا والہ وشیدا بن جاتا ہے یہ اس لئے تھا کہ تیری پرورش میری نگاہ کے سامنے ہو شاہی خوراکیں کھا عزت وقعت کے ساتھ رہ۔ فرعون والوں نے صندوقچہ اٹھا لیا کھولا بچے کو دیکھا پالنے کا ارادہ کیا لیکن آپ کسی دایہ کا دودھ دباتے ہی نہیں بلکہ منہ میں ہی نہیں لیتے۔ بہن جو صندوق کو دیکھتی بھالتی کنارے کنارے آ رہی تھی وہ بھی موقعہ پر پہنچ گئیں کہنے لگیں کہ آپ اگر اس کی پرورش کی تمنا کرتے ہیں اور معقول اجرت بھی دیتے ہیں تو میں ایک گھرانہ بتاؤں جو اسے محبت سے پالے اور خیر خواہانہ برتاؤ کرے۔ سب نے کہا ہم تیار ہیں آپ انہیں لئے ہوئے اپنی والدہ کے پاس پہنچیں جب بچہ ان کی گود میں ڈال دیا گیا۔ آپ نے جھٹ سے منہ لگایا دودھ شروع کیا جس سے فرعون کے ہاں بڑی خوشیاں منائی گئیں اور بہت کچھ انعام واکرام دیا گیا۔ تنخواہ مقرر ہوگئی اپنے ہی بچے کو دودھ پلائیں اور تنخواہ اور انعام بھی اور عزت واکرام بھی پائیں دنیا بھی ملے دین بھی بڑھے۔

اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے کام کرے اور نیک نیتی سے کرے اس کی مثال ام موسیٰ کی مثال ہے کہ اپنے بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔ پس یہ بھی ہماری کرم فرمائی ہے کہ ہم نے تجھے تیری ماں کی گود میں واپس کیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غم و رنج جاتا رہے پھر تمہارے ہاتھ سے ایک فرعونی مارڈالا گیا تو بھی ہم نے تمہیں بچا لیا فرعونیوں نے تمہارے قتل کا ارادہ کر لیا تھا راز فاش ہو چکا تھا تمہیں یہاں سے نجات دی تم بھاگ کھڑے ہوئے مدین کے کنویں پر جا کر تم نے دم لیا۔ وہاں ہمارے ایک بندے نے تمہیں بشارت سنائی کہ اب کوئی خوف نہیں ان ظالموں سے تم نے نجات پا لی۔ تمہیں ہم نے بطور آزمائش اور بھی بہت سے فتنوں میں ڈالا۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا اب تو دن ڈوبنے کو ہے واقعات زیادہ ہیں پھر سہی چنانچہ میں نے دوسری صبح پھر سوال کیا تو آپ نے فرمایا سنو! فرعون کے دربار میں ایک دن اس بات کا ذکر چھڑا کہ اللہ کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ تھا کہ ان کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ ہوں گے چنانچہ بنو اسرائیل اس کے آج تک منتظر ہیں اور انہیں یقین ہے کہ مصر کی سلطنت پھر ان میں جائے گی۔ پہلے تو ان کا خیال تھا کہ یہ وعدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بابت تھا لیکن ان کی وفات تک جب کہ یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو وہ اپنے عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ ان میں اپنے ایک پیغمبر کو بھیجے گا جن کے ہاتھوں انہیں سلطنت بھی ملے گی اور ان کی قومی و مذہبی ترقی ہوگی یہ باتیں کر کے انہوں نے مجلس مشاورت قائم کی کہ اب کیا کیا جائے جس سے آئندہ کے خطرے سے محفوظ رہ سکیں۔ آخر اس جلسے میں قرارداد منظور ہوئی کہ پولیس کا ایک محکمہ قائم کیا جائے جو شہر کا گشت لگاتا رہے اور بنی اسرائیل میں جو نرینہ اولاد ہو اسے اسی وقت سرکار میں پیش کیا جائے اور ذبح کر دیا جائے۔ لیکن جب ایک مدت گزر گئی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ اس طرح تو بنی اسرائیل بالکل فنا ہو جائیں گے اور جو ذلیل خدمتیں ان سے لی جاتی ہیں جو بیگاریں ان سے وصول ہو رہی ہیں سب موقوف ہو جائیں گی اس لئے اب تجویز ہوا کہ ایک سال ان کے بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور ایک سال ان کے لڑکے قتل

کر دیئے جائیں۔ اس طرح موجودہ بنی اسرائیلیوں کی تعداد بھی نہ بڑھے گی اور نہ اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں اپنی خدمت گزاری کے لئے بھی نہ مل سکیں۔

جتنے بڈھے دو سال میں مریں گے اتنے بچے ایک سال میں پیدا ہو جائیں گے۔ جس سال قتل موقوف تھا اس سال تو حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس سال قتل عام بچوں کا جاری تھا اس برس حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ کی اس وقت کی گھبراہٹ اور پریشانی کا کیا پوچھنا؟ بے اندازہ تھی۔ ایک فتنہ تو یہ تھا۔ چنانچہ یہ خطرہ اس وقت دفع ہو گیا جب کہ اللہ کی وحی ان کے پاس آئی کہ ڈر خوف نہ کر ہم اسے تیری طرف پھر لوٹائیں گے اور اسے اپنا رسول بنائیں گے۔ چنانچہ بحکم الٰہی آپ نے اپنے بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا جب صندوق نظروں سے اوجھل ہو گیا تو شیطان نے دل میں وسوسے ڈالنے شروع کئے کہ افسوس اس سے تو یہی بہتر تھا کہ میرے سامنے ہی اسے ذبح کر دیا جاتا تو میں اسے خود ہی کفناتی دفناتی تو سہی لیکن اب تو میں نے خود اسے مچھلیوں کا شکار بنایا۔ یہ صندوق یونہی بہتا ہوا خاص فرعونی گھاٹ سے جالگا وہاں اس وقت محل کی لونڈیاں موجود تھیں انہوں نے اس صندوق کو اٹھالیا اور ارادہ کیا کہ کھول کر دیکھیں لیکن پھر ڈر گئیں کہ آیا ایسا نہ ہو کہ چوری کا الزام لگے یونہی مقفل صندوق ملکہ فرعون کے پاس پہنچا دیا۔ وہ بادشاہ بیگم کے سامنے کھولا گیا تو اس میں سے چاند جیسی صورت کا ایک چھوٹا سا معصوم بچہ نکلا جسے دیکھتے ہی فرعون کی بیوی صاحبہ کا دل محبت کے جوش سے اچھلنے لگا۔

ادھر ام موسیٰ کی حالت غیر ہو گئی سوائے اپنے اس پیارے بچے کے خیال میں اور کوئی تصور ہی نہ تھا۔ ادھر ان قصائیوں کو جو حکومت کی طرف سے بچوں کے قتل کے محکمے کے ملازم تھے معلوم ہوا تو وہ اپنی چھریاں تیز کئے ہوئے بڑھے اور ملکہ سے تقاضا کیا کہ بچہ انہیں سونپ دیں تاکہ وہ اسے ذبح کر ڈالیں۔ یہ دوسرا فتنہ تھا آخر ملکہ نے جواب دیا کہ ٹھہرو میں خود بادشاہ سے ملتی ہوں اور اس بچے کو طلب کرتی ہوں اگر وہ مجھے دے دیں تو خیر ورنہ تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ آپ آئیں اور بادشاہ سے کہا کہ یہ بچہ تو میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگا اس خبیث نے کہا بس تم ہی اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھو میری ٹھنڈک وہ کیوں ہونے لگا؟ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ حلف بیان فرماتے ہیں کہ اگر وہ بھی کہہ دیتا کہ ہاں بے شک وہ میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور راہ راست دکھا دیتا جیسا کہ اس کی بیوی صاحبہ مشرف بہ ہدایت ہوئی لیکن اس نے خود اس سے محروم رہنا چاہا اللہ نے بھی اسے محروم کر دیا۔

الغرض فرعون کو جوں توں راضی رضامند کر کے اس بچے کے پالنے کی اجازت لے کر آپ آئیں اب محل کی جتنی دایہ تھیں سب کو جمع کیا ایک ایک کی گود میں بچہ دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کا دودھ آپ پر حرام کر دیا آپ نے کسی کا دودھ منہ میں لیا ہی نہیں۔ اس سے ملکہ گھبرائیں کہ یہ تو بہت ہی برا ہوا یہ پیارا بچہ یونہی ہلاک ہو جائے گا۔ آخر سوچ کر حکم دیا کہ انہیں باہر لے جاؤ ادھر ادھر تلاش کرو اگر کسی کا دودھ یہ معصوم قبول کرے تو اسے بہ منت سونپ دو۔ باہر بازاروں میں میلہ سا لگ گیا ہر شخص اس سعادت سے مالا مال ہونا چاہتا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا

دودھ نہ پیا۔ آپ کی والدہ نے اپنی بڑی صاحبزادی آپ کی بہن کو باہر بھیج رکھا تھا کہ وہ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ وہ اس مجمع میں موجود تھیں اور تمام واقعات دیکھ سن رہی تھیں جب یہ لوگ عاجز آ گئے تو آپ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں ایک گھرانہ ایسا بتلاؤں جو اس کی نگہبانی کرے اور ہو بھی اس کا خیر خواہ۔ یہ کہنا تھا کہ لوگوں کو شک ہوا کہ ضرور یہ لڑکی اس بچے کو جانتی ہے اور اس کے گھر کو بھی پہچانتی ہے۔ اے ابن جبیر یہ تھا تیسرا فتنہ۔ لیکن اللہ نے لڑکی کو سمجھ دے دی اور اس نے جھٹ سے کہا کہ بھلا تم اتنا نہیں سمجھے کون بدنصیب ایسا ہوگا جو اس بچے کی خیر خواہی یا پرورش میں کمی کرے جو بچہ ہماری ملکہ کا پیارا ہے۔ کون نہ چاہے گا کہ یہ ہمارے ہاں پل سکے انعام واکرام سے اس کا گھر بھر جائے۔ یہ سن کر سب کی سمجھ میں آ گیا اسے چھوڑ دیا اور کہا بتا تو کون سی دایہ اس کے لئے تجویز کرتی ہے؟ اس نے کہا میں ابھی لائی دوڑی ہوئی گئیں اور والدہ کو یہ خوش خبری سنائی والدہ صاحبہ بہمہ شوق وامید آئیں اپنے پیارے بچے کو گود میں لیا اپنا دودھ منہ میں دیا بچے نے پیٹ بھر کر پیا اسی وقت شاہی محلات میں یہ خوشخبری پہنچائی گئی ملکہ کا حکم ہوا کہ فوراً اس دایہ کو اور بچے کو میرے پاس لاؤ جب ماں بیٹا پہنچے تو اپنے سامنے دودھ پلوایا اور یہ دیکھ کر کہ بچہ اچھی طرح دودھ پیتا ہے بہت ہی خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ دائی اماں مجھے اس بچے سے وہ محبت ہے جو دنیا کی کسی اور چیز سے نہیں تم یہیں محل میں رہو اور اس بچے کی پرورش کرو۔

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ صاحبہ کے سامنے اللہ کا وعدہ تھا انہیں یقین کامل تھا اس لئے آپ ذرا رکیں اور فرمایا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اپنے گھر کو اور اپنے بچوں کو چھوڑ کر یہاں رہوں۔ اگر آپ چاہتی ہیں تو یہ بچہ میرے سپرد کر دیں میں اسے اپنے گھر لے جاتی ہوں ان کی پرورش میں کوئی کوتاہی نہ کروں گی ملکہ صاحبہ نے مجبوراً اس بات کو بھی مان لیا اور آپ اسی دن خوشی خوشی اپنے بچے کو لئے ہوئے گھر آ گئیں۔ اس بچے کی وجہ سے اس محلے کے بنو اسرائیل بھی فرعونی مظالم سے رہائی پا گئے۔ جب کچھ زمانہ گزرا تو بادشاہ بیگم نے حکم بھیجا کہ کسی دن میرے بچے کو میرے پاس لاؤ ایک دن مقرر ہو گیا تمام ارکان سلطنت اور درباریوں کو حکم ہوا کہ آج میرا بچہ میرے پاس آئے گا تم سب قدم قدم پر اس کا استقبال کرو اور دھوم دھام سے نذریں دیتے ہوئے اسے میرے محل سرائے تک لاؤ۔ چنانچہ جب سواری روانہ ہوئی وہاں سے لے کر محل سرائے سلطانی تک برابر تحفے تحائف نذریں اور ہدیے پیش ہوتے رہے اور بڑی ہی عزت واکرام کے ساتھ آپ یہاں پہنچے تو خود بیگم نے بھی خوشی خوشی بہت بڑی رقم پیش کی اور بڑی خوشی منائی گئی۔ پھر کہنے لگی کہ میں تو اسے بادشاہ کے پاس لے جاؤں گی وہ بھی اسے انعام واکرام دیں گے، لے گئیں اور بادشاہ کی گود میں لٹا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی داڑھی پکڑ کر زور سے گھسیٹی۔ فرعون کھٹک گیا اور اس کے درباریوں نے کہنا شروع کیا کہ کیا عجب یہی وہ لڑکا ہو آپ اسے فوراً قتل کرا دیجئے۔

اے ابن جبیر یہ تھا چوتھا فتنہ۔ ملکہ بیتاب ہو کر بول اٹھیں اے بادشاہ کیا ارادہ کر رہے ہو؟ آپ اسے مجھے دے چکے ہیں میں اسے اپنا بیٹا بنا چکی ہوں۔ بادشاہ نے کہا یہ سب ٹھیک ہے لیکن دیکھو تو اس نے آتے ہی داڑھی پکڑ کر مجھے نیچا کر دیا گویا یہی میرا گرانے والا اور تاخت وتاراج کرنے والا ہے۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا بادشاہ بچوں کو

ان چیزوں کی کیا تمیز؟ سنو میں ایک فیصلہ کن بات بتلاؤں اس کے سامنے دو انگارے آگ کے سرخ رکھ دو اور موتی آبدار چمکتے ہوئے رکھ دو پھر دیکھنا یہ کیا اٹھاتا ہے اگر موتی اٹھالے تو سمجھنا کہ اس میں عقل ہے اور اگر آگ کے انگارے تھام لے تو سمجھ لینا کہ عقل نہیں جب عقل وتمیز نہیں تو اس کی داڑھی پکڑ لینے پر اتنے لمبے خیالات کر کے اس کی جان کا دشمن بن جانا کون سی دانائی کی بات ہے؟ چنانچہ یہی کیا گیا دونوں چیزیں آپ کے سامنے رکھی گئیں آپ نے دہکتے ہوئے انگارے اٹھالئے اسی وقت وہ چھین لئے کہ ایسا نہ ہو ہاتھ جل جائیں اب فرعون کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور اس کا بدلہ ہوا رخ ٹھیک ہوگیا۔ حق تو یہ ہے کہ اللہ کو جو کام کرنا مقصود ہوتا ہے اس کے قدرتی اسباب مہیا ہو ہی جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دربار فرعون میں فرعون کے خاص محل میں فرعون کی بیوی کی گود میں ہی پرورش ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ اچھی عمر کو پہنچ گئے اور بالغ ہو گئے۔

اب تو فرعونیوں کے جو مظالم اسرائیلیوں پر ہو رہے تھے ان میں بھی کمی ہو گئی تھی سب امن وامان سے تھے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک فرعونی اور ایک اسرائیلی کی لڑائی ہو رہی تھی اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی آپ کو سخت غصہ آیا اس لئے کہ اس وقت وہ فرعونی اس بنی اسرائیلی کو دبوچے ہوئے تھا آپ نے اسے ایک مکا مارا اللہ کی شان مکا لگتے ہی وہ مر گیا یہ تو لوگوں کو عموماً معلوم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیلیوں کی طرف داری کرتے ہیں لیکن لوگ اس کی وجہ اب تک یہی سمجھتے تھے کہ چونکہ آپ نے انہی میں دودھ پیا ہے اس لئے ان کے طرفدار ہیں اصلی راز کا علم تو صرف آپ کی والدہ کو تھا اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو بھی معلوم کرا دیا ہو۔ اسے مردہ دیکھتے ہی موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہے وہ بہکانے والا اور کھلا دشمن ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے کہ باری تعالیٰ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو معاف فرما پروردگار نے بھی آپ کی اس خطا سے درگزر فرما لیا وہ تو غفور ورحیم ہے ہی۔ چونکہ قتل کا معاملہ تھا آپ پھر بھی خوفزدہ ہی رہے تاک جھانک میں رہے کہ کہیں معاملہ کھل تو نہیں گیا۔ ادھر فرعون کے پاس شکایت ہوئی کہ ایک قبطی کو کسی بنی اسرائیل نے مار ڈالا ہے فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ واقعہ کی پوری تحقیق کرو قاتل کی تلاش کر کے پکڑ لاؤ اور گواہ بھی پیش کرو اور جرم ثابت ہو جانے کی صورت میں اسے بھی قتل کر دو۔ پولیس نے ہر چند تفتیش کی لیکن قاتل کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اتفاق کی بات کہ دوسرے ہی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر کہیں جا رہے تھے کہ دیکھا وہی بنی اسرائیلی شخص ایک دوسرے فرعونی سے جھگڑ رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی وہ دہائی دینے لگا اس نے یہ محسوس کیا کہ شاید موسیٰ علیہ السلام اپنے کل کے فعل سے نادم ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس کا یہ بار بار کا جھڑکنا اور فریاد کرنا برا معلوم ہوا اور کہا تم بڑے لڑاکا ہو یہ فرما کر اس فرعونی کو پکڑنا چاہا لیکن اس اسرائیلی بزدل نے سمجھا کہ شاید آپ چونکہ مجھ پر ناراض ہیں مجھے ہی پکڑنا چاہتے ہیں۔

حالانکہ اس کا یہ بزدلانہ خیال تھا آپ تو اسی فرعونی کو پکڑنا چاہتے تھے اور اسے بچانا چاہتے تھے لیکن خوف

وہ اس کی حالت میں بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے کہ کل تو نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا کیا آج مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے؟ یہ سن کر وہ فرعونی اسے چھوڑ بھاگا' دوڑا گیا۔ اور سرکاری سپاہی کو اس واقعہ کی خبر کر دی فرعون کو بھی قصہ معلوم ہوا اسی وقت جلادوں کو حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر قتل کر دو۔ اے ابن جبیر رحمہ اللہ یہ ہے پانچواں فتنہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سنتے ہی مٹھیاں بند کر کے مصر سے بھاگ کھڑے ہوئے نہ کبھی پیدل چلے تھے نہ کبھی کسی مصیبت میں پھنسے تھے شہزادوں کی طرح لاڈ چاؤ میں پلے تھے نہ راستے کی خبر تھی نہ کبھی سفر کا اتفاق پڑا تھا رب پر بھروسہ کر کے یہ دعا کر کے کہ اے اللہ مجھے سیدھی راہ لے چلنا چل کھڑے ہوئے۔

یہاں تک کہ مدین کی حدود میں پہنچے۔ یہاں دیکھا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں وہیں دو لڑکیوں کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں پوچھا کہ تم ان کے ساتھ اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلا لیتیں؟ الگ کھڑی ہوئی انہیں کیوں روک رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس بھیڑ میں ہمارے بس کی بات نہیں کہ اپنے جانوروں کو پانی پلائیں ہم تو جب یہ لوگ پانی پلا چکتے ہیں ان کا بقیہ اپنے جانوروں کو پلا دیا کرتی ہیں آپ فوراً آگے بڑھے اور ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ چونکہ بہت جلد پانی کھینچا آپ بہت قوی آدمی تھے سب سے پہلے ان کے جانوروں کو سیر کر دیا۔ یہ اپنی بکریاں لے کر اپنے گھر روانہ ہوئیں اور آپ ایک درخت کے سامنے تلے بیٹھ گئے۔ اور اللہ سے دعا کرنے لگے کہ پروردگار میں تیری تمام تر مہربانیوں کا محتاج ہوں۔ یہ دونوں لڑکیاں جب اپنے والد کے پاس پہنچیں تو انہوں نے کہا آج کیا بات ہے کہ تم وقت سے پہلے ہی آ گئیں؟ اور بکریاں بھی خوب آسودہ اور شکم سیر معلوم ہوتی ہیں۔

تو ان بچیوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا آپ نے حکم دیا کہ تم میں سے ایک ابھی چلی جائے اور انہیں میرے پاس بلا لائے۔ وہ آئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے والد صاحب کے پاس لے گئیں انہوں نے سرسری ملاقات کے بعد واقعہ پوچھا تو آپ نے سارا واقعہ کہہ سنایا اس پر وہ فرمانے لگے اب کوئی ڈر کی بات نہیں آپ ان ظالموں سے چھوٹ گئے۔ ہم لوگ فرعون کی رعایا نہیں۔ نہ ہم پر اس کا کوئی دباؤ ہے اسی وقت ایک لڑکی نے اپنے باپ سے کہا ابا جی انہوں نے ہمارا کام کر دیا ہے اور یہ ہیں بھی قوت والے' امانت دار شخص کیا اچھا ہو کہ آپ انہیں اپنے ہاں مقرر کر لیجئے کہ یہ اجرت پر ہماری بکریاں چرا لایا کریں۔ باپ کو غیرت اور غصہ آ گیا اور پوچھا بیٹی تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ قوی اور امین ہیں؟ بچی نے جواب دیا کہ قوت تو اس وقت معلوم ہوئی جب انہوں نے ہماری بکریوں کے لئے پانی نکالا اتنے بڑے ڈول کو اکیلے ہی کھینچتے تھے اور بڑی پھرتی اور ہرپن سے۔ امانت داری یوں معلوم ہوئی کہ میری آواز سن کر انہوں نے نظر اونچی کی اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ میں عورت ہوں پھر نیچی گردن کر کے میری باتیں سنتے رہے واللہ! آپ کا پورا پیغام پہنچانے تک انہوں نے نگاہ اونچی نہیں کی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے رہو مجھے دور سے راستہ بتا دیا کرنا یہ بھی دلیل ہے ان کی اللہ خوفی اور امانت داری کی۔ باپ کی غیرت وحمیت بھی رہ گئی بچی کی طرف سے بھی دل صاف ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت دل میں سما گئی۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمانے لگے میرا ارادہ ہے کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک میرے ہاں کا کام کاج کرتے رہیں ہاں اگر دس سال تک کریں تو اور بھی اچھا ہے ان شاء اللہ آپ دیکھ لیں گے کہ میں بھلا آدمی ہوں۔ چنانچہ یہ معاملہ ہو گیا اور اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے بجائے آٹھ سال کے دس سال پورے کئے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے مجھے یہ معلوم نہ تھا اور ایک نصرانی عالم مجھ سے یہ پوچھ بیٹھا تھا تو میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا پھر جب میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا اور آپ نے جواب دیا تو میں نے اس سے ذکر کیا اس نے کہا تمہارے استاد بڑے عالم ہیں۔ میں نے کہا ہاں ہیں ہی۔ اب موسیٰ علیہ السلام اس مدت کو پوری کر کے اپنی اہلیہ صاحبہ کو لئے ہوئے یہاں سے چلے۔ پھر وہ واقعات ہوئے جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے آگ دیکھی' گئے' اللہ سے کلام کیا' لکڑی کا اژدھا بننا' ہاتھ کا نورانی بننا ملاحظہ کیا' نبوت پائی' فرعون کی طرف بھیجے گئے تو قتل کے واقعہ کے بدلے اندیشہ ظاہر فرمایا۔ اس سے اطمینان حاصل کر کے زبان کی گرہ کشائی کی طلب کی۔ اس کو حاصل کر کے اپنے بھائی ہارون کی ہمدردی اور شرکت کار چاہی۔ یہ بھی حاصل کر کے لکڑی لئے ہوئے شاہ مصر کی طرف چلے۔

ادھر حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس وحی پہنچی کہ اپنے بھائی کی موافقت کریں اور ان کا ساتھ دیں۔ دونوں بھائی ملے اور فرعون کے دربار میں پہنچے۔ اطلاع کرائی بڑی دیر میں اجازت ملی گئے فرعون پر ظاہر کیا کہ ہم اللہ کے رسول بن کر تیرے پاس آئے ہیں اب جو سوال جواب ہوئے وہ قرآن میں موجود ہیں۔ فرعون نے کہا اچھا تم چاہتے کیا ہو؟ اور واقعہ قتل یاد دلایا جس کا عذر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیان کیا جو قرآن میں موجود ہے اور کہا ہمارا ارادہ یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اور ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے رہائی دے دو۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ اگر سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی زمین پر ڈال دی وہ زمین پر پڑتے ہی ایک زبردست خوفناک اژدھے کی صورت میں منہ پھاڑے کچلیاں نکالے فرعون کی طرف لپکا مارے خوف کے فرعون تخت سے کود گیا اور بھاگتا ہوا عاجزی سے فریاد کرنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے واسطے اسے پکڑ لو۔ آپ نے ہاتھ لگایا اسی وقت لاٹھی اپنی اصلی حالت میں آ گئی۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ بغیر کسی مرض کے داغ کے چمکتا ہوا نکلا جسے دیکھ کر وہ حیران ہو گیا آپ نے پھر ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ اپنی اصلی حالت میں تھا۔ اب فرعون نے اپنے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ تم نے دیکھا یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں اور تمہارے ملک پر قابض ہو کر تمہارے طریقے مٹا دیں۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں آپ کی نبوت ماننے سے بھی انکار ہے اور آپ کا کوئی مطالبہ بھی ہم پورا نہیں کر سکتے بلکہ ہم اپنے جادوگروں کو تمہارے مقابلے کے لئے بلا رہے ہیں جو تمہارے اس جادو پر غالب آ جائیں گے چنانچہ یہ لوگ اپنی کوششوں میں مشغول ہو گئے۔ تمام ملک سے جادوگروں کو بڑی عزت سے بلوایا

جب سب جمع ہوگئے تو انہوں نے پوچھا کہ اس کا جادو کس قسم کا ہے؟ فرعون والوں نے کہا لکڑی کا سانپ بنا دیتا ہے انہوں نے کہا اس میں کیا ہے؟ ہم لکڑیوں کی رسیوں کے وہ سانپ بنائیں گے کہ روئے زمین پر ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔ لیکن ہمارے لئے انعام مقرر ہونا چاہئے فرعون نے ان سے قول وقرار کیا کہ انعام کیسا؟ میں تو تمہیں اپنا مقرب خاص اور درباری بنالوں گا اور تمہیں نہال نہال کردوں گا جو مانگو گے پاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کردیا کہ عید کے روز دن چڑھے فلاں میدان میں مقابلہ ہوگا۔ مروی ہے کہ ان کی یہ عید عاشوراء کے دن تھی۔

اس دن تمام لوگ صبح ہی صبح اس میدان میں پہنچ گئے کہ آج چل کر دیکھیں گے کہ کون غالب آتا ہے؟ ہم تو جادوگروں کے کمال کے قائل ہیں وہی غالب آئیں گے اور ہم انہی کی مانیں گے۔ مذاق سے اس بات کو بدل کر کہتے تھے کہ چلو انہی دونوں جادوگروں کے مطیع بن جائیں گے اگر وہ غالب رہیں۔ میدان میں آکر جادوگروں نے انبیاء اللہ علیہم السلام سے کہا کہ لو اب بتاؤ تم پہلے اپنا جادو ظاہر کرتے ہو یا ہم ہی شروع کریں؟ آپ نے فرمایا تم ہی ابتدا کرو تاکہ تمہارے ارمان پورے ہوں اب انہوں نے اپنی لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈالیں وہ سب سانپ اور بلائیں بن کر اللہ کے نبیوں کی طرف دوڑیں جس سے خوفزدہ ہوکر آپ پیچھے ہٹنے لگے اس وقت اللہ کی وحی آئی کہ اپنی لکڑی زمین پر ڈال دیجئے آپ نے ڈال دی وہ ایک خوفناک بھیانک عظیم اژدھا بن کر ان کی طرف دوڑا یہ لکڑیاں رسیاں سب گڈمڈ ہوگئیں اور وہ ان سب کو نگل گیا۔ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں یہ تو سچ مچ اللہ کی طرف کا نشان ہے جادو میں یہ بات کہاں؟ چنانچہ سب نے اپنے ایمان کا اعلان کردیا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے اور ان دونوں بھائیوں کی نبوت ہمیں تسلیم ہے۔ ہم اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔

فرعون اور فرعونیوں کی کمر ٹوٹ گئی' رسوا ہوئے' منہ کالے پڑ گئے' ذلت کے ساتھ خاموش ہوگئے۔ خون کے گھونٹ پی کر چپ ہوگئے۔ ادھر یہ ہورہا تھا ادھر فرعون کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے سگے بچے کی طرح پالا تھا بے قرار بیٹھی تھیں اور اللہ سے دعائیں مانگ رہی تھیں کہ اللہ عزوجل اپنے نبی کو غالب کرے فرعونیوں نے بھی اس حال کو دیکھا تھا لیکن انہوں نے خیال کیا کہ اپنے خاوند کی طرفداری میں ان کا یہ حال ہے یہاں سے ناکام واپس جانے پر فرعون نے بے ایمانی پر کمر باندھ لی۔ اللہ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بہت سے نشانات ظاہر ہوئے۔ جب کبھی کوئی پکڑ آجاتی یہ گھبرا کر بلکہ گڑگڑا کر وعدہ کرتا کہ اچھا اس مصیبت کے ہٹ جانے پر میں بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ کردوں گا لیکن جب عذاب ہٹ جاتا پھر منکر بن کر سرکشی پر آجاتا اور کہتا تیرا رب اس کے سوا کچھ اور بھی کرسکتا ہے؟ چنانچہ ان پر طوفان آیا۔ ٹڈیاں آئیں' جوئیں آئیں' مینڈک آئے' خون آیا اور بھی بہت سی صاف صاف نشانیاں دیکھیں۔ جہاں آفت آئی' ڈرا' وعدہ کیا۔ جہاں وہ ٹل گئی مکر گیا اور اکڑ گیا۔ اب اللہ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ آپ راتوں رات انہیں لے کر روانہ ہوگئے۔

صبح فرعونیوں نے دیکھا کہ رات کو سارے بنی اسرائیل چلے گئے ہیں۔ فرعون سے کہا اس نے سارے ملک

میں احکام بھیج کر ہر طرف سے فوجیں جمع کیں اور بہت بڑی جمعیت کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔ راستے میں جو دریا پڑتا تھا اس کی طرف اللہ کی وحی پہنچی کہ تجھ پر میرے بندے موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی پڑے تو تو انہیں راستہ دے دینا۔ تجھ میں بارہ راستے ہو جائیں کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے الگ الگ اپنی راہ لگ جائیں۔ پھر جب یہ پار ہو جائیں اور فرعونی آ جائیں تو تو مل جانا اور ان میں سے ایک کو بھی بے ڈبوئے نہ چھوڑنا۔ موسیٰ علیہ السلام جب دریا میں پہنچے دیکھا کہ وہ موجیں مار رہا ہے پانی چڑھا ہوا ہے شور اٹھ رہا ہے گھبرا گئے اور لکڑی مارنا بھول گئے دریا بے قراریوں تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو اس کے کسی حصے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام لکڑی مار دیں اور اسے خبر نہ ہو تو عذاب الٰہی میں بہ سبب اللہ کی نافرمانی کے پھنس جائے۔ اتنے میں فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کے سر پر جا پہنچا یہ گھبرا گئے اور کہنے لگے لو موسیٰ! ہم تو پکڑ لئے گئے اب آپ وہ کیجئے جو اللہ کا آپ کو حکم ہے یقیناً نہ تو اللہ جھوٹا ہے نہ آپ۔

آپ نے فرمایا مجھ سے تو یہ فرمایا گیا ہے کہ جب تو دریا پر پہنچے گا وہ تجھے بارہ راستے دے دے گا تو گزر جانا۔ اسی وقت یاد آیا کہ لکڑی مارنے کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ لکڑی ماری ادھر فرعونی لشکر کا اول حصہ بنی اسرائیل کے آخری حصے کے پاس آ چکا تھا کہ دریا خشک ہو گیا اور اس میں راستے نمایاں ہو گئے اور آپ اپنی قوم کو لئے ہوئے اس میں بے خطر اتر گئے اور با آرام جانے لگے جب یہ نکل چکے فرعونی سپاہ ان کے تعاقب میں دریا میں اتری جب یہ سارا لشکر اس میں اتر گیا تو فرمان الٰہی کے مطابق دریا رواں ہو گیا اور سب کو بیک وقت غرق کر دیا بنو اسرائیل اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے تاہم انہوں نے کہا کہ اے رسول اللہ! ہمیں کیا خبر کہ فرعون بھی مرا یا نہیں؟ آپ نے دعا کی اور دریا نے فرعون کی بے جان لاش کو کنارے پر پھینک دیا۔ جسے دیکھ کر انہیں یقین کامل ہو گیا کہ ان کا دشمن مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہو گیا۔

فرعون سے نجات کے بعد بنی اسرائیل کی نافرمانیاں: اب یہاں سے آگے چلے تو دیکھا کہ ایک قوم اپنے بتوں کی مجاور بن کر بیٹھی ہے تو کہنے لگے اے اللہ کے رسول ہمارے لئے بھی کوئی معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو الخ، تم نے اتنی بڑی عبرتناک نشانیاں دیکھیں ایسے اہم واقعات سنے لیکن اب تک نہ عبرت ہے نہ غیرت۔ یہاں سے آگے بڑھ کر ایک منزل پر آپ نے قیام کیا اور یہاں اپنا خلیفہ اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنا کر قوم سے فرمایا کہ میری واپسی تک ان کی فرمانبرداری کرتے رہنا میں اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں۔ تیس دن کا اس کا وعدہ ہے۔ چنانچہ قوم سے الگ ہو کر وعدے کی جگہ پہنچ کر تیس دن رات کے روزے پورے کر کے اللہ سے باتیں کرنے کا دھیان پیدا ہوا لیکن یہ سمجھ کر روزوں کی وجہ سے منہ سے بھبکا نکل رہا ہو گا تھوڑی سی گھاس لے کر آپ نے چبا لی۔ اللہ تعالیٰ نے باوجود علم کے دریافت کیا ایسا کیوں کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ صرف اس لئے کہ تجھ سے باتیں کرتے وقت میرا منہ خوشبودار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بو مجھے مشک وعنبر کی خوشبو سے زیادہ اچھی لگتی ہے؟ اب تو دس روزے اور رکھ پھر مجھ سے کلام کرنا آپ نے روزے رکھنا شروع کر دیئے۔ قوم پر تیس دن جب گزر

گئے اور حسب وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ لوٹے تو وہ غمگین رہنے لگے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے ان میں خطبہ کیا اور فرمایا کہ جب تم مصر سے چلے تھے تو قبطیوں کی رقمیں تم میں سے بعض پر ادھار تھیں اسی طرح ان کی امانتیں بھی تمہارے پاس رہ گئی ہیں یہ ہم انہیں واپس تو کرنے کے نہیں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ ہماری ملکیت میں رہیں اس لئے تم ایک گہرا گڑھا کھودو اور جو اسباب برتن بھانڈا زیور سونا چاندی وغیرہ ان کا تمہارے پاس ہے سب اس میں ڈالو پھر آگ لگا دو۔ چنانچہ یہی کیا گیا ان کے ساتھ سامری نامی ایک شخص تھا یہ گائے بچھڑے پوجنے والوں میں سے تھا بنی اسرائیل میں سے نہ تھا لیکن بوجہ پڑوسی ہونے کے اور فرعون کی قوم میں سے نہ ہونے کے یہ بھی ان کے ساتھ وہاں سے نکل آیا تھا اس نے کسی نشان سے کچھ مٹھی میں اٹھا لیا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا تو بھی اسے ڈال دے اس نے جواب دیا کہ یہ تو اس کے اثر سے ہے جو تمہیں دریا سے پار کرا لے گیا۔ خیر میں اسے ڈال دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ اس سے وہ بن جائے جو میں چاہتا ہوں۔ آپ نے دعا کی اور اس نے اپنی مٹھی میں جو تھا اسے ڈال دیا اور کہا میں چاہتا ہوں اس کا ایک بچھڑا بن جائے۔ قدرت الٰہی سے اس گڑھے میں جو تھا وہ ایک بچھڑے کی صورت میں ہو گیا جو اندر سے کھوکھلا تھا اس میں روح نہ تھی لیکن ہوا اس کے پیچھے کے سوراخ سے جا کر منہ سے نکلتی تھی اس سے آواز پیدا ہوتی تھی۔

بنو اسرائیل نے پوچھا سامری یہ کیا ہے؟ اس بے ایمان نے کہا یہی تمہارا سب کا رب ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے اور دوسری جگہ رب کی تلاش میں چلے گئے۔ اس بات نے بنی اسرائیل کے کئی فرقے کر دیئے۔ ایک فرقے نے تو کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے تک ہم اس کی بابت کوئی بات طے نہیں کر سکتے ممکن ہے یہی اللہ ہو تو ہم اس کی بے ادبی کیوں کریں؟ اور اگر یہ رب نہیں ہے تو موسیٰ علیہ السلام کے آتے ہی حقیقت کھل جائے گی۔ دوسری جماعت نے کہا محض واہیات ہے یہ شیطانی حرکت ہے ہم اس لغویت پر مطلقاً ایمان نہیں رکھتے نہ یہ ہمارا رب نہ ہمارا اس پر ایمان۔ ایک پاجی فرقے نے دل سے اسے مان لیا اور سامری کی بات پر ایمان لائے مگر بظاہر اس کی بات کو جھٹلایا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے اسی وقت سب کو جمع کر کے فرمایا کہ لوگو! یہ اللہ کی طرف سے تمہاری آزمائش ہے تم اس جھگڑے میں کہاں پھنس گئے تمہارا رب تو رحمٰن ہے تم میری اتباع کرو اور میرا کہنا مانو۔ انہوں نے کہا آخر اس کی کیا وجہ کہ تیس دن کا وعدہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے ہیں اور آج چالیس دن ہونے کو آئے لیکن اب تک لوٹے نہیں۔ بعض بیوقوفوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ان سے ان کا رب خطا کر گیا اب یہ اس کی تلاش میں ہوں گے۔ ادھر دس روزے اور پورے ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا آپ کو بتایا گیا کہ آپ کے بعد آپ کی قوم کا اس وقت کیا حال ہے؟ آپ اسی وقت رنج و افسوس اور غم و غصے کے ساتھ واپس لوٹے اور یہاں آ کر قوم سے بہت کچھ کہا سنا اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنے لگے غصے کی زیادتی کی وجہ سے تختیاں ہاتھ سے پھینک دیں۔

پھر اصل حقیقت معلوم ہو جانے پر آپ نے اپنے بھائی سے معذرت کی ان کے لئے استغفار کیا اور سامری کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ کے بھیجے ہوئے کے پاؤں تلے سے میں نے ایک مٹھی اٹھالی یہ لوگ اسے نہ پہچان سکے اور میں نے جان لیا تھا۔ میں نے وہی مٹھی اس آگ میں ڈال دی تھی میری رائے میں یہی بات آئی۔ آپ نے فرمایا جا اس کی سزا دنیا میں تو یہ ہے کہ تو یہی کہتا رہے کہ ''ہاتھ لگانا نہیں'' پھر ایک وعدے کا وقت ہے جس کا ٹلنا ناممکن ہے اور تیرے دیکھتے دیکھتے ہم تیرے اس معبود کو جلا کر اس کی خاک بھی دریا میں بہادیں گے۔ چنانچہ آپ نے یہی کیا اس وقت بنی اسرائیل کو یقین آ گیا کہ واقعی وہ اللہ نہ تھا۔ اب وہ بڑے نادم ہوئے اور سوائے ان مسلمانوں کے جو حضرت ہارون علیہ السلام کے ہم عقیدہ رہے تھے باقی کے لوگوں نے عذر معذرت کی اور کہا کہ اے اللہ کے نبی اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے توبہ کا دروازہ کھول دے جو وہ فرمائے گا ہم بجالائیں گے تاکہ ہماری یہ زبردست خطا معاف ہو جائے۔

آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ میں سے ستر لوگوں کو چھانٹ کر علیحدہ کیا اور توبہ کے لئے چلے وہاں زمین پھٹ گئی اور آپ کے سب ساتھی اس میں اتار دیئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فکر لاحق ہوا کہ میں بنی اسرائیل کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ گریہ وزاری شروع کی' دعا کی کہ اے اللہ اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی مجھے اور ان سب کو ہلاک کر دیتا ہمارے بیوقوفوں کے گناہ کے بدلے تو ہمیں ہلاک نہ کر۔ آپ تو ان کے ظاہر کو دیکھ رہے تھے اور اللہ کی نظریں ان کے باطن پر تھیں ان میں ایسے بھی تھے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے لیکن دراصل دلی عقیدہ ان کا اس بچھڑے کے رب ہونے پر تھا ان ہی منافقین کی وجہ سے سب کو تہہ زمین کر دیا گیا تھا۔ نبی اللہ کی اس آہ وزاری پر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور جواب ملا کہ یوں تو میری رحمت سب پر چھائے ہوئے ہے لیکن میں اسے ان کے نام ہی کروں گا جو متقی پرہیزگار رہوں' زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہوں' میری باتوں پر ایمان لائیں اور میرے اس رسول و نبی کی اتباع کریں جس کے اوصاف وہ اپنی کتابوں میں لکھے پاتے ہیں یعنی توراۃ انجیل میں۔

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کی بار الٰہ میں نے اپنی قوم کے لئے توبہ طلب کی' تو نے جواب دیا کہ تو اپنی رحمت کو ان کے ساتھ کر دے گا جو آگے آنے والے ہیں پھر اللہ مجھے بھی تو اپنے اسی رحمت والے نبی کی امت میں پیدا کرتا۔ رب العالمین نے فرمایا سنو ان کی توبہ اس وقت قبول ہوگی کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں نہ باپ بیٹے کو دیکھے نہ بیٹا باپ کو چھوڑے آپس میں گتھ جائیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ بنو اسرائیل نے یہی کیا اور جو منافق لوگ تھے انہوں نے بھی سچے دل سے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی جو بچ گئے تھے وہ بھی بخشے گئے جو قتل ہوئے وہ بھی بخش دیئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اب یہاں سے بیت المقدس چلے۔ توراۃ کی تختیاں اپنے ساتھ لیں اور انہیں احکام الٰہی سنائے جو ان پر بہت بھاری پڑے اور انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ ایک پہاڑ ان کے سروں پر معلق کھڑا کر دیا گیا وہ مثل سائبان کے سروں پر تھا

اور ہر دم ڈر تھا کہ اب گرا انہوں نے اب اقرار کیا اور تورات قبول کر لی پہاڑ ہٹ گیا۔ اس پاک زمین پر پہنچے جہاں کلیم اللہ انہیں لے جانا چاہتے تھے دیکھا کہ وہاں ایک بڑی طاقتور زبردست قوم کا قبضہ ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے نہایت نامردی سے کہا کہ یہاں تو بڑی زور آور قوم ہے ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں یہ نکل جائیں تو ہم شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ تو یونہی نامردی اور بزدلی ظاہر کرتے رہے ادھر اللہ تعالیٰ نے ان سرکشوں سے دو شخصوں کو ہدایت دے دی وہ شہر سے نکل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں آ ملے اور انہیں سمجھانے لگے کہ تم ان کے جسموں اور تعداد سے مرعوب نہ ہو جاؤ یہ لوگ بہادر نہیں ان کے دل گردے کمزور ہیں تم آگے تو بڑھو ان کے شہر کے دروازے میں گئے اور ان کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہوئے یقیناً تم ان پر غالب آ جاؤ گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں شخص جنہوں نے بنی اسرائیل کو سمجھایا اور انہیں دلیر بنایا خود بنی اسرائیل میں سے ہی تھے۔ واللہ اعلم۔ لیکن ان کے سمجھانے بجھانے اللہ کے حکم ہو جانے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وعدے نے بھی ان پر کوئی اثر نہ کیا بلکہ انہوں نے کورا جواب دے دیا کہ جب تک یہ لوگ شہر میں ہیں ہم تو یہاں سے اٹھنے کے بھی نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام! تو آپ اپنے رب کو اپنے ساتھ لے کر چلا جا اور ان سے لڑ بھڑ ہم بیٹھے ہوئے ہیں اب تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا آپ کے منہ سے ان بزدلوں اور ناقدروں کے لیے بددعا نکل گئی اور آپ نے ان کا نام فاسق رکھ دیا۔ اللہ کی طرف سے بھی ان کا یہی نام مقرر ہو گیا اور انہیں اسی میدان میں قدرتی طور پر قید کر دیا گیا۔

چالیس سال انہیں یہیں گزر گئے کہیں قرار نہ تھا اسی بیابان میں پریشانی کے ساتھ بھٹکتے پھرتے تھے اسی میدان میں ان پر ابر کا سایہ کر دیا گیا اور من وسلویٰ اتار دیا گیا' کپڑے نہ پھٹتے تھے نہ میلے ہوتے تھے ایک چوکونہ پتھر رکھا ہوا تھا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکڑی ماری تو اس میں سے بارہ نہریں جاری ہو گئیں ہر طرف سے تین تین لوگ چلتے چلتے آگے بڑھ جاتے تھک کر قیام کر دیتے' صبح اٹھتے تو دیکھتے کہ وہ پتھر وہیں ہے جہاں کل تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنی تو فرمایا کہ اس فرعونی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اگلے دن کے قتل کی خبر رسانی کی تھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ قبطی کے قتل کے سوائے اس بنی اسرائیلی ایک شخص کے جو قبطی سے لڑ رہا تھا وہاں کوئی اور نہ تھا۔

اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت بگڑے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور ان سے کہا آپ کو یاد ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس شخص کا حال بیان فرمایا تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا راز کھولا تھا؟ بتاؤ وہ بنی اسرائیلی شخص تھا یا فرعونی؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنی اسرائیلی سے اس فرعونی نے سنا پھر اس نے جا کر حکومت سے کہا اور خود اس کا شاہد بنا۔[1] (سنن کبریٰ نسائی) یہی روایت اور کتابوں میں بھی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اپنے کلام سے بہت تھوڑا سا

---

[1] [ضعیف: نسائی فی السنن الکبری (١١٣٢٦) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٤١٣١) مسند ابو یعلی (٢٦١٨)] اس کی سند میں اصبغ بن زید راوی ضعیف ہے۔]

حصہ مرفوع بیان کیا گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آپ نے بنواسرائیل میں سے کسی سے یہ روایت لی ہو کیونکہ ان سے روایتیں لینا مباح ہیں۔ یا تو آپ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ہی یہ روایت سنی ہوگی اور ممکن ہے کسی اور سے سنی ہو۔ واللہ اعلم۔ میں نے اپنے استاد شیخ حافظ ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ سے بھی یہی سنا ہے۔

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ڏ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰي قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝
اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝
فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝

پھر تو کئی سال تک مدین کے لوگوں میں ٹھہرا رہا پھر تقدیر الٰہی کے مطابق اے موسیٰ تو آیا ○ اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کے لئے پسند فرما لیا ○ اب تو اپنے بھائی سمیت میری نشانیاں ہمراہ لئے ہوئے جا' خبردار میرے ذکر میں سستی نہ کرنا ○ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے ○ اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے ○

موسیٰ علیہ السلام مدین میں: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جناب باری عزوجل فرما رہا ہے کہ تم فرعون سے بھاگ کر مدین پہنچے' یہاں سسرال مل گئے اور شرط کے مطابق ان کی بکریاں برسوں تک چراتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے اندازے اور اس کے مقررہ وقت پر تم اس کے پاس پہنچے۔ اس رب کی کوئی چاہت ناکام نہیں رہتی' کوئی فرمان نہیں ٹوٹتا' اس کے وعدے کے مطابق اس کے مقررہ وقت پر تمہارا اس کے پاس پہنچنا لازمی امر تھا۔ یہ بھی مطلب ہے کہ تم اپنی قدر و عزت کو پہنچے یعنی رسالت و نبوت ملی۔ میں نے تمہیں اپنا برگزیدہ پیغمبر بنا لیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا انہیں جنت سے نکال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا آپ کو اللہ نے اپنی رسالت سے ممتاز فرمایا اور اپنے لئے پسند فرمایا اور تورات عطا فرمائی کیا اس میں آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ میری پیدائش سے پہلے یہ سب مقدر ہو چکا تھا؟ کہا ہاں۔ الغرض حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ پر دلیل میں غلبہ پا گئے۔ [1] میری دی ہوئی دلیل اور معجزے لے کر تو اور تیرا بھائی دونوں فرعون کے پاس جاؤ میری یاد میں غفلت نہ کرنا تھک کر بیٹھ نہ رہنا۔ چنانچہ فرعون کے سامنے دونوں ذکر اللہ میں لگے رہتے تا کہ اللہ کی مدد ان کا ساتھ دے۔ انہیں قوی اور مضبوط بنا دے اور فرعون کی شوکت ٹال دے۔

چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ میرا پورہ اور سچا بندہ وہ ہے جو پوری عمر میری یاد کرتا رہے۔ [2] فرعون کے پاس تم میرا پیغام لے کر پہنچو۔ اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے' اللہ کی نافرمانیوں پر دلیر ہو گیا ہے' بہت پھول گیا ہے اور اپنے خالق و مالک کو بھول گیا ہے۔ اس سے گفتگو نرم کرنا۔ دیکھو فرعون کس قدر بڑا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب التفسیر : باب قوله واصطنعتك لنفسی (٤٧٣٦) صحیح مسلم: کتاب القدر : باب حجاج آدم و موسی (٢٦٥٢)]

[2] [ضعیف: ترمذی : کتاب الدعوات (٣٥٨٠)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی، السلسلة الضعیفة (٣١٣٥)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عفیر بن معدان راوی ضعیف ہے۔]

کس قدر بھلے ہیں لیکن حکم ہو رہا ہے کہ نرمی سے سمجھانا۔ حضرت یزید رقاشی رحمہ اللہ اسی آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں

یَا مَنْ یَتَحَبَّبُ اِلٰی مَنْ یُّعَادِیْہِ فَکَیْفَ مَنْ یَّتَوَلَّاہُ وَیُنَادِیْہِ

یعنی اے اللہ جو دشمنوں سے بھی محبت اور نرمی کرتا ہے۔ تیرا کیسا کچھ پاکیزہ برتاؤ ہوتا اس کے ساتھ جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور تجھے پکارا کرتا ہو۔ حضرت وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نرم گفتگو کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہنا میرے غضب وغصے سے میری مغفرت ورحمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نرم بات کہنے سے مراد اللہ کی وحدانیت کی طرف دعوت دینا ہے کہ وہ ﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ کا قائل ہو جائے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے کہنا کہ تیرا رب ہے، تجھے مر کر اللہ کے وعدے پر پہنچنا ہے جہاں جنت دوزخ دونوں ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے میرے دروازے پر لا کھڑا کرو۔ الغرض تم اس سے نرمی اور آرام سے گفتگو کرنا تا کہ اس کے دل میں تمہاری باتیں بیٹھ جائیں جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ﴾ [1] یعنی اپنے رب کی راہ کی دعوت انہیں حکمت اور اچھے وعظ سے دے اور انہیں بہترین طریقے سے سمجھا بجھا دے تا کہ وہ سمجھ لے اور اپنی ضلالت و ہلاکت سے ہٹ جائے یا اپنے اللہ سے ڈرنے لگے اور اس کی اطاعت وعبادت کی طرف متوجہ ہو جائے جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا﴾ [2] یہ نصیحت اس کے لئے ہے جو عبرت حاصل کرلے یا ڈر جائے پس عبرت حاصل کرنے سے مراد برائیوں سے اور خوف کی چیز سے ہٹ جانا اور ڈرے سے مراد اطاعت کی طرف مائل ہو جانا ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی ہلاکت کی دعا نہ کرنا جب تک کہ اس کے تمام عذر ختم نہ ہو جائیں زید بن عمرو بن نفیل کے یا امیہ بن ابی صلت کے شعروں میں ہے کہ یا اللہ تو وہ ہے جس نے اپنے فضل وکرم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہہ کر باغی فرعون کی طرف بھیجا کہ اس سے پوچھو تو کہ کیا اس آسمان کو بے ستون کے تو نے تھام رکھا ہے؟ اور تو نے ہی اسے بنایا ہے؟ اور کیا تو نے ہی اس کے درمیان روشن سورج کو چڑھایا ہے جو اندھیرے کو اجالے سے بدل دیتا ہے ادھر صبح کے وقت وہ نکلا ادھر دنیا سے ظلمت دور ہوئی بھلا بتلا تو کہ مٹی میں سے دانے اگانے والا کون ہے؟ اور اس میں بالیاں پیدا کرنے والا کون ہے؟ کیا ان تمام نشانوں سے بھی تو اللہ کو نہیں پہچان سکتا؟

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی ﴿۴۶﴾ فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۵ وَلَا تُعَذِّبْھُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰکَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۴۸﴾

---

[1] [سورۃ النحل: آیت ۱۲۵] [2] [سورۃ الفرقان: آیت ٦٢]

دونوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہمیں تو خوف ہے کہ کہیں فرعون ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے یا اپنی سرکشی میں بڑھ نہ جائے ○ جواب ملا کہ تم مطلقاً خوف نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سنتا دیکھتا رہوں گا ○ تم اس کے پاس جا کر کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے پیغمبر ہیں۔ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اُن کی سزائیں موقوف کر' ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشان لے کر آئے ہیں' دراصل سلامتی اسی کے لئے ہے جو ہدایت کا پابند ہو جائے ○ ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو جھٹلائے اور روگردانی کرے اس کے لئے عذاب ہیں ○

اللہ کے سامنے اپنی کمزوری کی شکایت: اللہ کے ان دونوں رسولوں نے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہوئے اپنی کمزوری کی شکایت رب کے سامنے کی کہ ہمیں خوف ہے کہ فرعون کہیں ہم پر کوئی ظلم نہ کرے اور بدسلوکی سے پیش نہ آئے یہ ہماری آواز کو دبانے کے لئے جلدی سے ہمیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ کر دے۔ اور ہمارے ساتھ ناانصافی سے پیش نہ آئے۔ رب العالم کی طرف سے ان کی تشفی کر دی گئی۔ ارشاد ہوا کہ اس کا کچھ خوف نہ کھاؤ میں خود تمہارے ساتھ ہوں تمہاری اور اس کی بات چیت سنتا رہوں گا اور تمہارا حال دیکھتا رہوں گا کوئی بات مجھ پر مخفی نہیں رہ سکتی اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے وہ بغیر میری اجازت کے سانس بھی تو نہیں لے سکتا۔ میرے قبضے سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا۔ میری حفاظت ونصرت تائید ومدد تمہارے ساتھ ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں دعا کی کہ مجھے وہ دعا تعلیم فرمائی جائے جو میں فرعون کے پاس جاتے پڑھ لیا کروں تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا تعلیم فرمائی ((هَيًّا شَرًّا هَيًّا)) جس کے معنی عربی میں ﴿آنَا الْحَیُّ قَبْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّالْحَیُّ بَعْدَ كُلِّ شَیْءٍ﴾ یعنی میں ہی ہوں سب سے پہلے زندہ اور سب سے بعد بھی زندہ۔ [1] پھر انہیں بتلایا گیا کہ یہ فرعون کو کیا کہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ گئے' دروازے پر ٹھہرے' اجازت مانگی' بڑی دیر کے بعد اجازت ملی۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں پیغمبر دو سال تک روزانہ صبح شام فرعون کے ہاں جاتے رہے دربانوں سے کہتے رہے کہ ہم دونوں پیغمبروں کی آمد کی خبر بادشاہ سے کرو۔ لیکن فرعون کے ڈر کے مارے کسی نے خبر نہ کی دو سال کے بعد ایک روز اس کے ایک بے تکلف دوست نے جو بادشاہ سے ہنسی دل لگی بھی کر لیا کرتا تھا کہا کہ آپ کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے اور ایک عجیب مزے کی بات کہہ رہا ہے وہ کہتا ہے کہ آپ کے سوا اس کا کوئی اور رب ہے اور اس کے رب نے اسے آپ کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اس نے کہا میرے دروازے پر وہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ حکم دیا کہ اندر بلالو چنانچہ آدمی گیا اور دونوں پیغمبر دربار میں آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں رب العالمین کا رسول ہوں فرعون نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ تو موسیٰ (علیہ السلام) ہے۔

سدی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ آپ مصر میں اپنے ہی گھر ٹھہرے تھے ماں نے اور بھائی نے پہلے تو آپ کو پہچانا نہیں گھر میں جو پکا تھا وہ مہمان سمجھ کر ان کے پاس لا رکھا اس کے بعد پہچانا سلام کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کا

---

[1] [ضعیف: الدر المنثور للسیوطی (٤/٥٣٧)] اس میں ابوعبیدہ کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں۔]

مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس بادشاہ کو اللہ کی طرف بلاؤں اور تمہاری نسبت فرمان ہوا ہے کہ تم میری تائید کرو۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا بسم اللہ کیجئے۔ رات کو دونوں صاحب بادشاہ کے ہاں گئے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لکڑی سے کواڑ کھٹکھٹائے۔ فرعون آگ بگولا ہوگیا کہ اتنا بڑا دلیر آدمی کون آ گیا۔ جو یوں بیساختہ دربار کے آداب کے خلاف اپنی لکڑی سے مجھے ہوشیار کر رہا ہے؟ درباریوں نے کہا حضرت کچھ نہیں یونہی ایک مجنون آدمی ہے کہتا پھرتا ہے کہ میں رسول ہوں۔ فرعون نے حکم دیا کہ اسے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام کو لئے ہوئے آپ اس کے پاس گئے۔ اور اس سے فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے انہیں سزائیں نہ کر ہم رب العالمین کی طرف سے اپنی رسالت کی دلیلیں اور معجزے لے کر آئے ہیں اور تو ہماری بات مان لے تو تجھ پر اللہ کی طرف سے سلامتی نازل ہوگی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو خط شاہ روم ہرقل کے نام لکھا تھا اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یہ مضمون لکھا تھا کہ یہ خط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ روم ہرقل کے نام ہے جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اس کے بعد یہ کہ تم اسلام قبول کرلو تو سلامت رہو گے اللہ تعالیٰ دوہرا اجر عنایت فرمائے گا۔ [1] مسیلمہ کذاب نے صادق و مصدوق کو ایک خط لکھا تھا جس میں تحریر تھا کہ یہ خط اللہ کے رسول مسیلمہ کی جانب سے اللہ کے رسول کے نام' آپ پر سلام ہو' میں نے آپ کو شریک کار کرلیا ہے شہری آپ کے لئے اور دیہاتی میرے لئے۔ یہ قریشی تو بڑے ہی ظالم لوگ ہیں۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لکھا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام ہے سلام ہو ان پر جو ہدایت کی تابعداری کریں سن لے زمین اللہ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے انجام کے لحاظ سے بھلے لوگ وہ ہیں جن کے دل خوف الٰہی سے پر ہوں۔ [2]

الغرض رسول اللہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون سے یہی کہا کہ سلام ان پر ہے جو ہدایت کے پیرو ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہمیں بذریعہ وحی الٰہی یہ بات معلوم کرائی گئی ہے کہ عذاب کے لائق صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ کے کلام کو جھٹلائیں اور اللہ کی باتوں کے ماننے سے انکار کر جائیں۔ جیسے ارشاد ہے ﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ○ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ [3] جو شخص سرکشی کرے اور دنیا کی زندگانی پر مرمٹ کر اسی کو پسند کرلے اس کا آخری ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ اور آیتوں میں ہے کہ میں تمہیں شعلے مارنے والی آگ جہنم سے ڈرا رہا ہوں جس میں صرف وہ بدبخت داخل ہوں گے جو جھٹلائیں اور منہ موڑ لیں۔ [4] اور آیتوں میں ہے کہ اس نے نہ تو مان کر دیا نہ نماز ادا کی بلکہ دل سے منکر رہا اور کام فرمان کے خلاف کئے۔ [5]

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۷) صحیح مسلم: کتاب الجہاد: باب کتب النبی الی ہرقل (۱۷۷۳)]

[2] [ضعیف: سیرۃ ابن ہشام (۲/۶۰۰) ابن سعد فی الطبقات (۱/۲۰۹)] اس میں واقدی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [النازعات: ۳۷۔۳۹] [4] [اللیل: ۱۴۔۱۶] [5] [القیامۃ: ۳۱۔۳۲]

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾

فرعون نے پوچھا کہ اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ ○ جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک کو اس کی خاص صورت شکل عنایت فرمائی پھر راہ سجھا دی ○ اس نے کہا اچھا یہ بتاؤ اگلے زمانے والوں کا حال کیا ہونا ہے؟ ○ جواب دیا کہ ان کا علم میرے رب کے ہاں کتاب میں موجود ہے نہ تو میرا رب غلطی کرے نہ بھولے ○

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی گفتگو: چونکہ یہ نابکار یعنی فرعون مصر وجود باری تعالیٰ کا منکر تھا۔ پیغام الٰہی کلیم اللہ کی زبانی سن کر وجود خالق کے انکار کے طور پر سوال کرنے لگا کہ تمہارا بھیجنے والا اور تمہارا رب کون ہے؟ میں تو اسے نہیں جانتا نہ اسے مانتا ہوں۔ بلکہ میری دانست میں تو تم سب کا رب میرے سوا اور کوئی نہیں۔ اللہ کے سچے رسول علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شخص کو اس کا جوڑ اعطا فرمایا ہے انسان کو بصورت انسان' گدھے کو اس کی صورت پر' بکری کو ایک علیحدہ صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ ہر ایک کو اس کی مخصوص صورت میں بنایا ہے۔ ہر ایک کی پیدائش نرالی شان سے درست کر دی ہے۔ انسانی پیدائش کا طریقہ الگ ہے چوپائے الگ صورت میں ہیں درندے الگ وضع میں ہیں۔ ہر ایک کے جوڑے کی ہیئت ترکیبی علیحدہ ہے۔ کھانا پینا کھانے پینے کی چیزیں جوڑے سب الگ الگ اور ممتاز و مخصوص ہیں۔ ہر ایک کا انداز مقرر کر کے پھر اس کی ترکیب اسے بتلا دی ہے۔

عمل اجل رزق مقدر اور مقرر کر کے اسی پر لگا دیا ہے نظام کے ساتھ ساری مخلوق کا کارخانہ چل رہا ہے۔ کوئی اس سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ خلق کا خالق تقدیروں کا مقرر کرنے والا اپنے ارادے پر مخلوق کی پیدائش کرنے والا ہی ہمارا رب ہے۔ یہ سن کر اس بے سمجھ نے پوچھا کہ اچھا تو ان کا کیا حال ہے جو ہم سے پہلے تھے اور اللہ کی عبادت کے منکر تھے؟ اس سوال کو اس نے اہمیت کے ساتھ کیا۔ لیکن اللہ کے پیغمبر نے ایسا جواب دیا کہ عاجز ہو گیا۔ لوح محفوظ میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں' جزا سزا کا دن مقرر ہے نہ وہ غلط کرے کہ کوئی چھوٹا بڑا اس کی پکڑ سے چھوٹ جائے نہ وہ بھولے کہ مجرم اس کی گرفت سے رہ جائیں۔ اس کا علم تمام چیزوں کو اپنے میں گھیرے ہوئے ہے۔ اس کی ذات بھول چوک سے پاک ہے' نہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر' نہ علم کے بعد بھول جانے کا اس کا وصف' وہ کمی علم کے نقصان سے وہ بھول کے نقصان سے پاک ہے۔

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾

ع

اس نے تمہارے لئے زمین کو عرش بنایا ہے' اور اس میں تمہارے لئے راستے چلا دیئے ہیں اور آسمان سے پانی بھی وہی برساتا ہے' پھر اس برسات کی وجہ سے مختلف قسم کی پیداوار بھی ہم ہی پیدا کرتے ہیں ○ تم خود کھاؤ اور اپنے چوپاؤں کو بھی چراؤ' کچھ شک نہیں کہ اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں ○ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں پھر واپس لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ تم سب کو نکال کھڑا کریں گے ○ ہم نے اس کو اپنی سب نشانیاں دکھا دیں لیکن پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کر دیا ○

اللہ تعالیٰ کی چند صفات: موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سوال کے جواب میں اوصاف الٰہی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسی اللہ نے زمین کو لوگوں کے لئے فرش بنایا ہے۔ مَهْدًا کی دوسری قراءت مِهَادًا ہے۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے بطور فرش کے بنا دیا ہے کہ تم اس پر قرار کئے ہوئے ہو' اسی پر سوتے بیٹھتے' رہتے سہتے ہو۔ اس نے زمین سے چلنے پھرنے اور سفر کرنے کے لئے راہیں بنا دی ہیں تاکہ تم راستہ نہ بھولو اور منزل مقصود تک بہ آسانی پہنچ سکو۔ وہی آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس کی وجہ سے زمین سے ہر قسم کی پیداوار اگاتا ہے۔ کھیتیاں باغات میوے قسم قسم کے ذائقے دار کہ تم خود کھا لو اور اپنے جانوروں کو چارہ بھی دو۔ تمہارا کھانا اور میوے تمہارے جانوروں کا چارا خشک اور تر سب اسی سے اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ جن کی عقلیں صحیح سالم ہیں ان کے لئے تو قدرت کی یہ تمام نشانیاں دلیل ہیں۔ اللہ کی الوہیت' اس کی وحدانیت اور اس کے وجود پر۔ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا فرمایا ہے۔ تمہاری ابتدا اسی سے ہے۔ اس لئے کہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اسی سے ہوئی ہے۔ اسی میں تمہیں پھر لوٹنا ہے' مر کر اسی میں دفن ہونا ہے' اسی سے پھر قیامت کے دن کھڑے کئے جاؤ گے۔

ہماری پکار پر ہماری تعریفیں کرتے ہوئے اٹھو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی تھوڑی دیر رہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اسی زمین پر تمہاری زندگی گزرے گی مر کر بھی اسی میں جاؤ گے پھر اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کے دفن کے بعد اس کی قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے پہلی بار فرمایا ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ﴾ دوسری لپ ڈالتے ہوئے فرمایا ﴿وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ﴾ تیسری بار ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ الغرض فرعون کے سامنے دلیلیں آ چکیں' اس نے معجزے اور نشان دیکھ لئے لیکن سب کا انکار اور تکذیب کرتا رہا' کفر' سرکشی' ضد اور تکبر سے باز نہ آیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ [1] یعنی باوجودیکہ ان کے دلوں میں یقین ہو چکا تھا تاہم از راہ ظلم و زیادتی انکار سے باز نہ آئے۔

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ۝ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝

کہنے لگے اے موسیٰ! تو اسی لئے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہمارے ملک سے باہر نکال دے؟ ○ تو ہم بھی تیرے مقابلے میں اسی جیسا جادو ضرور لائیں گے تو تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ گاہ مقرر کر لے کہ نہ ہم اس کا خلاف کریں

---

[1] [سورۃ النمل: آیت ۱۴]

جادوگروں سے مقابلہ طے: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ لکڑی کا سانپ بن جانا' ہاتھ کا روشن ہو جانا وغیرہ دیکھ کر فرعون نے کہا کہ یہ تو جادو ہے اور تو جادو کے زور سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے۔ تو مغرور نہ ہو جا ہم بھی اس جادو میں تیرا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دن اور جگہ مقرر ہو جائے اور مقابلہ ہو جائے۔ ہم بھی اس دن اس جگہ آ جائیں اور تو بھی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی نہ آئے۔ کھلے میدان میں سب کے سامنے ہار جیت کھل جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے منظور ہے اور میرے خیال سے تو اس کے لئے تمہاری عید کا دن مناسب ہے۔ کیونکہ وہ فرصت کا دن ہوتا ہے سب آ جائیں گے اور دیکھ کر حق و باطل میں تمیز کر لیں گے۔ معجزے اور جادو کا فرق سب پر ظاہر ہو جائے گا۔ وقت دن چڑھے کا رکھنا چاہئے تا کہ جو کچھ میدان میں آئے سب دیکھ سکیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان کی زینت اور عید کا دن عاشورے کا دن تھا۔ یہ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسے موقعوں پر کبھی پیچھے نہیں رہتے ایسا کام کرتے ہیں جس سے حق صاف واضح ہو جائے اور ہر ایک پرکھ لے۔ اسی لئے آپ نے ان کی عید کا دن مقرر کیا اور وقت دن چڑھے کا بتایا اور صاف ہموار میدان مقرر کیا جہاں سے ہر ایک دیکھ سکے اور جو باتیں ہوں وہ بھی سن سکے۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرعون نے مہلت چاہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکار کیا اس پر وحی اتری کہ مدت مقرر کر لو فرعون نے چالیس دن کی مہلت مانگی جو منظور کی گئی۔

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾

پس فرعون لوٹ گیا اور اس نے اپنے داؤ گھات جمع کئے پھر آ گیا ○ موسیٰ نے ان سے کہا تمہاری شامت آ چکی۔ اللہ پر جھوٹ افترا نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذابوں سے ملیا میٹ کر دے' یاد رکھو وہ کبھی کامیاب نہ ہو گا جس نے تہمت باندھی ○ پس یہ لوگ آپس کے مشوروں میں مختلف رائے ہو گئے اور چھپ چھپ کر چپکے چپکے مشورہ کرنے لگے ○ کہنے لگے' ہیں تو یہ دونوں جادوگر ہی اور ان کا پختہ ارادہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں اور تمہارے بہترین مذہب کو برباد کریں ○ تو تم بھی اپنی کوئی تدبیر اٹھا رکھو۔ پھر صف بندی کر کے آ جاؤ جو آج غالب آ گیا وہی بازی لے گیا ○

فرعون نے جادوگروں کو جمع کیا: جب کہ مقابلہ کی تاریخ مقرر ہو گئی' دن وقت اور جگہ بھی ہو گئی تو فرعون نے ادھر ادھر سے جادوگروں کو جمع کرنا شروع کیا اس زمانے میں جادو کا بہت زور تھا اور بڑے بڑے جادوگر موجود تھے۔ فرعون نے عام طور سے حکم جاری کر دیا کہ تمام ہوشیار جادوگروں کو میرے پاس بھیج دو۔ مقررہ وقت تک تمام جادوگر جمع

ہو گئے فرعون نے اسی میدان میں اپنا تخت منگوایا اس پر بیٹھا تمام امراء وزراء اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے رعایا سب جمع ہو گئی جادوگروں کی جماعت صفیں باندھے تخت کے آگے کھڑی ہو گئیں۔ فرعون نے ان کی کمر ٹھونکنی شروع کی اور کہا دیکھو آج اپنا وہ ہنر دکھاؤ کہ دنیا میں یادگار رہ جائے۔ جادوگروں نے کہا کہ اگر ہم بازی لے جائیں تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ کہا کیوں نہیں؟ میں تمہیں اپنا خاص درباری بنالوں گا۔ ادھر سے کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تبلیغ شروع کی کہ دیکھو اللہ پر جھوٹ افترا نہ باندھو ورنہ شامت اعمال برباد کر دے گی۔ لوگوں کی آنکھوں میں خاک نہ جھونکو کہ درحقیقت کچھ نہ ہو اور تم اپنے جادو سے بہت کچھ دکھا دو۔ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں جو فی الواقع کسی چیز کو پیدا کر سکے۔ یاد رکھو ایسے جھوٹے بہتانی لوگ فلاح نہیں پاتے۔ یہ سن کر ان میں آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بعض تو سمجھ گئے اور کہنے لگے یہ کلام جادوگروں کا نہیں یہ تو سچ مچ اللہ کے رسول ہیں۔

بعض نے کہا نہیں بلکہ یہ جادوگر ہیں مقابلہ کرو۔ یہ باتیں بہت ہی احتیاط اور راز سے کی گئیں۔ ﴿اِنَّ هٰذٰنِ﴾ کی دوسری قراءت ﴿اِنَّ هٰذَیْنِ﴾ بھی ہے مطلب اور معنی دونوں قراءتوں کا ایک ہی ہے۔ اب با آواز بلند کہنے لگے کہ یہ دونوں بھائی سیانے اور پہنچے ہوئے جادوگر ہیں۔ اس وقت تو ہماری ہوا بندھی ہوئی ہے بادشاہ کا قرب نصیب ہے مال و دولت قدموں تلے لوٹ رہا ہے لیکن آج اگر یہ بازی لے گئے تو ظاہر ہے کہ ریاست ان ہی کی ہو جائے گی تمہیں ملک سے نکال دیں گے عوام ان کے ماتحت ہو جائیں گے ان کا زور بندھ جائے گا یہ بادشاہت چھین لیں گے اور ساتھ ہی تمہارے مذہب کو ملیا میٹ کر دیں گے۔ بادشاہت عیش و آرام سب چیزیں تم سے چھن جائیں گی۔ شرافت عقلمندی ریاست سب ان کے قبضے میں آجائے گی تم یونہی بھٹے بھونتے رہ جاؤ گے۔ تمہارے اشراف ذلیل ہو جائیں گے امیر فقیر بن جائیں گے ساری رونق اور بہار جاتی رہے گی۔ بنی اسرائیل جو تمہارے لونڈی غلام بنے ہوئے ہیں یہ سب ان کے ساتھ ہو جائیں گے اور تمہاری حکومت پاش پاش ہو جائے گی۔ تم سب اتفاق کر لو۔ ان کے مقابلے میں صف بندی کر کے اپنا کوئی فن باقی نہ رکھو جی کھول کر ہوشیاری اور دانائی سے اپنے جادو کے زور سے اسے دبا لو۔ ایک ہی دفعہ ہر استاد اپنی کاری گری دکھا دے تاکہ میدان ہمارے جادو سے پر ہو جائے دیکھو اگر وہ جیت گیا تو یہ ریاست اسی کی ہو جائے گی اور اگر ہم غالب آگئے تو تم سن چکے ہو کہ بادشاہ ہمیں اپنا مقرب اور دربار خاص کے ارکین بنا دے گا۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی ﴿۷۰﴾

کہنے لگے کہ موسیٰ یا تو تو پہلے ڈال دے یا ہم اول ڈالنے والے بن جائیں ○ جواب دیا کہ نہیں تم ہی پہلے ڈالو اب تو موسیٰ کو یہ

خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں بوجہ ان کے جادو کے دوڑ بھاگ رہی ہیں ○ تو موسیٰ اپنے دل ہی دل میں ڈرنے لگے ○ ہم نے فرمایا' کچھ خوف نہ کر یقیناً تو ہی غالب رہے گا ○ تیرے دائیں ہاتھ میں جو ہے اسے ڈال دے کہ ان کی تمام کاری گری کو وہ نگل جائے' انہوں نے جو کچھ بنایا ہے' یہ صرف جادوگروں کے کرتب ہیں' اور جادوگر کہیں بھی جائے' کامیاب نہیں ہوتا ○ اب تو تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور پکار اٹھے کہ ہم تو ہارون اور موسیٰ کے پروردگار پر ایمان لاچکے ○

مقابلہ اور حق کا غلبہ: جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب بتاؤ تم اپنا وار پہلے کرتے ہو یا ہم پہل کریں؟ اس کے جواب میں اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا تم ہی پہلے اپنے دل کی بھڑاس نکال لو تا کہ دنیا دیکھ لے کہ تم نے کیا کیا؟ اور پھر اللہ نے تمہارے کئے کو کس طرح مٹا دیا؟ اسی وقت انہوں نے اپنی لکڑیاں رسیاں میدان میں ڈال دیں کچھ ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا یہ سانپ بن کر چل پھر رہی ہیں اور میدان میں دوڑ بھاگ رہی ہیں۔ کہنے لگے فرعون کے اقبال سے غالب ہم ہی رہیں گے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انہیں خوفزدہ کر دیا اور جادو کے کرتب دکھا دیئے۔ یہ لوگ بہت زیادہ تھے۔ ان کی پھینکی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں سے اب سارے کا سارا میدان سانپوں سے پر ہو گیا وہ آپس میں گڈمڈ ہو کر اوپر تلے ہونے لگے۔ اس منظر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوف زدہ کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو لوگ ان کے کرتب کے قائل ہو جائیں اور اس باطل میں پھنس جائیں۔ اسی وقت جناب باری نے وحی نازل فرمائی کہ اپنے داہنے ہاتھ کی لکڑی کو میدان میں ڈال دو ہراساں نہ ہو۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ کے حکم سے یہ لکڑی ایک زبردست بے مثال اژدھا بن گئی' جس کے پیر بھی تھے اور سر بھی تھا۔ کچلیاں اور دانت بھی تھے۔ اس نے سب کے دیکھتے سارے میدان کو صاف کر دیا۔ اس نے جادوگروں کے جتنے کرتب تھے سب کو ہڑپ کر لیا۔ اب سب پر واضح ہو گیا' معجزے اور جادو میں تمیز ہو گئی۔ حق و باطل میں پہچان ہو گئی۔ سب نے جان لیا کہ جادوگروں کی بناوٹ میں اصلیت کچھ بھی نہ تھی۔ فی الواقع جادوگر کوئی چال چلیں اس میں غالب نہیں آ سکتے۔ ابن ابی حاتم میں حدیث ہے ترمذی میں بھی موقوفاً مروی ہے کہ جادوگر کو جہاں پکڑو مار ڈالو'[1] پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا۔ یعنی جہاں پایا جائے امن نہ دیا جائے جادوگروں نے جب یہ دیکھا انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کام انسانی طاقت سے خارج ہے وہ جادو کے فن میں ماہر تھے بیک نگاہ پہچان گئے کہ واقعی یہ اس اللہ کا کام ہے جس کے فرمان اٹل ہیں جو کچھ وہ چاہے اس کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کے ارادے سے مراد جدا نہیں۔ اس کا اتنا کامل یقین انہیں ہو گیا کہ اسی وقت اسی میدان میں سب کے سامنے بادشاہ کی موجودگی میں وہ اللہ کے سامنے سربسجود ہو گئے اور پکار اٹھے کہ ہم رب العالمین پر یعنی ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار پر ایمان لائے۔ سبحان اللہ صبح کے وقت کافر اور جادوگر تھے اور شام کو پاکباز مومن اور اللہ کی راہ کے شہید تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی تعداد اسی ہزار تھی یا ستر ہزار یا کچھ اوپر تیس ہزار یا انیس ہزار یا پندرہ ہزار یا بارہ ہزار۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ ستر تھے۔ صبح جادوگر شام کو شہید۔ مروی ہے کہ جب یہ سجدے میں گرے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت دکھا دی۔ اور انہوں نے اپنی منزلیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

---

[1] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب الحدود: باب ما جآء فی حد الساحر (۱۴۶۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی]

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿٧٣﴾

فرعون کہنے لگا کہ کیا میری اجازت سے پہلے ہی تم اس پر ایمان لا چکے؟ تمہارا وہ بزرگ ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے' سن لو میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں میں سولی پر لٹکوا دوں گا اور تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی مار زیادہ سخت اور دیرپا ہے ○ انہوں نے جواب دیا کہ ناممکن ہے کہ ہم تجھے ترجیح دیں ان دلیلوں پر جو ہمارے سامنے آ چکیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اب تو تو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزر' تو جو کچھ بھی حکم چلا سکتا ہے' وہ اسی دنیوی زندگی میں ہی ہے ○ ہم اس لالچ سے اپنے پروردگار پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں معاف فرما دے اور جو کچھ تو نے ہم سے زبردستی کرایا ہے' وہ تو جادو ہے' اللہ ہی بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے ○

اللہ کی شان دیکھئے چاہئے تو یہ تھا کہ فرعون اب راہ راست پر آ جاتا۔ جن کو اس نے مقابلے کے لئے بلوایا تھا' وہ عام مجمع میں ہارے۔ انہوں نے اپنی ہار مان لی' اپنے کرتوت کو جادو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ معجزہ تسلیم کر لیا۔ خود وہ ایمان لے آئے جو مقابلے کے لئے بلوائے گئے تھے۔ مجمع عام میں سب کے سامنے بے جھجک انہوں نے دین حق کو قبول کر لیا۔ لیکن یہ اپنی شیطنت میں اور بڑھ گیا اور اپنی قوت و طاقت دکھانے لگا بھلا حق والے مادی طاقتوں کو سمجھتے ہی کیا ہیں؟ پہلے تو جادوگروں کے اس مسلم گروہ سے کہنے لگا کہ میری اجازت کے بغیر تم اس پر ایمان کیوں لائے؟ پھر ایسا بہتان باندھا جس کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تو تمہارے استاد ہیں انہی سے تم نے جادو سیکھا ہے۔ تم آپس میں ایک ہی ہو مشورہ کر کے ہمیں تاراج کرنے کے لئے تم نے پہلے انہیں بھیجا پھر اس کے مقابلے میں خود آئے اور اپنے اندرونی سمجھوتے کے مطابق سامنے ہار گئے اور اسے جتا دیا اور پھر اس کا دین قبول کر لیا تاکہ تمہاری دیکھا دیکھی میری رعایا اس مکر میں پھنس جائے مگر تمہیں اس ساز باز کا انجام بھی معلوم ہو جائے گا۔ میں الٹی سیدھی طرف سے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تم کو کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا اور اس بری طرح تمہاری جان لوں گا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو۔ اسی بادشاہ نے سب سے پہلے یہ سزا دی ہے۔ تم جو اپنے آپ کو ہدایت پر اور مجھے اور میری قوم کو گمراہی پر سمجھتے ہو اس کا حال بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دائمی عذاب کس پر آتا ہے؟ اس دھمکی کا ان دلوں پر الٹا اثر ہوا۔ وہ اپنے ایمان میں کامل بن گئے اور نہایت بے پرواہی سے جواب دیا کہ اس ہدایت و یقین کے مقابلے میں جو ہمیں اب اللہ کی طرف سے حاصل ہوا ہے ہم تیرا مذہب کسی طرح قبول کرنے کے نہیں۔ نہ تجھے ہم اپنے سچے خالق مالک کے سامنے کوئی

چیز سمجھیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ قسم ہو یعنی اس اللہ کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا ہے ہم ان واضح دلیلوں پر تیری گمراہی کو ترجیح دے ہی نہیں سکتے خواہ تو ہمارے ساتھ کچھ ہی کر لے مستحق عبادت وہ ہے جس نے ہمیں بنایا نہ کہ تو جو خود اسی کا بنا ہوا ہے۔ تجھے جو کرنا ہو اس میں کمی نہ کر تو تو ہمیں اسی وقت تک سزائیں دے سکتا ہے جب تک ہم اس دنیا کی حیات کی قید میں ہیں۔ یقین ہے کہ اس کے بعد ابدی راحت اور غیر فانی مسرت نصیب ہو گی۔ ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے اگلے قصوروں سے درگزر فرمالے گا بالخصوص یہ قصور جو ہم سے اللہ کے سچے نبی کے مقابلے پر جادو بازی کرنے کا سرزد ہوا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فرعون نے بنی اسرائیل کے چالیس بچے لے کر انہیں جادوگروں کے سپرد کیا تھا کہ انہیں جادو کی پوری تعلیم دو اب یہ لڑکے یہ مقولہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے ہم سے جبراً جادوگری کی خدمت لی۔ حضرت عبداللہ بن زید رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ پھر فرمایا ہمارے لئے بہ نسبت تیرے اللہ بہت بہتر ہے اور دائمی ثواب دینے والا ہے۔ نہ ہمیں تیری سزاؤں سے ڈر نہ تیرے انعام کی لالچ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت واطاعت کی جائے۔ اسی کے عذاب دائمی ہیں اور سخت خطرناک ہیں اگر اس کی نافرمانی کی جائے۔ پس فرعون نے بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کیا سب کے ہاتھ پاؤں الٹی سیدھی طرف سے کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا وہ جماعت جو سورج کے نکلنے کے وقت کافر تھی وہی جماعت سورج ڈوبنے سے پہلے مومن اور شہید تھی۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾
وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ
عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾

بات یہی ہے کہ جو بھی گنہگار بن کر اللہ کے ہاں جائے گا اس کے لئے دوزخ ہے جہاں نہ موت ہو گی اور نہ زندگی ○ اور جو بھی اس کے پاس ایماندار ہو کر جائے گا اور اس نے اعمال بھی نیک کئے ہوں گے اس کے لئے بلند و بالا درجے ہیں ○ ہمیشگی والی جنتیں جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے یہی انعام ہے ہر اس شخص کا جو پاک رہے ○

فرعون کو جادوگروں کی نصیحت اور فرعون کا رویہ: بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں نے ایمان قبول فرما کر فرعون کو جو نصیحتیں کیں انہی میں یہ آیتیں بھی ہیں۔ اسے اللہ کے عذابوں سے ڈرا رہے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا لالچ دلا رہے ہیں کہ گنہگاروں کا ٹھکانا جہنم ہے جہاں موت تو کبھی آنے ہی کی نہیں لیکن زندگی بھی بڑی ہی مشقت والی موت سے بدتر ہو گی۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا﴾ [1] الخ، نہ تو موت ہی آئے گی نہ عذاب ہلکے ہوں گے کافروں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ اور آیتوں میں ہے ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى﴾ [2] الخ، یعنی اللہ کی نصیحتوں سے بے فیض وہی رہے گا جو ازلی بدبخت ہو جو آخر کار بری سخت آگ میں گرے گا جہاں نہ تو موت آئے نہ چین کی زندگی نصیب ہو۔ اور آیت میں ہے کہ جہنم میں جھلستے ہوئے کہیں گے کہ اے داروغہ دوزخ! تم دعا

[1] [سورۃ فاطر: آیت ۳۶]   [2] [سورۃ الاعلی: آیت ۱۱-۱۳]

کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں موت ہی دے دے لیکن وہ جواب دے گا کہ نہ تم مرنے والے ہو نہ نکلنے والے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اصلی جہنمی تو جہنم میں ہی پڑے رہیں گے نہ وہاں انہیں موت آئے نہ آرام کی زندگی ملے ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے جان نکل جائے گی پھر شفاعت کی اجازت کے بعد ان کا چورا نکالا جائے گا اور جنت کی نہروں کے کناروں پر بکھیر دیا جائے گا اور جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ ان پر پانی ڈالو تو جس طرح تم نے نہر کے کنارے کے کھیت کے دانوں کو اگتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح وہ اگیں گے۔ یہ سن کر ایک شخص کہنے لگے حضور ﷺ نے مثال تو ایسی دی ہے گویا آپ کچھ زمانہ جنگل میں گزار چکے ہیں۔ [1]

اور حدیث میں ہے کہ خطبے میں اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ نے یہ فرمایا تھا۔ اور جو اللہ سے قیامت کے دن ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جا ملا اسے اونچے بالا خانوں والی جنت ملے گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت کے سو درجوں میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں ہے۔ سب سے اوپر جنت الفردوس ہے اسی سے چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں اس کی چھت رحمٰن کا عرش ہے اللہ سے جب جنت مانگو تو جنت الفردوس کی دعا کیا کرو۔ [2] (ترمذی وغیرہ) ابن ابی حاتم میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں ہر درجے کے پھر سو درجے ہیں دو درجوں میں اتنی دوری ہے جتنی آسمان و زمین میں۔ ان میں یاقوت اور موتی ہیں اور زیور بھی۔ ہر جنت میں امیر ہے جس کی فضیلت اور سرداری کے دوسرے قائل ہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اعلیٰ علیین والے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے تم لوگ آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا پھر یہ بلند درجے تو نبیوں کے لئے ہی مخصوص ہوں گے؟ فرمایا سنو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے نبیوں کو سچا جانا۔ [3] سنن کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما انہی میں سے ہیں۔ اور کتنے ہی اچھے مرتبے والے ہیں۔ [4] یہ جنتیں ہمیشگی کی اقامت کی ہیں جہاں یہ ہمیشہ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدين من النار (١٨٥) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر الشفاعة (٤٣٠٩) مسند احمد (١١/٣)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب صفة القيامة : باب ما جآء فی صفة درجات الجنة (٢٥٣١) مسند احمد (٢٩٢/٢) مستدرك حاكم (٨٠/١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ما جآء فی صفة الجنة (٣٢٥٦)، (٦٥٥٦) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب ترائی اهل الجنة الغرف (٢٨٣١-١١) مسند احمد (٣٤٠/٥)]

[4] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الحروف والقرائات (٣٩٨٧) ابن ماجه : مقدمه : باب فضل ابی بکر الصدیق (٩٦) ترمذی : کتاب المناقب : باب مناقب ابی بکر الصدیق (٣٦٥٩) مسند ابو یعلی (١١٣٠) مسند احمد (٢٧/٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود، ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

ابدالآباد رہیں گے۔ جو لوگ اپنے نفس پاک رکھیں' گناہوں سے' خباثت سے' گندگی سے' شرک و کفر سے دور رہیں' اللہ واحد کی عبادت کرتے رہیں' رسولوں کی اطاعت میں عمر گزار دیں ان کے لئے یہی قابل رشک مقامات اور قابل صد مبارکباد انعام ہیں۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ اِیَّاھَا۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ
يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ
مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تو راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لئے دریا میں خشک راستے بنا لے۔ پھر نہ تجھے کسی کے آ پکڑنے کا خطرہ نہ ڈر ○ فرعون نے اپنے لشکروں سمیت ان کا تعاقب کیا۔ پھر تو دریا نے ان سب کو جیسا کچھ چھپا لینا چاہئے تھا' چھپا لیا ○ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہی میں ڈال دیا اور سیدھا راستہ نہ دکھایا ○

بنی اسرائیل کی ہجرت اور فرعون کا تعاقب: چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان کو بھی فرعون نے ٹال دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر کے انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دے اس لئے جناب باری نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ راتوں رات ان کی بے خبری میں تمام بنی اسرائیل کو چپ چاپ لے کر یہاں سے چلے جائیں جیسے کہ اس کا تفصیلی بیان قرآن کریم میں اور بہت سی جگہ پر ہوا ہے۔ چنانچہ حسب ارشاد آپ نے بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے ہجرت کی۔ صبح جب فرعونی جاگے شہر میں ایک بنی اسرائیلی نہ دیکھا۔ فرعون کو اطلاع دی وہ مارے غصے کے چکر کھا گیا اور ہر طرف منادی دوڑا دیئے کہ لشکر جمع ہو جائیں اور دانت پیس پیس کر کہنے لگا کہ اس مٹھی بھر جماعت نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے آج ان سب کو تہ تیغ کر دوں گا۔ سورج نکلتے ہی لشکر آ موجود ہوا اسی وقت خود سارے لشکر کو لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ بنی اسرائیل دریا کے کنارے پہنچے ہی تھے کہ فرعونی لشکر انہیں دکھائی دے گیا گھبرا کر اپنے نبی علیہ السلام سے کہنے لگے لو حضرت اب کیا ہوتا ہے سامنے دریا ہے پیچھے فرعونی ہیں۔ آپ نے جواب دیا گھبرانے کی کوئی بات نہیں میری مدد پر خود میرا رب ہے وہ ابھی مجھے راہ دکھا دے گا۔ اسی وقت وحی الٰہی آئی کہ موسیٰ دریا پر اپنی لکڑی مار وہ ہٹ کر تمہیں راستہ دے دے گا۔ چنانچہ آپ نے یہ کہہ کر لکڑی ماری کہ اے دریا بحکم الٰہی تو ہٹ اسی وقت اس کا پانی پتھر کی طرح ادھر ادھر جم گیا اور بیچ میں راستے نمایاں ہو گئے۔ ادھر ادھر پانی مثل بڑے بڑے پہاڑوں کی کھڑا ہو گیا اور تیز اور خشک ہواؤں کے جھونکوں نے راستوں کو بالکل سوکھی زمین کے راستوں کی طرح کر دیا۔ نہ تو فرعون کی پکڑ کا خوف رہا نہ دریا میں ڈوب جانے کا خطرہ رہا۔ فرعون اور اس کے لشکری یہ حال دیکھ رہے تھے۔ فرعون نے حکم دیا کہ انہی راستوں سے تم بھی پار ہو جاؤ۔ چیختا کودتا مع تمام لشکر کے ان ہی راہوں میں اتر پڑا ان کے اترتے ہی پانی کو بہنے کا حکم ہو گیا اور چشم زدن میں تمام فرعونی ڈبو دیئے گئے۔ دریا کی موجوں نے انہیں چھپا لیا۔ یہاں جو فرمایا کہ انہیں اس چیز نے ڈھانپ لیا' یہ اس

لئے کہ یہ مشہور و معروف ہے، نام لینے کی ضرورت نہیں یعنی دریا کی موجوں نے۔

اسی جیسی آیت ﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ○ فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى﴾ [1] ہے یعنی قوم لوط کی بستیوں کو بھی اسی نے دے ٹپکا تھا۔ پھر ان پر جو تباہی آئی سو آئی۔ عرب کے اشعار میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں الغرض فرعون نے اپنی قوم کو بہکا دیا اور راہ راست انہیں نہ دکھائی جس طرح دنیا میں انہیں اس نے آگے بڑھ کر دریا برد کیا اسی طرح آگے ہو کر قیامت کے دن انہیں جہنم میں جا جھونکے گا جو بدترین جگہ ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۝٨٠ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا
فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۝٨١ وَاِنِّيْ
لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝٨٢

اے بنی اسرائیل! دیکھو ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے کوہ طور کی داہنی طرف کا وعدہ کیا اور تم پر من و سلویٰ اتارا○ تم ہماری دی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ اور اس میں حد سے آگے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا' اور جس پر میرا غضب نازل ہو جائے' وہ یقیناً تباہ ہوا○ ہاں بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں' ایمان لائیں' نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں○

بنی اسرائیل کو انعام واحسان کی یاددہانی: اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو بڑے بڑے احسان کئے تھے' انہیں یاد دلا رہا ہے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ انہیں ان کے دشمنوں سے نجات دی۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کو ان کے دیکھتے ہوئے دریا میں ڈبو دیا۔ ایک بھی ان میں سے باقی نہ بچا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ [2] یعنی ہم نے تمہارے دیکھتے ہوئے فرعونیوں کو ڈبو دیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ مدینے کے یہودیوں کو عاشورے کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا انہوں نے جواب دیا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر کامیاب کیا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر تو ہمیں بہ نسبت تمہارے ان سے زیادہ قرب ہے چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو اس دن کے روزے کا حکم دیا۔ [3] پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو کوہ طور کی دائیں جانب کا وعدہ دیا۔ آپ وہاں گئے اور پیچھے سے بنو اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کر دی۔ جس کا بیان ابھی ابھی آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

اسی طرح ایک احسان ان پر یہ کیا کہ من وسلویٰ کھانے کو دیا۔ اس کا پورا بیان سورۂ بقرہ وغیرہ کی تفسیر میں گزر

---

[1] [سورة النجم: آیت ٥٣-٥٤] [2] [سورة البقرة : آیت ٥٠]

[3] **[صحيح :** صحيح بخاري : كتاب التفسير : سورة يونس (٤٦٨٠)، (٤٧٣٧) و كتاب مناقب الانصار (٣٩٤٣) صحيح مسلم : كتاب الصيام : باب فضل صيام يوم عاشوراء (١١٣٠) ابو داؤد : كتاب الصيام : باب في صوم يوم عاشوراء (٢٤٤٤) مسند احمد (٢٩١/١)]

چکا ہے۔ من ایک میٹھی چیز تھی جوان کے لئے آسمان سے اترتی تھی اور سلویٰ ایک قسم کے پرند تھے جو بحکم الٰہی کے ان کے سامنے آ جاتے تھے یہ بقدر ایک دن کی خوراک کے انہیں لے لیتے تھے۔ ہماری یہ دی ہوئی روزی کھاؤ' اس میں حد سے نہ گزر جاؤ' حرام چیز یا حرام ذریعہ سے اسے نہ طلب کرو۔ ورنہ میرا غضب نازل ہوگا۔ اور جس پر میرا غضب اترے یقین مانو کہ وہ بدبخت ہوگیا۔ حضرت شفی بن مانع رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک اونچی جگہ بنی ہوئی ہے جہاں سے کافر کو جہنم میں گرایا جاتا ہے تو زنجیروں کی جگہ تک چالیس سال میں پہنچتا ہے' یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ وہ گڑھے میں گر پڑا۔ ہاں جو بھی اپنے گناہوں سے میرے سامنے توبہ کرے' میں اس کی توبہ قبول فرماتا ہوں۔

دیکھو بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی ان کی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی بخش دیا۔ غرض جس کفر و شرک گناہ و معصیت پر کوئی ہو پھر وہ اسے بخوف الٰہی چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے ہاں دل میں ایمان ہو اور اعمال صالحہ بھی کرتا ہو اور ہو بھی راہ راست پر۔ شکی نہ ہو' سنت رسول اور جماعت صحابہ کی روش پر ہو۔ اس میں ثواب جانتا ہو' یہاں پر ثُمَّ کا لفظ خبر کی خبر پر ترتیب کرنے کے لئے آیا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ [1]۔

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ
رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾
فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا
حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا
مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا
جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا
يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۥ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ ع

موسیٰ تجھے اپنی قوم سے غافل کر کے کون سی چیز جلدی لے آئی؟○ کہا کہ وہ لوگ بھی میرے پیچھے ہی پیچھے ہیں اور میں نے اے رب تیری طرف جلدی اس لئے کی کہ تو خوش ہو جا○ فرمایا ہم نے تیری قوم کو تیرے پیچھے آزمائش میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے بہکا دیا ہے○ پس موسیٰ سخت ناراض ہو کر افسوس ناکی کے ساتھ واپس لوٹا' اور کہنے لگا کہ اے میری قوم والو! کیا تم سے تمہارے پروردگار نے نیک وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا اس کی مدت تمہیں لمبی معلوم ہوئی؟ بلکہ تمہارا ارادہ ہی یہ ہے کہ تم پر تمہارے پروردگار کا غضب نازل ہو؟ کہ تم نے میرے وعدے کا خلاف کیا○ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے ساتھ وعدے کا خلاف نہیں کیا بلکہ ہم پر جو زیورات قوم کے لاد دیئے گئے تھے انہیں ہم نے ڈال

---

[1] [سورۃ البلد: آیت ۱۷]

دیا اور اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیئے ○ پھر اس نے لوگوں کے لئے ایک بچھڑا نکال کھڑا کیا یعنی بچھڑے کا بت جس کی گائے کی سی آواز بھی تھی۔ کہنے لگے کہ یہی تمہارا بھی معبود ہے اور موسیٰ کا بھی' لیکن موسیٰ بھول گیا ہے ○ کیا یہ گمراہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ وہ تو ان کی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ ان کے کسی برے بھلے کا اختیار رکھتا ہے ○

بنی اسرائیل کا شرکیہ مطالبہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا پار کر کے نکل گئے تو ایک جگہ پہنچے جہاں کے لوگ اپنے بتوں کے مجاور بن کر بیٹھے ہوئے تھے تو بنی اسرائیل کہنے لگے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی ان کی طرح کوئی معبود مقرر کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا تم بڑے جاہل لوگ ہو۔ یہ تو برباد شدہ لوگ ہیں اور ان کی عبادت بھی باطل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تیس روزوں کا حکم دیا' پھر دس بڑھا دیئے گئے' پورے چالیس ہو گئے دن رات روزے سے رہتے تھے۔ اب آپ جلدی سے طور کی طرف چلے' بنی اسرائیل پر اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کیا' وہاں جب پہنچے تو جناب باری نے اس جلدی کی وجہ دریافت فرمائی۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ بھی طور کے قریب ہی ہیں آ رہے ہیں میں نے جلدی کی ہے کہ تیری رضامندی حاصل کر لوں اور اس میں بڑھ جاؤں۔

بنی اسرائیل اور گائے کی پوجا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے چلے جانے کے بعد تیری قوم میں نیا فتنہ برپا ہوا اور انہوں نے گوسالہ پرستی شروع کر دی ہے۔ اس بچھڑے کو سامری نے بنایا اور انہیں اس کی عبادت میں لگا دیا ہے۔ اسرائیلی کتابوں میں ہے کہ سامری کا نام بھی ہارون تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمانے کے لئے تورات کی تختیاں لکھ لی گئی تھیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [1] الخ' یعنی ہم نے اس کے لئے تختیوں میں ہر شے کا تذکرہ اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی تھی اور کہہ دیا کہ اسے مضبوطی سے تھام لو اور اپنی قوم سے بھی کہو کہ اس پر عمدگی سے عمل کریں۔ میں تمہیں عنقریب فاسقوں کا انجام دکھا دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اپنی قوم کے مشرکانہ فعل کا علم ہوا تو سخت رنج ہوا غم و غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے واپس قوم کی طرف چلے کہ دیکھو ان لوگوں نے اللہ کے انعامات کے باوجود ایسے سخت احمقانہ اور مشرکانہ فعل کا ارتکاب کیا۔ غم و اندوہ' رنج و غصہ آپ کو بہت آیا۔ واپس آتے ہی کہنے لگے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم سے تمام نیک وعدے کئے تھے' تمہارے ساتھ بڑے بڑے سلوک و انعام کئے لیکن ذرا سے وقفے میں تم اللہ کی نعمتوں کو بھلا بیٹھے بلکہ تم نے وہ حرکت کی جس سے اللہ کا غضب تم پر اتر پڑا تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کا مطلق لحاظ نہ رکھا۔ اب بنی اسرائیل معذرت کرنے لگے کہ ہم نے یہ کام اپنے اختیار سے نہیں کیا' بات یہ ہے کہ جو زیور فرعونیوں کے ہمارے پاس مستعار لئے ہوئے تھے' ہم نے بہتر یہی سمجھا کہ انہیں پھینک دیں چنانچہ ہم نے سب کے سب بطور پرہیزگاری کے پھینک دیئے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے ایک گڑھا کھود کر اس میں آگ جلا کر ان سے فرمایا کہ وہ زیور سب اس میں ڈال دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا ارادہ یہ تھا کہ سب زیور یکجا ہو

---

[1] [سورة الاعراف : آیت ۱۴۵]

جائیں اور پگھل کر ڈلا بن جائے۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام آ جائیں جیسا وہ فرمائیں کیا جائے۔ سامری نے اس میں وہ مٹھی ڈال دی جو اس نے اللہ کے قاصد کے نشان سے بھری تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری خواہش قبول فرمالے آپ کو کیا خبر تھی آپ نے دعا کی۔ اس نے خواہش یہ کی کہ اس کا ایک بچھڑا بن جائے جس میں سے بچھڑے کی سی آواز بھی نکلے چنانچہ وہ بن گیا۔ اور بنی اسرائیل کے فتنے کا باعث ہوگیا۔ پس فرمان ہے کہ اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام ایک مرتبہ سامری کے پاس سے گزرے، وہ اس بچھڑے کو ٹھیک ٹھاک کر رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا وہ چیز بنا رہا ہوں جو نقصان دے اور نفع نہ دے۔ آپ نے دعا کی اے اللہ خود اسے ایسا ہی کردے اور آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔ سامری کی دعا سے یہ بچھڑا بنا اور آواز نکالنے لگا۔

بنی اسرائیل بہکاوے میں آ گئے اور اس کی پرستش شروع کردی۔ اس کی آواز پر یہ اس کے سامنے سجدے گر پڑتے اور دوسری آواز پر سجدے سے سر اٹھاتے۔ یہ گروہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بہکانے لگا کہ دراصل اللہ یہی ہے۔ موسیٰ بھول کر اور کہیں اس کی جستجو میں چل دیئے ہیں وہ یہ کہنا بھول گئے کہ تمہارا رب یہی ہے۔ یہ لوگ مجاور بن کر اس کے اردگرد بیٹھ گئے۔ ان کے دلوں میں اس کی محبت رچ گئی۔ یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ سامری اپنے سچے اللہ کو اور اپنے پاک دین اسلام کو بھول بیٹھا۔ ان کی بیوقوفی دیکھئے کہ یہ اتنا نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا تو محض بے جان چیز ہے۔

ان کی کسی بات کا نہ تو جواب دے نہ سنے نہ دنیا آخرت کی کسی بات کا اختیار نہ کوئی نفع نقصان اس کے ہاتھ میں۔ آواز جو نکلتی تھی اس کی وجہ بھی صرف یہ تھی کہ پیچھے کے سوراخ میں سے ہوا گزر کر منہ کے راستے نکلتی تھی اسی کی آواز آتی تھی۔ اس بچھڑے کا نام انہوں نے بہموت رکھ چھوڑا تھا۔ ان کی دوسری حماقت دیکھئے کہ چھوٹے گناہ سے بچنے کے لئے بڑا گناہ کرلیا۔ فرعونیوں کی امانتوں سے آزاد ہونے کے لئے شرک شروع کردیا۔ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ کسی عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کپڑے پر اگر مچھر کا خون لگ جائے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ان عراقیوں کو دیکھو بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر کو تو قتل کردیں اور مچھر کے خون کے مسئلے پوچھتے پھریں؟ [1]

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ
فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾

ہارون نے اس سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم والو! اس بچھڑے سے تو صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے تمہارا حقیقی پروردگار تو اللہ رحمٰن ہی ہے پس تم سب میری تابعداری کرو اور میری بات مانتے چلے جاؤ○ انہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الادب : باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته (٥٩٩٤) و کتاب فضائل الصحابة : باب مناقب الحسن والحسین (٣٧٥٣) ترمذی : کتاب المناقب (٣٧٧٠)]

ہارون علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو نصیحت: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں ہر چند سمجھایا کہ دیکھو فتنے میں نہ پڑو اللہ رحمٰن کے سوا اور کسی کے سامنے نہ جھکو۔ وہ ہر چیز کا خالق مالک ہے، سب کا اندازہ مقرر کرنے والا وہی ہے، وہی عرش مجید کا مالک ہے، وہی جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ تم میری تابعداری اور حکم برداری کرتے رہو، جو میں کہوں وہ بجا لاؤ جس سے روکوں رک جاؤ۔ لیکن ان سرکشوں نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی سن کر تو خیر ہم مان لیں گے تب تک تو ہم اس کی پرستش نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ لڑنے اور مرنے مارنے کے واسطے تیار ہو گئے۔

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۙ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ
يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ
وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

موسیٰ کہنے لگے اے ہارون! انہیں گمراہ ہوتا ہوا دیکھتے ہوئے تجھے کس چیز نے روکا تھا؟ ○ کہ تو میرے پیچھے پیچھے آ جاتا' کیا تو بھی میرے فرمان کا نافرمان بن بیٹھا؟ ہارون کہنے اے میرے ماں جائے بھائی میری داڑھی اور سر نہ پکڑ' مجھے تو صرف یہ خیال دامن گیر ہوا کہ کہیں آپ یہ نہ فرمائیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا پاس نہ کیا○

موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام پر غصہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت غصے سے لوٹے تھے' تختیاں زمین پر دے ماریں اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کی طرف غصے سے بڑھ گئے اور ان کے سر کے بال تھام کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔ اس کا تفصیلی بیان سورۂ اعراف کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور وہیں وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ سننا دیکھنے کے مطابق نہیں۔ آپ نے اپنے بھائی اور اپنے جانشین کو ملامت کرنی شروع کی کہ اس بت پرستی کے شروع ہوتے ہی تو نے مجھے خبر کیوں نہ کی؟ کیا جو کچھ میں تجھے کہہ گیا تھا تو بھی اس کا مخالف بن بیٹھا؟ میں تو صاف کہہ گیا تھا کہ میری قوم میں میری جانشینی کر' اصلاح کے درپے رہ اور مفسدوں کی نہ مان۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے میرے ماں جائے بھائی۔ یہ صرف اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زیادہ رحم اور محبت آئے ورنہ باپ الگ الگ نہ تھے' باپ بھی ایک ہی تھے دونوں سگے بھائی تھے۔ آپ عذر پیش کرتے ہیں کہ جی میں تو میرے بھی آئی تھی کہ آپ کے پاس آ کر آپ کو اس کی خبر کروں لیکن پھر خیال آیا کہ انہیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں۔ کہیں آپ مجھ پر بگڑ نہ بیٹھیں کہ انہیں تنہا کیوں چھوڑ دیا اور اولاد یعقوب میں یہ جدائی کیوں ڈال دی؟ اور جو میں کہہ گیا تھا اس کی نگہبانی کیوں نہ کی؟ بات یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام میں جہاں اطاعت کا پورا مادہ تھا وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عزت بھی بہت کرتے تھے اور ان کا بہت ہی لحاظ رکھتے تھے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

موسیٰ نے پوچھا کہ سامری تیرا کیا حال ہے؟ ○ اس نے جواب دیا کہ مجھے وہ چیز دکھائی دی جو انہیں دکھائی نہیں دی تو میں نے اللہ کے بھیجے ہوئے کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی۔ اسے اس میں ڈال دیا۔ میرے دل نے ہی یہ بات میرے لئے بنا دی ○ کہا اچھا جا دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہی ہے کہ تو کہتا رہے کہ ہاتھ نہ لگانا اور ایک اور بھی وعدہ تیرے ساتھ ہے جو تیرے بارے میں کبھی بھی خلاف نہ کیا جائے گا' اور اب تو اپنے اس اللہ کو بھی دیکھ لینا جس کا تو اعتکاف کئے ہوئے تھا' کہ ہم اسے جلا کر دریا میں ریزہ ریزہ اڑا دیں گے ○ اصل بات یہی ہے کہ تم سب کا معبود برحق صرف اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں اس کا علم تمام چیزوں پر حاوی ہے ○

موسیٰ علیہ السلام کی سامری سے گفتگو: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا کہ تو نے یہ فتنہ کیوں اٹھایا؟ یہ شخص باجرو کا رہنے والا تھا' اس کی قوم گائے پرست تھی۔ اس کے دل میں گائے کی محبت گھر کئے ہوئے تھی۔ اس نے بنی اسرائیل کے ساتھ اپنے ایمان کا اظہار کیا تھا۔ اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔ ایک روایت میں ہے یہ کرمانی تھا۔ ایک روایت میں ہے اس کی بستی کا نام سامرا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ جب فرعون کی ہلاکت کے لئے حضرت جبرائیل آئے تو میں نے ان کے گھوڑے کے ٹاپ تلے کی تھوڑی سی مٹی اٹھا لی۔

اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات یہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور موسیٰ علیہ السلام کو لے کر چڑھنے لگے تو سامری نے دیکھ لیا۔ اس نے جلدی سے ان کے گھوڑے کے سم تلے کی مٹی اٹھا لی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام آسمان تک لے گئے اللہ تعالیٰ نے تورات لکھی حضرت موسیٰ علیہ السلام قلم کی تحریر کی آواز سن رہے تھے لیکن جب آپ کو آپ کی قوم کی مصیبت معلوم ہوئی تو نیچے اتر آئے اور اس بچھڑے کو جلا دیا۔ لیکن اس اثر کی سند غریب ہے۔ اسی خاک کی چٹکی یا مٹھی کو اس نے بنی اسرائیل کے جمع کردہ زیوروں کے جلنے کے وقت ان میں ڈال دیا۔ جو بصورت بچھڑا بن گئے اور چونکہ بیچ میں خلا تھا وہاں سے ہوا گھستی تھی اور اس سے آواز نکلتی تھی۔ حضرت جبرائیل کو دیکھتے ہی اس کے دل میں خیال گزرا تھا کہ میں اس کے گھوڑے کے ٹاپوں تلے کی مٹی اٹھا لوں میں جو چاہوں گا وہ اس مٹی کے ڈالنے سے بن جائے گا اس کی انگلیاں اسی وقت سوکھ گئی تھیں۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ ان کے پاس فرعونیوں کے زیورات رہ گئے اور فرعونی ہلاک ہو گئے اور یہ اب ان کو واپس نہیں ہو سکتے تو غمزدہ ہونے لگے۔

سامری نے کہا دیکھو اس کی وجہ سے تم پر مصیبت نازل ہوئی ہے اسے جمع کر کے آگ لگا دو جب وہ جمع ہو گئے اور آگ سے پگھل گئے تو اس کے جی میں آئی کہ وہ خاک اس پر ڈال دے اور اسے بچھڑے کی شکل میں بنا لے چنانچہ یہی ہوا۔ اور اس نے کہہ دیا کہ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا رب یہی ہے۔ یہی وہ جواب دے رہا ہے کہ میں نے اسے ڈال دیا اور میرے دل نے یہی ترکیب مجھے اچھی طرح سمجھا دی۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا تو نے نہ لینے کی چیز کو ہاتھ لگایا تیری سزا دنیا میں یہی ہے کہ نہ تو تو کسی کو ہاتھ لگا سکے نہ کوئی اور تجھے ہاتھ لگا سکے۔ باقی سزا تیری قیامت کو ہوگی جس سے چھٹکارا محال ہے۔ ان کے بقایا اب تک یہی کہتے ہیں کہ نہ چھونا۔

اب تو اپنے اللہ کا حشر بھی دیکھ لے جس کی عبادت پر اوندھا پڑا ہوا تھا کہ ہم اسے جلا کر راکھ کر دیتے ہیں چنانچہ وہ سونے کا بچھڑا اس طرح جل گیا جیسے خون اور گوشت والا بچھڑا جلے پھر اس کی راکھ کو تیز ہوا میں دریا میں ذرہ ذرہ کر کے اڑا دیا۔ مروی ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کی عورتوں کے زیور جہاں تک اس کے بس میں تھے لئے ان کا بچھڑا بنایا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلا دیا اور دریا میں اس کی خاک بہا دی جس نے بھی اس کا پانی پیا اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس سے سارے گوسالہ پرست معلوم ہو گئے اب انہوں نے توبہ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہماری توبہ کیسے قبول ہوگی؟ حکم ہوا کہ ایک دوسروں کو قتل کرو۔ اس کا پورا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارا معبود یہ نہیں۔ مستحق عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ ہے' باقی تمام جہان اس کا محتاج ہے اور اس کے ماتحت ہے وہ ہر چیز کا عالم ہے' اس کے علم نے تمام مخلوق کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ہر چیز کی گنتی اسے معلوم ہے' ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ ہر پتے کا اور ہر دانے کا اسے علم ہے بلکہ اس کے پاس اس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا موجود ہے۔ زمین کے تمام جانداروں کو روزیاں وہی پہنچاتا ہے' سب کی جگہ اسے معلوم ہے' سب کچھ کھلی اور واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ علم الٰہی محیط کل اور سب کو حاوی ہے' اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾

اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کی ہو چکی ہوئی وارداتیں بیان فرما رہے ہیں' یقیناً ہم تو تجھے اپنے پاس سے نصیحت عطا فرما چکے ○ اس سے جو منہ پھیر لے گا وہ یقیناً قیامت کے دن اپنا بھاری بوجھ لادے ہوئے ہوگا ○ جس میں ہمیشہ ہی رہے گا' ان کے لئے قیامت کے دن بڑا برا بوجھ ہے ○

قرآن کریم کتاب برحق: فرمان ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اصلی رنگ میں آپ کے سامنے بیان ہوا ایسے ہی اور بھی حالات گزشتہ آپ کے سامنے ہم ہو بہو بیان فرما رہے ہیں۔ ہم نے تو آپ کو قرآن عظیم دے رکھا ہے جس کے پاس باطل پھٹک نہیں سکتا کیونکہ آپ حکمت و حمد والے ہیں کسی نبی کو کوئی کتاب اس سے زیادہ کمال

والی اور اس سے جامع اور اس سے زیادہ بابرکت نہیں ملی۔ ہر طرح سب سے اعلیٰ کتاب یہی کلام اللہ شریف ہے جس میں گزشتہ کی خبریں، آئندہ کے امور اور ہر کام کے طریقے مذکور ہیں۔ اسے نہ ماننے والا، اس سے منہ پھیرنے والا، اس کے احکام سے بھاگنے والا، اس کے سوا کسی اور میں ہدایت کو تلاش کرنے والا گمراہ ہے اور جہنم کی طرف جانے والا ہے۔ قیامت کو وہ اپنا بوجھ آپ اٹھائے گا اور اس میں دب جائے گا اس کے ساتھ جو بھی کفر کرے وہ جہنمی ہے کتابی ہو یا غیر کتابی، عجمی ہو یا عربی اس کا منکر جہنمی ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ میں تمہیں بھی ہوشیار کرنے والا ہوں اور جسے بھی یہ پہنچے پس اس کا متبع ہدایت والا اور اس کا مخالف ضلالت وشقاوت والا جو یہاں برباد ہوا وہ وہاں دوزخی بنا۔ اس عذاب سے اسے نہ تو کبھی چھٹکارا حاصل ہو نہ بچ سکے برا بوجھ ہے جو اس پر اس دن ہوگا۔

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾

ع ۵

جس دن صور پھونک دیا جائے گا اور گنہگاروں کو ہم اس دن نیلی پیلی آنکھوں کے کر کے گھیر لائیں گے ○ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے کہ ہم تو صرف دس دن ہی رہے ○ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں، اس کی حقیقت سے باخبر ہم ہی ہیں جب کہ ان میں سب سے زیادہ اچھی راہ والا کہہ رہا ہوگا کہ تم تو صرف ایک ہی دن رہے ○

صور کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ صور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک قرن ہے وہ پھونکا جائے گا۔ [1] اور حدیث میں ہے کہ اس کا دائرہ بقدر آسمانوں اور زمینوں کے ہے حضرت اسرافیل علیہ السلام اسے پھونکیں گے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں کیسے آرام حاصل کروں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور کا لقمہ بنا لیا ہے پیشانی جھکا دی ہے اور انتظار میں ہے کہ کب حکم دیا جائے۔ لوگوں نے کہا پھر حضور ﷺ ہم کیا پڑھیں؟ فرمایا کہو ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ [2] اس وقت تمام لوگوں کا حشر ہوگا مارے ڈر اور گھبراہٹ کے گنہگاروں کی آنکھیں ٹیڑھی ہو رہی ہوں گی۔ ایک دوسرے سے پوشیدہ کہہ رہے ہوں گے کہ دنیا میں تو ہم بہت ہی کم رہے زیادہ سے زیادہ شاید دس دن وہاں گزارے ہوں گے۔ ہم ان کی اس رازداری کی گفتگو کو بھی بخوبی جانتے ہیں جب کہ ان میں سے بڑا عاقل اور کامل انسان کہے گا کہ میاں دن بھی کہاں کے؟ ہم تو صرف ایک دن ہی دنیا میں رہے۔

---

[1] [صحیح: ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة الزمر (٣٢٤٤) ابو داؤد: كتاب السنة: باب في ذكر البعث والصور (٤٧٤٢) دارمي: كتاب الرقائق: باب في نفخ الصور (٢/٣٢٥) مسند احمد (٢/٣١٢) مستدرك حاكم (٢/٤٣٦) صحيح ابن حبان (٧٣١٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ترمذي] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة الزمر (٣٢٤٣) نسائي في السنن الكبرى: كتاب التفسير (١١٠٨٢)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔

غرض کفار کو دنیا کی زندگی ایک سپنے کی طرح معلوم ہوگی۔ اس وقت وہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ صرف ایک ساعت ہی دنیا میں ہم تو ٹھہرے ہوں گے۔ چنانچہ آیت میں ہے ﴿اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡکُمۡ﴾ [1] الخ، ہم نے تمہیں عبرت حاصل کرنے کے قابل عمر بھی دی تھی پھر ہوشیار کرنے والے بھی تمہارے پاس آ چکے تھے۔ اور آیتوں میں ہے کہ اس سوال پر کہ تم کتنا عرصہ زمین پر گزار آئے؟ ان کا جواب ہے ایک دن بلکہ اس سے بھی کم۔ فی الواقع دنیا ہے بھی آخرت کے مقابلے میں ایسی ہی۔ لیکن اگر اس بات کو پہلے سے یاد کر لیتے تو اس فانی کو اس باقی پر، اس تھوڑی کو اس بہت پر پسند نہ کرتے بلکہ آخرت کا سامان اس دنیا میں کرتے۔

وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ یَنۡسِفُہَا رَبِّیۡ نَسۡفًا ﴿۱۰۵﴾ فَیَذَرُہَا قَاعًا صَفۡصَفًا ﴿۱۰۶﴾
لَّا تَرٰی فِیۡہَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمۡتًا ﴿۱۰۷﴾ یَوۡمَئِذٍ یَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَہٗ ۚ وَ خَشَعَتِ
الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا ہَمۡسًا ﴿۱۰۸﴾

تجھ سے پہاڑوں کی نسبت سوال کرتے ہیں۔ سو تو کہہ دے کہ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا ○ اور زمین کو بالکل ہموار صاف میدان کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کہیں موڑ توڑ دیکھے گا نہ اونچ نیچ ○ جس دن پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے جس میں کوئی کجی نہ ہوگی، اللہ رحمٰن کے سامنے تمام آوازیں پست ہو جائیں گی سوائے کھسر پھسر کے تجھے کچھ بھی سنائی نہ دے گا ○

روز قیامت پہاڑوں کی حالت: لوگوں نے پوچھا کہ قیامت کے دن یہ پہاڑ باقی رہیں گے یا نہیں؟ ان کا سوال نقل کر کے جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ہٹ جائیں گے اور مٹ جائیں گے، چلتے پھرتے نظر آئیں گے اور آخر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ زمین صاف چٹیل میدان کی صورت میں ہو جائے گی۔ قاع کے معنی ہموار صاف میدان ہے۔ ﴿صَفۡصَفًا﴾ اسی کی تاکید ہے اور صفصف کے معنی بغیر روئیدگی کی زمین کے بھی ہیں لیکن پہلے معنی زیادہ اچھے ہیں، اور دوسرے معنی مرادی اور لازمی ہیں۔ نہ اس میں کوئی وادی رہے گی نہ ٹیلہ نہ اونچان رہے گی نہ نیچائی۔ ان دہشت ناک امور کے ساتھ ہی ایک آواز دینے والا آواز دے گا جس کی آواز پر ساری مخلوق لگ جائے گی، دوڑتی ہوئی حسب فرمان ایک طرف چلی جا رہی ہوگی نہ ادھر ادھر ہوگی، نہ ٹیڑھی بانکی چلے گی۔ کاش کہ یہی روش دنیا میں رکھتے اور اللہ کے احکام کی بجا آوری میں مشغول رہتے۔ لیکن آج کی یہ روش بالکل بے سود ہے۔

اس دن تو خوب دیکھتے سنتے بن جائیں گے اور آواز کے ساتھ فرماں برداری کریں گے۔ اندھیری جگہ حشر ہوگا آسمان لپیٹ لیا جائے گا ستارے جھڑ پڑیں گے سورج چاند مٹ جائے گا آواز دینے کی آواز پر سب چل کھڑے ہوں گے۔ اس ایک میدان میں ساری مخلوق جمع ہوگی مگر اس غضب کا سناٹا ہوگا کہ آداب الٰہی کی وجہ سے ایک آواز نہ اٹھے گی۔ بالکل سکون وسکوت ہوگا صرف پیروں کی چاپ ہوگی اور کانا پھوسی۔ چل کر جا رہے ہوں گے تو پیروں کی چاپ تو لامحالہ ہونی ہی ہے اور بہ اجازت الٰہی کبھی کبھی کسی کسی حال میں بولیں گے بھی۔ لیکن چلنا بھی

---

[1] [سورۃ فاطر: آیت ۳۷]

باادب اور بولنا بھی باادب ۔جیسے ارشاد ہے ﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ﴾ [1] یعنی جس دن وہ میرے سامنے حاضر ہوں گے کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بغیر میری اجازت کے زبان کھولے ۔بعض نیک ہوں گے اور بعض بد ہوں گے ۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ
أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ
وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ
ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمٰن حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے ○ جو کچھ ان کے آگے پیچھے ہے' اسے اللہ ہی جانتا ہے مخلوق کا علم اس پر حاوی نہیں ہوسکتا ○ تمام چہرے اس زندہ اور خبرگیر اللہ کے سامنے کمال عاجزی سے جھکے ہوئے ہیں' یقیناً وہ برباد ہوا جس نے ظلم لادلیا ○ اور جو نیک اعمال کرے اور ہو بھی ایماندار نہ اسے بے انصافی کا کھٹکا ہوگا نہ حق تلفی کا ○

روز قیامت سفارش کام نہ آئے گی: قیامت کے دن کسی کی مجال نہ ہوگی کہ دوسرے کے لئے شفاعت کرے ہاں جسے اللہ اجازت دے ۔نہ آسمان کے فرشتے بے اجازت کسی کی سفارش کرسکیں نہ اور کوئی بزرگ بندہ ۔سب کو خود خوف لگا ہوگا بے اجازت کسی کی شفارش نہ ہوگی ۔فرشتے اور روح صف بستہ کھڑے ہوں گے' بے اجازت الٰہی کوئی لب نہ کھول سکے گا ۔خود سیّد الناس' اکرم الناس رسول اللہ ﷺ بھی عرش تلے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے اللہ کی خوب حمد وثنا کریں گے دیر تک سجدے میں پڑے رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد (ﷺ) اپنا سر اٹھاؤ کہو تمہاری بات سنی جائے گی' شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی پھر حد مقرر ہوگی آپ ان کی شفاعت کرکے جنت میں لے جائیں گے پھر لوٹیں گے پھر یہی حکم ہوگا ۔صلوات اللہ و سلامہ علیہ وعلی سائر الانبیاء ۔ [2] اور حدیث میں ہے کہ حکم ہوگا کہ جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لاؤ جن کے دل میں ایک مثقال ایمان ہو ۔پس بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے پھر فرمائے گا جس کے دل میں آدھا مثقال ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ ۔جس کے دل میں بقدر ایک ذرے کے ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ ۔جس کے دل میں اس سے بھی کم' اس سے بھی کم' اس سے بھی کم ہو اسے بھی جہنم سے آزاد کرو' الخ ۔ [3] اس نے تمام مخلوق کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے ۔

---

[1] [سورۃ هود: آیت ۱۰۵]

[2] [**صحيح**: صحيح بخاري: و كتاب التوحيد : باب قول الله تعالى لما خلقت بيدى (۷٤۱۰) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب ادنى اهل الجنة منزلة فيها (۱۹۳) مسند احمد (۱۱٦/۳)]

[3] [**صحيح**: صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب معرفة طريق الرؤية (۱۸۳) صحيح بخارى : كتاب التوحيد : باب قوله الله تعالى وجوه يومئذ ناضرة (۷٤۳۹) مسند احمد (۹٤/۳)]

مخلوق اس کے علم کا احاطہ کر ہی نہیں سکتی۔ جیسے فرمان ہے اس کے علم میں سے صرف وہی معلوم کر سکتے ہیں جو وہ چاہے۔ [1] تمام مخلوق کے چہرے عاجزی پستی ذلت ونرمی کے ساتھ اس کے سامنے پست ہیں اس لئے کہ وہ موت وفوت سے پاک ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہنے والا ہے وہ نہ سوئے نہ اونگھے۔ خود اپنے آپ پر قائم رہنے والا اور ہر چیز کو اپنی تدبیر سے قائم رکھنے والا ہے۔ سب کی دیکھ بھال حفاظت اور سنبھال وہی کرتا ہے وہ تمام کمالات رکھتا ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے بغیر رب کی مرضی کے نہ پیدا ہو سکے نہ باقی رہ سکے۔ جس نے یہاں ظلم کئے ہوں گے وہ وہاں برباد ہوگا۔ کیونکہ ہر حق دار کو اللہ تعالیٰ اس دن اس کا حق دلوائے گا یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کسی ظلم کو میں اپنے سامنے سے نہ گزرنے دوں گا۔ صحیح حدیث میں ہے لوگو ظلم سے بچو۔ ظلم قیامت کے دن اندھیرے بن کر آئے گا [2] اور سب سے بڑھ کر نقصان یافتہ وہ ہے جو اللہ سے شرک کرتا ہوا مرا وہ تباہ وبرباد ہوا اس لئے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ ظالموں کا بدلہ بیان فرما کر متقیوں کا ثواب بیان ہو رہا ہے کہ نہ ان کی برائیاں بڑھائی جائیں نہ ان کی نیکیاں گھٹائی جائیں۔ گناہ کی زیادتی اور نیکی کی کمی سے وہ بے کھٹکے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾

اسی طرح ہم نے تجھ پر عربی قرآن نازل فرمایا ہے اور طرح طرح سے اس میں ڈر کا بیان سنایا ہے تاکہ لوگ پرہیز گار بن جائیں یا ان کے دل میں یہ سوچ سمجھ تو پیدا کرے ○ پس اللہ تعالیٰ عالی شان والا سچا اور حقیقی بادشاہ ہے تو تو قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر اس سے پہلے کہ تیری طرف جو وحی کی جاتی ہے وہ پوری کی جائے۔ ہاں یہ دعا کرتا رہ کہ پروردگار میرا علم بڑھاتا رہ ○

قرآن میں بشارتیں بھی اور وعیدیں بھی: چونکہ قیامت کا دن آنا ہی ہے اور اس دن نیک بد اعمال کا بدلہ ملنا ہے لوگوں کو ہوشیار کرنے کے لئے ہم نے بشارت والا اور دھمکانے والا اپنا کلام عربی صاف زبان میں اتارا۔ تاکہ ہر شخص سمجھ سکے اور اس میں گوناگوں طور پر لوگوں کو ڈرایا طرح طرح سے ڈراوے سنائے۔ تاکہ لوگ برائیوں سے بچیں بھلائیوں کے حاصل کرنے میں لگ جائیں یا ان کے دلوں میں غور وفکر نصیحت وپند پیدا ہو اطاعت کی طرف جھک جائیں نیک کاموں کی کوشش میں لگ جائیں۔ پس پاک اور برتر ہے وہ اللہ جو حقیقی شہنشاہ ہے دونوں جہاں کا تنہا مالک ہے وہ خود حق ہے اس کا وعدہ حق ہے اس کی وعید حق ہے اس کے رسول حق ہیں جنت دوزخ حق ہے اس کے سب فرمان اور اس کی طرف سے جو ہو سراسر عدل وحق ہے۔ اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ آگاہ کئے بغیر سزا

---

[1] [سورۃ البقرہ : آیت ۲۵۵]

[2] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب البر والصلۃ : باب تحریم الظلم (۲۵۷۸) مسند احمد (۳/۳۲۰)]

دے وہ سب کے عذر کاٹ دیتا ہے کسی کے شبہ کو باقی نہیں رکھتا حق کو کھول دیتا ہے پھر سرکشوں کو عدل کے ساتھ سزا دیتا ہے۔ جب ہماری وحی اتر رہی ہو اس وقت تم ہمارے کلام کو پڑھنے میں جلدی نہ کرو پہلے پوری طرح سن لیا کرو۔

جیسے سورۂ قیامت میں فرمایا ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ﴾ [1] الخ، یعنی جلدی کر کے بھول جانے کے خوف سے وحی اترتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اسے نہ پڑھنے لگو۔ اس کا آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے تلاوت کرانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس پڑھنے کے تابع ہو جائیں پھر اس کا سمجھا دینا بھی ہمارے ذمے ہے۔ حدیث میں ہے کہ پہلے آپ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے جس میں آپ کو دقت ہوتی تھی جب یہ آیت اتری آپ اس مشقت سے چھوٹ گئے [2] اور اطمینان ہو گیا کہ وحی الٰہی جتنی نازل ہوگی مجھے یاد ہو جایا کرے گی ایک حرف بھی نہ بھولوں گا کیونکہ اللہ کا وعدہ ہو چکا۔ یہی فرمان ہے کہ فرشتے کی قراءت چپکے سے سنو جب وہ پڑھ چکے پھر تم پڑھو اور مجھ سے اپنے علم کی زیادتی کی دعا کیا کرو۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اللہ نے قبول کی اور انتقال تک علم میں بڑھتے ہی رہے، صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں ہے کہ وحی برابر پے در پے آتی رہی یہاں تک کہ جس دن آپ فوت ہونے کو تھے اس دن بکثرت وحی اتری۔ [3] ابن ماجہ کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منقول ہے ﴿اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا يَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ﴾ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ﴿وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ﴾ [4]

ع ۵
وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ

---

[1] [سورۃ القیامہ: آیت ۱۶-۱۹]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدءالوحی (۵) و کتاب التفسیر (۴۹۲۷) و کتاب فضائل القرآن (۵۰۴۴) صحیح مسلم: کتاب الصلوۃ: باب الاستماع للقراءۃ (۴۴۸) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورۃ القیامۃ (۳۳۲۹) مسند احمد (۱/۳۴۳)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب کیف نزل الوحی واوّل ما نزّل (۴۹۸۲) صحیح مسلم: کتاب التفسیر: باب فی تفسیر آیات المتفرقہ (۳۰۱۶)]

[4] [ضعیف: ترمذی: کتاب الدعوات باب سبق المفردون (۳۵۹۹) ابن ماجہ: مقدمہ: باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ (۲۵۱)، (۳۸۳۳)] اس کی سند موسیٰ بن عبیدہ اور محمد بن ثابت (دونوں ضعیف راویوں) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت ﴿ والحمد لله ... ﴾ کے جملہ کے علاوہ صحیح ہے۔ [صحیح ترمذی]

فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ
الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا
مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ
وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دے دیا تھا لیکن وہ بھول گیا ہم نے اس کا کوئی قصد نہیں پایا○ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا اس نے صاف انکار کر دیا○ تو ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے کہ تو مشقت میں پڑ جائے○ یہاں تو تجھے یہ آرام ہے کہ نہ تو تو بھوکا ہو نہ ننگا۔ اور نہ تو یہاں پیاسا ہو نہ دھوپ سے تکلیف اٹھا○ لیکن شیطان نے اسے وسوسہ ڈالا' کہنے لگا کہ کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور وہ بادشاہت بتلا دوں کہ جو کبھی پرانی نہ ہو○ چنانچہ ان دونوں نے اس درخت سے کچھ کھا لیا تو ان پر پردے کی چیزیں کھل گئیں اب بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بہک گیا○ پھر اسے اس کے رب نے نوازا اس کی طرف توجہ فرمائی اور اس کی رہنمائی کی○

انسان کو انسان کہنے کا سبب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انسان کو انسان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسے جو حکم سب سے پہلے فرمایا گیا یہ اسے بھول گیا۔ مجاہد اور حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حکم کو حضرت آدم علیہ السلام نے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی شرافت و بزرگی کا بیان ہو رہا ہے۔ سورۂ بقرہ' سورۂ اعراف' سورۂ حجر اور سورۂ کہف میں شیطان کے سجدہ نہ کرنے والے واقعہ کی پوری تفسیر بیان ہو چکی ہے اور سورۂ ص میں بھی اس کا بیان آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان تمام سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا پھر ان کی بزرگی کے اظہار کیلئے فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کے حکم کا اور ابلیس کی مخفی عداوت کے اظہار کا بیان ہوا ہے' اس نے تکبر کیا اور حکم الٰہی کا انکار کر دیا۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو سمجھا دیا گیا کہ یہ تیرا اور تیری بیوی حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا دشمن ہے اس کے بہلاوے میں نہ آ جانا ورنہ محروم ہو کر جنت سے نکال دیئے جاؤ گے اور سخت مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ روزی کی تلاش کی محنت سر پڑ جائے گی۔ یہاں تو بے محنت و مشقت روزی پہنچ رہی ہے۔ یہاں تو ناممکن ہے کہ بھوکے رہو' ناممکن ہے کہ ننگے رہو اس اندرونی اور بیرونی تکلیف سے بچے ہوئے ہو۔ پھر یہاں نہ پیاس کی گرمی اندرونی طور سے ستائے' نہ دھوپ کی تیزی کی گرمی بیرونی طور پر پریشانی کرے۔ اگر شیطان کے بہکاوے میں آ گئے تو یہ راحتیں چھین لی جائیں گی اور ان کے مقابل کی تکلیفیں سامنے آ جائیں گی۔ شیطان نے اپنے جال میں انہیں پھانس لیا اور مکاری سے انہیں اپنی باتوں میں لے لیا قسمیں کھا کھا کر انہیں اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا۔ پہلے ہی سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سے فرما دیا تھا کہ جنت کے تمام میوے کھانا لیکن اس درخت کے نزدیک بھی نہ جانا۔ مگر شیطان نے انہیں اس قدر پھسلایا کہ آخر کار یہ اس درخت میں سے کھا بیٹھے۔ اس نے دھوکہ کرتے ہوئے ان سے کہا کہ جو اس درخت کو کھا لیتا ہے وہ ہمیشہ یہیں رہتا ہے۔ صادق و مصدوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے تلے

سوا رسو سال تک چلا جائے گا لیکن تاہم وہ ختم نہ ہوگا اس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ [1] (مسند احمد' ابوداؤد طیالسی)

دونوں نے درخت میں سے کچھ کھایا ہی تھا جو لباس اتر گیا اور اعضا ظاہر ہو گئے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو گندمی رنگ کے لمبے قد وقامت والا بنایا تھا کھجور کے درخت جتنا قد تھا ممنوع درخت کو کھاتے ہی لباس چھن گیا۔ اپنے ستر کو دیکھتے ہی مارے شرم کے ادھر ادھر چھپنے لگے' ایک درخت میں بال الجھ گئے' جلدی سے چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے آدم کیا مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ کلام رحمٰن سن کر ادب سے عرض کیا کہ اے اللہ مارے شرمندگی کے سر چھپانا چاہتا ہوں۔ اچھا اب یہ تو فرما دے کہ توبہ اور رجوع کے بعد بھی جنت میں پہنچ سکتا ہوں؟ جواب ملا کہ ہاں۔ یہی معنی ہیں اللہ کے اس فرمان کے۔ آدم نے اپنے رب سے چند کلمات لے لئے جس کی بنا پر اللہ نے اسے پھر سے اپنی مہربانی میں لے لیا۔ یہ روایت منقطع ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے لباس چھن گیا تو اب جنت کے درختوں کے پتے اپنے جسم پر چپکانے لگے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انجیر کے پتوں سے اپنا آپ چھپانے لگے۔ اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے راہ راست سے ہٹ گئے۔ لیکن آخرکار اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی رہنمائی کی۔ توبہ قبول فرمائی اور اپنے خاص بندوں میں شامل کر لیا۔ صحیح بخاری شریف وغیرہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام میں گفتگو ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے آپ نے اپنے گناہ کی وجہ سے تمام انسانوں کو جنت سے نکلوا دیا اور انہیں مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا اے موسیٰ علیہ السلام آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے اور اپنے کلام سے ممتاز فرمایا آپ مجھے اس بات پر الزام دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے پہلے ہی مقدر اور مقرر کر لیا تھا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے اس گفتگو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاجواب کر دیا۔ [2]

اور روایت میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا' اور آپ میں اپنی روح اس نے پھونکی تھی۔ اور آپ کے سامنے اپنے فرشتوں کو سجدہ کرایا تھا اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے اس جواب میں یہ بھی مروی ہے کہ اللہ نے آپ کو وہ تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا اور سرگوشی کرتے ہوئے آپ کو قریب کر لیا بتلاؤ اللہ نے تورات کب لکھی تھی؟ جواب دیا آپ سے چالیس سال پہلے پوچھا کیا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ بھول گیا کہا ہاں۔ فرمایا پھر تم مجھے اس امر کا الزام کیوں دیتے ہو؟ جو میری تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔

---

[1] [صحيح دون الجملة : مسند احمد (۲/ ٤٥٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ "شجرة الخلد" کے علاوہ باقی روایت صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۹۸۷۰)]

[2] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب القدر : باب تحاج آدم و موسى عند الله (٦٦١٤) و كتاب التفسير (٤٧٣٨) صحيح مسلم : كتاب القدر : باب حجاج آدم وموسى (٢٦٥٢) ابو داؤد : كتاب السنة : باب في القدر (٤٧٠١) ابن ماجه : مقدمه : باب في القدر (٨٠) مسند احمد (٢/ ٢٤٨)]

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى ۥ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ ﴿١٢٦﴾

فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو اب تمہارے پاس جب کبھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ دھوکے میں پڑے گا ○ ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے ○ وہ کہے گا کہ اے اللہ مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا ○ جواب ملے گا کہ اسی طرح ہونا چاہئے تھا۔ تو نے میری آئی ہوئی آیتوں سے غفلت برتی' آج تیری بھی مطلقاً خبر نہ لی جائے گی ○

آدم وحواء علیہما السلام کو جنت سے نکلنے کا حکم: حضرت آدم وحوا علیہما السلام اور ابلیس لعین سے اسی وقت فرما دیا گیا کہ تم سب جنت سے نکل جاؤ۔ سورۂ بقرہ میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ یعنی اولاد آدم اور اولاد ابلیس۔ تمہارے پاس میرے رسول اور میری کتابیں آئیں گی۔ میری بتائی ہوئی راہ کی پیروی کرنے والے نہ تو دنیا میں رسوا ہوں گے نہ آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ ہاں حکموں کے مخالف میرے رسول کی راہ کے تارک۔ دوسری راہوں پہ چلنے والے دنیا میں بھی تنگ رہیں گے اطمینان اور کشادہ دلی میسر نہ ہوگی اپنی گمراہی کی وجہ سے تنگی میں رہیں گے گو بظاہر کھانے پینے' پہننے اوڑھنے' رہنے سہنے کی فراخی ہو لیکن دل میں یقین وہدایت نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ شک وشبہ اور تنگی اور قلت میں ہی مبتلا رہیں گے۔ بدنصیب' رحمت الٰہی سے محروم' خیر سے خالی۔ کیونکہ اللہ پر ایمان نہیں' اس کے وعدوں کا یقین نہیں' مرنے کے بعد کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ کے ساتھ بدگمان ہیں' گئی ہوئی چیز کو آنے والی نہیں سمجھتے۔ خبیث روزیاں ہیں' گندے عمل ہیں' قبر تنگ وتاریک ہے' وہاں اس طرح دبوچا جائے گا کہ دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں طرف کی پسلیاں دائیں طرف میں گھس جائیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن کی قبر ہرا بھرا سرسبز باغیچہ ہے ستر (۷۰) ہاتھ کی کشادہ ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے گویا چاند اس میں ہے خوب نور اور روشنی پھیل رہی ہے جیسے چودھویں رات کا چاند چڑھا ہوا ہو۔ اس آیت کا شان نزول معلوم ہے کہ میرے ذکر سے منہ پھیرنے والوں کی معیشت تنگ ہے اس سے مراد کافر کی قبر میں اس پر عذاب ہے۔ [1] اللہ کی قسم اس پر ننانوے اژدہے مقرر کئے جاتے ہیں ہر ایک کے سات سات سر ہوتے

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶/۲۲۷) الدر المنثور للسیوطی (۴/۵۵۶)] اس کی سند میں ابن لہیعہ اور دراج عن ابی الہیثم ضعیف ہے۔]

ہیں جو اسے قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔ [1] اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل منکر ہے۔

ایک عمدہ سند سے بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ [2] یہ قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھایا جائے گا سوائے جہنم کے کوئی چیز اسے نظر نہ آئے گی۔ نابینا ہوگا اور میدان حشر کی طرف چلایا جائے گا اور جہنم کے ساتھ کھڑا کر دیا جائے گا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَّأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ﴾ [3] یعنی ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اندھے گونگے بہرے بنا کر حشر میں لے جائیں گے ان کا اصلی ٹھکانا دوزخ ہے۔ یہ کہیں گے کہ میں تو دنیا میں آنکھوں والا خوب دیکھتا بھالتا تھا پھر مجھے اندھا کیوں کر دیا گیا؟ جواب ملے گا کہ یہ بدلہ ہے اللہ کی آیتوں سے منہ موڑ لینے کا اور ایسا ہو جانے کا گویا خبر ہی نہیں۔ پس آج ہم بھی تیرے ساتھ ایسا معاملہ کریں گے کہ جیسے تو ہماری یاد سے اتر گیا۔

جیسے فرمان ہے ﴿فَالْيَوْمَ نَنسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا﴾ [4] آج ہم انہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے جیسے انہوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔ پس یہ برابر کا اور عمل کی طرح کا بدلہ ہے۔ قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے احکام کا عامل ہوتے ہوئے کسی شخص سے اگر اس کے الفاظ حفظ سے نکل جائیں تو وہ اس وعید میں داخل نہیں۔ اس کے لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جذامی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ [5] (مسند احمد)

وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِن بِآيَاتِ رَبِّهِ ۚ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ ﴿١٢٧﴾

ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ہر اس شخص کو جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے' بے شک آخرت کا عذاب نہایت ہی سخت اور بہت دیرپا ہے ○

نافرمانوں کے لیے دنیا و آخرت میں سزائیں: جو حدود الٰہی کی پروانہ کریں' اللہ کی آیتوں کو جھٹلائیں' انہیں ہم اسی طرح دنیا آخرت کے عذاب میں مبتلا کرتے ہیں خصوصاً آخرت کا عذاب تو بہت ہی بھاری ہے اور وہاں کوئی نہ ہوگا جو بچا سکے۔ دنیا کے عذاب نہ تو سختی میں اس کے مقابلے کے ہیں نہ مدت میں وہ دائمی اور نہایت المناک ہیں۔

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٤٤٢٦) صحیح ابن حبان (٣١٢٢) بزار فی کشف الاستار (٢٢٣٣)] امام بزارؒ کے بیان کے مطابق اس میں مجہول راوی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں تمام راوی ثقہ ہیں سوائے واقدی کے (اور وہ ضعیف ہے)۔]

[2] [حسن : مستدرك حاکم (٢/٣٨١)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [سورة الاسراء: آیت ٩٧] [4] [سورة الاعراف: آیت ٥١]

[5] [ضعیف : مسند احمد (٥/٢٨٥) ابوداؤد : کتاب الوتر : باب التشدید فیمن حفظ القرآن ثم نسیه (١٤٧٤) طبرانی کبیر (٣٥٨٨) عبد بن حمید فی المنتخب (٣٠٦) مسند بزار (١٦٤٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٢٥١٦)] اس کی سند میں یزید قرشی اور عیسیٰ بن فائد دونوں راوی ضعیف ہیں اور ایک مجہول راوی بھی ہے۔]

ملاعنہ کرنے والوں کو سمجھاتے ہوئے رسول مقبول ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں کے مقابلے میں بہت ہی ہلکی اور ناچیز ہے۔ (1)

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿١٢٨﴾ ع وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا
وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾

کیاان کی رہبری اس بات نے بھی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی بستیاں ہلاک کردی ہیں جن کے رہنے سہنے کی جگہ چل پھر رہے ہیں' یقیناً اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور تیرے رب کی بات پہلے ہی مقرر شدہ اور وقت معین کردہ نہ ہوتی تو ابھی ہی عذاب آ چمٹتا ○ پس ان کی باتوں پر صبر کر اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور تعریف بیان کرتا رہ۔ سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے' رات کے مختلف وقتوں میں بھی اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح کرتا رہ۔ بہت ممکن ہے کہ تو راضی ہو جائے ○

پہلوں کی تباہی سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت: جولوگ تجھے نہیں مان رہے اور تیری شریعت کا انکار کر رہے ہیں کیا وہ اس بات سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے کہ ان سے پہلے جنہوں نے یہ ڈھنگ نکالے تھے ہم نے انہیں تباہ و برباد کردیا؟ آج ان کی ایک آنکھ چمکتی ہوئی اور ایک سانس چلتا ہوا اور ایک زبان بولتی ہوئی باقی نہیں بچی' ان کے بلند و بالا پختہ اور خوبصورت کشادہ اور زینت دار محل ویران کھنڈر پڑے ہوئے ہیں جہاں سے ان کی آمد و رفت رہتی ہے اگر یہ عقلمند ہوتے تو یہ سامان عبرت ان کے لئے بہت کچھ تھا۔ کیا یہ زمین میں چل پھر کر قدرت کی ان نشانیوں پر دل سے غور و فکر نہیں کرتے؟ کیا کانوں سے ان کے دردناک افسانے سن کر عبرت حاصل نہیں کرتے؟ کیا ان کی اجڑی ہوئی بستیاں دیکھ کر بھی آنکھیں نہیں کھولتے؟ یہ آنکھوں کے ہی اندھے نہیں بلکہ دل کے بھی اندھے ہیں۔ سورۂ الم سجدہ میں بھی مندرجہ بالا آیت جیسی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ جب تک بندوں پر اپنی حجت ختم نہ کردے انہیں عذاب نہیں کرتا۔ ان کے لئے اس نے ایک وقت مقرر کردیا ہے' اسی وقت ان کو ان کے اعمال کی سزا ملے گی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ادھر گناہ کرتے ادھر پکڑ لئے جاتے۔ تو ان کی تکذیب پر صبر کر' ان کی بے ہودہ باتوں پر برداشت کر۔ تسلی رکھ یہ میرے قبضے سے باہر نہیں۔ سورج نکلنے سے پہلے سے مراد تو نماز فجر ہے اور سورج ڈوبنے سے پہلے سے مراد نماز عصر ہے۔

بخاری مسلم میں ہے کہ ہم ایک مرتبہ رسول مقبول ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا کہ تم عنقریب اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو بغیر مزاحمت اور تکلیف

---

(1) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب اللعان (۱۴۹۳) ابوداؤد: کتاب الطلاق (۲۲۵۶)]

کے دیکھ رہے ہو پس اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز کی پوری طرح حفاظت کرو۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ [1] مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا ان دونوں وقتوں کی نماز پڑھنے والا آگ میں نہ جائے گا۔ [2] مسند اور سنن میں ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے ادنیٰ درجے کا جنتی وہ ہے جو دو ہزار برس کی راہ تک اپنی ہی اپنی ملکیت دیکھے گا سب سے دور کی چیز بھی اس کے لئے ایسی ہی ہوگی جیسے سب سے نزدیک کی اور سب سے اعلیٰ منزل والے تو دن میں دو دو دفعہ دیدار الٰہی کریں گے [3] پھر فرماتا ہے رات کے وقتوں میں بھی تہجد پڑھا کر۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد مغرب' عشا کی نماز ہے۔ اور دن کے وقتوں میں بھی اللہ کی پاکیزگی بیان کیا کر۔ تاکہ اللہ کے اجر و ثواب سے تو خوش ہو جا۔ جیسے فرمان ہے کہ عنقریب تیرا اللہ تجھے وہ دے گا کہ تو خوش ہو جائے۔ [4]

صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنتیو! وہ کہیں گے ((لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ)) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے اے اللہ ہم بہت ہی خوش ہیں تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ پھر کیا وجہ کہ ہم راضی نہ ہوں۔ جناب باری ارحم الراحمین فرمائے گا لو میں تمہیں ان سب سے افضل چیز دیتا ہوں۔ پوچھیں گے اے اللہ اس سے افضل چیز کیا ہے؟ فرمائے گا میں تمہیں اپنی رضامندی دیتا ہوں کہ اب کسی وقت بھی میں تم سے ناخوش نہ ہوؤں گا۔ [5] اور حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ اسے پورا کرنے والا ہے کہیں گے اللہ کے سب وعدے پورے ہوئے ہمارے چہرے روشن ہیں ہماری نیکیوں کا پلہ گراں رہا ہمیں دوزخ سے ہٹا دیا گیا۔ جنت میں داخل کر دیا اب کون سی چیز باقی ہے؟ اسی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مواقیت الصلوٰۃ : باب فضل الصلوٰۃ العصر (٥٥٤)، (٥٧٣)، (٤٨٥١) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب صلاتی الصبح والعصر (٦٣٣) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی الرویة (٤٧٢٩) ابن ماجه : کتاب السنة : باب فیما انکرت الجهمیة (١٧٧) ترمذی : کتاب صفة الجنة : با ما جاء فی رؤیة الرب (٢٥٥١) مسند احمد (٤/٣٦٠)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب صلاتی الصبح والعصر (٦٣٤) ابو داؤد : کتاب الصلوٰة : باب المحافظة علی الصلوات (٤٢٧) نسائی : کتاب الصلوة : باب فضل الصلوة العصر (٤٧٢) مسند احمد (٤/١٣٦)]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسیر : باب و من سورة القیامة (٣٣٣٠)، (٢٥٥٣) مسند احمد (٢/٦٤)] شیخ البانیؒ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی، السلسلة الضعیفة (١٩٨٥)] شیخ عبد الرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور مولانا مبشر احمد ربانی کے نزدیک بھی یہ روایت ضعیف ہے۔]

[4] [سورة الضحی : آیت ٥]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (٦٥٤٩) و کتاب التوحید : باب کلام الرب مع اهل الجنة (٧٥١٨) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب احلال الرضوان علی اهل الجنة (٢٨٢٩) ترمذی : کتاب صفة الجنة (٢٥٥٥) مسند احمد (٣/٨٨)]

وقت حجاب اٹھ جائیں گے اور دیدار الٰہی ہوگا۔ اللہ کی قسم اس سے بہتر اور کوئی نعمت نہ ہوگی یہی زیادتی ہے۔ [1]

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۵
لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ
عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھی ہیں تا کہ انہیں اس میں آزمالیں، تیرے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے ○ اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید رکھ اور خود بھی اس پر جمارہ، ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے، بلکہ ہم خود تجھے روزی دیتے ہیں، آخر میں بول بالا پرہیز گاری ہی کا ہے ○

دنیوی ترقی والوں کو حسرت بھری نگاہوں سے مت دیکھو: ان کفار کی دنیوی زینت اور ان کی ٹیپ ٹاپ کو تو حسرت بھری نگاہوں سے نہ دیکھ، یہ تو ذرا سی دیر کی چیزیں ہیں۔ یہ صرف ان کی آزمائش کے لئے انہیں یہاں ملی ہیں کہ دیکھیں شکر وتواضع کرتے ہیں یا ناشکری اور تکبر کرتے ہیں؟ حقیقتاً شکر گزاروں کی کمی ہے۔ ان کے مالداروں کو جو کچھ ملا ہے اس سے تجھے تو بہت ہی بہتر نعمت ملی ہے۔ ہم نے تجھے سات آیتیں دی ہیں جو دوہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم عطا فرما رکھا ہے پس اپنی نظریں ان کے دنیوی ساز وسامان کی طرف نہ ڈال۔ اسی طرح اے رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے اللہ کے پاس جو مہمانداری ہے اس کی نہ تو کوئی انتہا ہے اور نہ اس وقت کوئی اس کے بیان کی طاقت رکھتا ہے۔ تجھے تیرا پروردگار اس قدر دے گا کہ تو راضی رضامند ہو جائے گا۔ اللہ کی دین بہتر اور باقی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایلاء کیا تھا اور ایک بالا خانے میں مقیم تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپ ایک کھردرے بوریے پر لیٹے ہوئے ہیں۔ چمڑے کا ایک ٹکڑا ایک طرف رکھا تھا اور کچھ مشکیں لٹک رہی تھیں۔ یہ بے سروسامانی کی حالت دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے حضور ﷺ نے دریافت کیا کیوں رو دیئے؟ جواب دیا کہ حضور ﷺ قیصر وکسریٰ کس قدر عیش وعشرت میں ہیں اور آپ باوجود ساری مخلوق میں سے اللہ کے برگزیدہ ہونے کے کس حالت میں ہیں؟ آپ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے کیا اب تک تم شک میں ہی ہو؟ ان لوگوں کی اچھائیوں نے دنیا میں ہی جلدی کر لی ہے۔ [2] پس رسول اللہ ﷺ باوجود قدرت اور دسترس کے دنیا سے نہایت ہی بے رغبت تھے۔ جو ہاتھ لگتا اسے راہ للہ دے دیتے اور اپنے لئے پیسہ بھی نہ بچا رکھتے۔ ابن ابی حاتم میں حضور ﷺ کا فرمان مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے تو تم پر سب

---

[1] [صحیح: صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب اثبات رؤية المومنين فى الآخرة (١٨١) ترمذى: كتاب صفة الجنة: باب ما جاء فى رؤية الرب تبارك وتعالى (٢٥٥٢)]

[2] [صحیح: صحيح بخارى: كتاب المظالم: باب الغرفة والعلية المتشرفة (٢٤٦٨) صحيح مسلم: كتاب الطلاق: باب فى الايلاء واعتزال النسآء وتخييرهن (١٤٧٩) ترمذى: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة التحريم (٣٣١٨) مسند احمد (١/٣٣)]

سے زیادہ خوف اس وقت کا ہے کہ دنیا تمہارے قدموں میں اپنا تمام ساز وسامان ڈال دے گی۔ اپنی برکتیں تم پر الٹ دے گی۔ الغرض کفار کو زینت کی زندگی اور دنیا صرف ان کی آزمائش کیلئے دی جاتی ہے۔ اپنے گھرانے کے لوگوں کو نماز کی تلقین کرو تا کہ وہ عذاب الٰہی سے بچ جائیں، خود بھی پابندی کے ساتھ اس کی ادائیگی کرو۔ اپنے آپ کو اور اپنی اہل وعیال کو جہنم سے بچالو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عادت مبارک تھی کہ رات کو جب تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور اسی آیت کی تلاوت فرماتے۔ ہم تجھ سے رزق کے طالب نہیں۔ نماز کی پابندی کرلو اللہ ایسی جگہ سے روزی پہنچائے گا جو خواب وخیال میں بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے لئے چھٹکارا کر دیتا ہے اور بے شان وگمان جگہ سے روزی پہنچاتا ہے۔ تمام جنات اور انسان صرف عبادت الٰہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ رزق اور زبردست قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فرماتا ہے ہم خود تمام مخلوق کے روزی رساں ہیں ہم تمہیں طلب کی تکلیف نہیں دیتے۔ حضرت ہشام کے والد صاحب جب امیر امراء کے مکانوں پر جاتے اور ان کا ٹھاٹھ دیکھتے تو واپس اپنے مکان پر آ کر اسی آیت کی تلاوت فرماتے۔ اور کہتے میرے کنبے والو نماز کی حفاظت کرو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تنگی ہوتی تو اپنے گھر کے سب لوگوں کو فرماتے اے میرے گھر والو نمازیں پڑھو نمازیں قائم رکھو۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اپنی ہر گھبراہٹ اور ہر کام کے وقت نماز شروع کر دیتے۔ (1) ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ کی قدسی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ امیری اور بے پرواہی سے پر کردوں گا۔ تیری فقیری اور حاجت کو دور کردوں گا اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو میں تیرا دل اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری بند ہی نہ کروں گا۔ (2) ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے اپنی تمام غور وفکر اور قصد وخیال کو اکٹھا کر کے آخرت کا خیال باندھ لیا اور اسی میں مشغول ہو گیا اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی تمام پریشانیوں سے محفوظ کر لے گا۔ اور جس نے دنیا کی فکریں پال لیں یہاں کے غم مول لئے اللہ کو اس کی مطلقاً پرواہ نہ رہے گی خواہ کسی حیرانی میں ہلاک ہو جائے (3) اور روایت میں ہے کہ دنیا کے غموں میں ہی اسی کی فکروں میں ہی مصروف ہو جانے والے کے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ پریشانیاں ڈال دے گا اور اس کی فقیری اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے اور جو اپنے دل کا مرکز آخرت کو بنالے گا اپنی نیت وہی رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے ہر کام کا اطمینان نصیب فرمادے گا اس کے

---

(1) [مرسل: تفسیر ابن ابی حاتم کما فی الدر المنثور (٥٦١/٤)] اس کی سند میں ثابت راوی تابعی ہیں۔]

(2) [صحیح: ترمذی: کتاب صفة القیامة والرقائق (٢٤٦٦) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب الهم بالدنیا (٤١٠٧) مستدرك حاكم (٤٤٣/٢) مسند احمد (٣٥٨/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (١٣٥٩)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(3) [صحیح: ابن ماجه: کتاب الزهد: باب الهم بالدنیا (٤١٠٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه، السلسلة الصحیحة (٩٥٠)]

دل کو سیر اور شیر بنا دے گا اور دنیا اس کے قدموں کی ٹھوکروں میں آیا کرے گی۔ [1] پھر فرمایا دنیا و آخرت میں نیک انجام پرہیزگار لوگ ہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں۔ وہاں ہمارے سامنے ابن طاب کے باغ کی تر کھجوریں پیش کی گئی ہیں۔ میں نے اس کی تعبیر کی ہے کہ دنیا میں بھی انجام کے لحاظ سے ہمارا ہی پلہ گراں رہے گا اور بلندی اور اونچائی ہم کو ہی ملے گی اور ہمارا دین پاک صاف طیب وطاہر کامل ومکمل ہے۔ [2]

وَ قَالُوْا لَوْ لَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَیِّنَةُ مَا فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰی ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ وَ مَنِ اهْتَدٰی ﴿۱۳۵﴾ ع

کہتے ہیں کہ یہ نبی ہمارے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں لاتا؟ کیا ان کے پاس اگلی کتابوں کی واضح دلیل نہیں پہنچی؟ ○ اگر ہم اس سے پہلے ہی انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یقیناً یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس اپنا رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے ○ کہہ دے کہ ہر ایک انجام کا منتظر ہے۔ پس تم بھی انتظار میں رہو ابھی ابھی قطعاً جان لو گے کہ راہ راست والے کون ہیں؟ اور کون راہ یافتہ ہیں؟ ○

قرآن کریم عظیم معجزہ: کفار یہ بھی کہا کرتے تھے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سچائی کا کوئی معجزہ ہمیں نہیں دکھاتے؟ جواب ملتا ہے کہ یہ ہے قرآن کریم جو اگلی کتابوں کی خبر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے جو نہ لکھنا جانیں نہ پڑھنا۔ دیکھ لو اس میں اگلے لوگوں کے حالات ہیں اور بالکل ان کتابوں کے مطابق جو اللہ کی طرف سے اس سے پہلے نازل شدہ ہیں۔ قرآن ان سب کا نگہبان ہے۔ چونکہ اگلی کتابیں کمی بیشی سے پاک نہیں رہیں، اس لئے قرآن اترا ہے کہ ان کی صحت غیر صحت ممتاز کر دے۔ سورۂ عنکبوت میں کافروں کے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا ﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰیَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [3] یعنی کہہ دے کہ اللہ رب العالمین ہر قسم کے معجزات کے ظاہر کرنے پر قادر ہیں میں تو صرف تنبیہ کرنے والا رسول ہوں میرے قبضے میں کوئی معجزہ نہیں لیکن کیا

---

[1] [حسن: ابن ماجه: كتاب الزهد: باب الهم بالدنيا (٤١٠٦) مستدرك حاكم (٢/٤٤٣)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحيح ابن ماجه، التعليق الرغيب (٤/٨٣)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں نہشل راوی متروک ہے۔]

[2] [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الرؤيا النبي: باب رؤيا النبي (٢٢٧٠) ابو داؤد: كتاب الادب: باب ما جآء في الرؤيا (٥٠٢٥)]

[3] [سورۃ العنکبوت: آیت ٥٠۔٥١]

انہیں یہ معجزہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے جو ان کے سامنے برابر تلاوت کی جارہی ہے جس میں ہر یقین والے کے لئے رحمت وعبرت ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسے معجزے ملے کہ انہیں دیکھ کر لوگ ان کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ لیکن مجھے جیتا جاگتا زندہ اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ دیا گیا ہے یعنی اللہ کی یہ کتاب قرآن مجید جو بذریعہ وحی مجھ پر اتری ہے۔ پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن تمام نبیوں کے تابعداروں سے میرے تابعدار زیادہ ہوں گے۔ [1] یہ یاد رہے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ کا اس سے بڑا معجزہ بیان ہوا ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ آپ کے معجزے اور تھے ہی نہیں علاوہ اس پاک اور معجز قرآن کے آپ کے ہاتھوں اس قدر معجزات سرزد ہوئے ہیں جو گنتی میں نہیں آ سکتے۔ لیکن ان تمام بے شمار معجزوں سے بڑھ چڑھ کر آپ کا سب سے اعلیٰ معجزہ یہ قرآن کریم ہے۔ اگر اس محترم ختم المرسلین کو بھیجنے سے پہلے ہی ہم ان نہ ماننے والوں کو اپنے عذاب سے ہلاک کر دیتے۔ تو ان کا یہ عذر باقی رہ جاتا کہ اگر ہمارے سامنے کوئی پیغمبر آتا کوئی وحی نازل ہوتی تو ہم ضرور اس پر ایمان لاتے اور اس کی تابعداری اور فرماں برداری میں لگ جاتے اور اس ذلت ورسوائی سے بچ جاتے اس لئے ہم نے ان کا یہ عذر بھی کاٹ دیا۔ رسول بھیج دیا' کتاب نازل فرمادی' انہیں ایمان نصیب نہ ہوا' عذابوں کے مستحق بن گئے اور عذر بھی دور ہوگئے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک کیا ہزاروں آیتیں اور نشانات دیکھ کر بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ ہاں جب عذابوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اس وقت ایمان لائیں گے لیکن وہ محض بے سود ہے۔

جیسے فرمایا ہم نے یہ پاک اور بہتر کتاب نازل فرمادی ہے جو بابرکت ہے تم اسے مان لو اور اس کی فرماں برداری کرو تو تم پر رحم کیا جائے گا' الخ۔ یہی مضمون آیت ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ﴾ [2] الخ' میں ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول کی آمد پر ہم مومن بن جائیں گے معجزہ دیکھ کر ایمان قبول کر لیں گے لیکن ہم ان کی سرشت سے واقف ہیں یہ تمام آیتیں دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ ادھر ہم ادھر تم منتظر ہیں۔ ابھی حال کھل جائے گا کہ راہ مستقیم پر کون ہے؟ حق کی طرف کون چل رہا ہے؟ عذابوں کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کون گمراہی میں مبتلا تھا گھبراؤ نہیں ابھی ابھی جان لو گے کہ کذاب وشریر کون تھا؟ یقیناً مسلمان راہ راست پر ہیں اور غیر مسلم اس سے ہٹے ہوئے ہیں۔

سورۂ طٰہٰ کی تفسیر اللہ کے فضل وکرم سے ختم ہوئی۔ اور اسی کے ساتھ تفسیر محمدی کا سولھواں پارہ بھی ختم ہوا فالحمدللہ۔



---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب کیف نزل الوحی واوّل ما نزل (۴۹۸۱)
صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد (۱۵۲)]

[2] [سورۃ الانعام: آیت ۱۰۹-۱۱۱]